سلسلۂ دارالمصنفین

نمبر ۴

انقلاب الامم

یعنی

ڈاکٹر لیبان کی کتاب "قوموں کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی" کا خلاصہ

جسکو

مولانا عبدالسلام ندوی

اُس کے عربی تر ے ذریعہ سے اُردو مین کیا

معارف پریس اعظم گڈھ مین چھپکر

دفتر دارالمصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوئی

طبع دوم سنہ ۱۹۲۳ء

کتبخانۂ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامۂ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم، حصۂ اول طبع دوم تقطیع خرد ۔ للعہ

ایضاً حصہ دوم طبع اول تقطیع کلان عـہ معہ

الفاروق، حضرت فاروق اعظم کی لائف و طرز حکومت سے

الغزالی، امام غزالی کی سوانحعمری اور انکا فلسفہ، عا

سیرۃ النعمان، امام اعظم کے حالات و انکی فقہ پر تبصرہ عہ

المامون۔ خلیفہ مامون الرشید کے حالات اور اوسکی سلطنت، دربار اور علمی کارنامونکی تفصیل، عہ

شعر العجم حصۂ اول، شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز اور قدما کا دور، صفحات ۲۳۵، ے

ایضاً حصۂ دوم۔ خواجہ فرید الدین عطار سے لغایت ابن یمین تک صفحات ۳۰۲ ے

ایضاً حصۂ سوم، شعرائے متاخرین صفحات ۲۲۰ عا

ایضاً حصۂ چہارم، صفحات ۲۲۰ ے

ایضاً حصۂ پنجم اصناف شاعری پر ریویو، عا

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی میں ریویو، ۸ر

سفرنامۂ مصر و شام، مطبوعہ مطبع معارف، عا

موازنۂ انیس و دبیر، میر انیس کی شاعری کے محاسن، ہے

مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات اور اون کے جوابات، عہ۔ عہ۔ ۱۲ر

رسائل شبلی، مولانا کے مختلف علمی مضامین کا مجموعہ، عہ

مجموعۂ کلام شبلی اردو، ۱۲ر

مثنوی صبح امید اردو، ۴ر

مولنا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم، جدید طرز پر عربی مین قرآن مجید کی تفسیر ۴ر

تفسیر سورۂ قیامہ۔ ۴

تفسیر سورۂ والشمس، ۴ر

تفسیر سورۂ والکفرون ۴

تفسیر سورۂ والعصر، ۴ر

من هو الذبیح عربی مین حضرت ... پر ایک مدلل اور پرزور رسالہ، ۱۰ر

اسباق النحو عربی گرامر اردو، ۵ر

دیوان حمید۔ مولنا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲

خرد نامہ منظوم، خاص فارسی زبان مین مثال سلیمان کا ترجمہ، ۸ر

تحفۃ الاعراب، عربی کی نحو جدید اردو نظم مین، ۲ر

دیوان الفیض، ہندوستان کے لیے نازم استاد ادیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی الیہ المرجع المآب، والصلوۃ علیٰ رسولہ وآلہ والاصحاب

مغربی خیالات کی ترجمانی کا حق اگرچہ جدید تعلیم یافتہ گروہ کے لئے مخصوص ہو گیا ہے، لیکن ہم قبتہ الاسلام مصر کے ممنون ہین جس کی کوششون نے عربی دان جماعت کو بھی ایک حد تک ان خیالات کی واقفیت کا موقع دیا ہے،

اِس وقت جو کتاب آپ کے سامنے ہو وہ بھی دریائے نیل کی ایک لہر ہی موسیو گستاؤلی بان، جو تمدن عرب اور تمدن ہند کے مصنف ہونیکی حیثیت سے ہندوستان مین محتاج تعارف نہین ہین اون کی ایک فرنچ کتاب کے عربی ترجمہ کو ہمنے اُردو مین منتقل کیا ہی، جس کا اصل نام Lois psychologeg uis del, evolution despeuples یعنی "قومون کی ترقی و تنزل کے نفسی قوانین" ہے جس مین اون نفسی اُصول اور اخلاقی قوانین کی تشریح کی گئی ہے جن کے ساتھ اقوام عالم کی ترقی و تنزل وابستہ ہی، جس طرح ہر شخص مین ایک مخصوص روح ہوتی ہے جس کے مطابق وہ اپنے تمام ذاتی کام انجام دیتا ہی، اوسی طرح ہر قوم کے قالب مین بھی ایک خاص روح ہوتی ہی، اوس کے مخصوص اخلاق اور خواص ہوتے ہین، جو درحقیقت اوس قوم کی تمام حرکات ترقی و تنزل کا محور ہین، یہ کتاب اسی قومی روح کی جلوہ طرازیون کا مظہر ہے، آجکل جبکہ تمام دنیا مین ایک عام قومی کشمکش برپا ہی جبکہ ہندوستان اپنی قومی تار و پود کو مستحکم کر رہا ہے، جبکہ فرزندان اسلام اپنی بربادی کے ماتم سے فارغ ہو کر آئندہ ترقی کے لئے شاہراہ عمل کی تجویز مین مصروف ہین امید ہی کہ یہ کتاب اون کے خیالات کی توسیع مین بہت کچھ مدد دیگی، وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

سوانح مصنّف

موسیو لی بان

بیسوین صدی کے فرزندانِ علم مین یورپ بلکہ کل مہذب دنیا جن لوگون کی ذات پر ناز کرتی ہے اون مین ایک ڈاکٹر لیبان[1] بھی ہے،

ولادت اور خاندان، برگنڈی اور برٹینی فرانس کے دو مشہور صوبے ہین، لیبان کا خاندان انھی صوبون سے تعلق رکھتا ہے، سیف و قلم دو متضاد چیزین ہین، اور دنیا مین ایسے خوش قسمت بہت کم ہوئے ہین جن کے ہاتھ مین یہ دونون چیزین نظر آئین، لیکن لیبان اِس حیثیت سے نہایت خوش نصیب ہے کہ اوس کے آبا و اجداد مین یہ دونون جوہر نظر آتے ہین،

لیبان مضافات پیرس مین بہ مقام نوژان لے ردلو، رد، غالباً ۱۸۴۵ء مین پیدا ہوا،

تعلیم و تربیت، اور پیرس کے قریب تورس کے مدرسہ مین ابتدائی تعلیم حاصل کی اور وہین سے مٹرکولیشن کا امتحان پاس کیا، یہ عجیب بات ہے کہ لیبان اِس وقت جس قدر مشہور ہے، اوسی قدر زمانۂ طالب العلمی مین گمنام رہا، اُسکا شمار کبھی اسکول کے اچھے طلبا مین نہین ہوا، جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کبھی کورس کی کتابون مین دل نہین لگاتا تھا، زمانۂ طالب العلمی مین اوس کی انتہائی کامیابی صرف یہ تھی کہ پاس ہوجاتا تھا، ورنہ اوسکو امتحانات مین اچھے نمبر کبھی نہین ملے، کالج مین بھی یہی حال رہا تاہم باینہمہ اُس نے طب مین ڈاکٹری (ایم ڈی) کی ڈگری حاصل کی،

سیر و سیاحت، لیبان کی زندگی کی ایک خاص خصوصیت سیاحی ہے، اُس نے، انگلستان، روس

[1] ان حالات کو ہمارے دوست مولوی عبد الماجد بی، اے، نے لیبان کی ایک مختصر سوانح عمری سے جو فرنچ مین لکھی گئی ہو مرتب کیا ہی جس کو ہم نے خفیف تغیر کے ساتھ اُنھی کے الفاظ مین درج کر دیا ہے،

اٹلی، پولینڈ، اور اسپین کی خوب سیاحت کی ہی، مراکو، فلسطین، اور مصر بھی ہو آیا ہے، وہ ایک خاص حیثیت سے ہندوستان کا بھی سفر کرچکا ہی یعنی خود فرنچ گورنمنٹ نے اوس کو ایک سائنٹفک کمیشن پر ہندوستان بھیجا تھا، اسی سلسلہ مین اوس نے نیپال کی بھی سیر کی، اور وہ پہلا فرنچ شخص تھا جس نے سرزمین نیپال پر قدم رکھا،

لیکن لیبان کے سفر کا مقصد اکثر یورپین سیاحون کی طرح سیر و تفریح نہین ہوتا تھا. بلکہ اوس نے اپنی طویل سیاحت مین نہایت دقیق علمی تجارب حاصل کئے ہین، مذہب، تمدن اور آثار قدیمہ کے متعلق نہایت مفید تحقیقاتین کین ہین، قومون کی نفسیات کا وسیع مطالعہ کیا ہی، نیپال کی سیاحت کے زمانہ مین وہ اون آثار قدیمہ کے نوٹوے لیکر فرانس بھیجتا تھا جنکی طرف آج تک کسی نے توجہ نہین کی تھی، انہی آثار قدیمہ کی شہادت سے اوس نے ثابت کیا ہی کہ بودھ مذہب اگرچہ ابتدا مین ہندو مذہب سے بالکل علیحدہ و مختلف ایک مستقل مذہب تھا، لیکن کچھ دنون کے بعد وہ ہندو مذہب کے اندر جذب ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصلی ہندو مذہب اور بودھ مذہب دونو کی خالص تعلیمات فنا ہوگئین، اور دونون کی آمیزش اور تاثیر و تاثر سے مذہب کی ایک جدید شکل قائم ہوگئی،

مشرق کے مختلف تمدنون پر اوس نے جو محققانہ کتابین لکھی ہین اونکی بنیاد زیادہ تر انہی ذاتی مشاہدات پر ہے، خود لیبان کی تصنیفات سے ظاہر ہوتا ہی کہ وہ نفسیات اور خصائص قومیہ کے مطالعہ کے لئے سفر کو کس قدر ضروری چیز خیال کرتا ہی،

اخلاق وعادات، لیبان کے اخلاق وعادات بالکل حکیمانہ ہین، اکثر خاموش رہتا ہی خلوت گزینی اور غور و فکر کا عادی ہی لوگون سے زیادہ ملنے جلنے کو سخت ناپسند کرتا ہی، اسلئے بعض لوگ اوسکو مغرور او رخود پسند خیال کرتے ہین لیکن اس کے ساتھ اسکو بحث، و استدلال بہت پسند ہے،

بچپن سے ہر بات پر رد و قدح کرنے کا شائق ہے، مزاج مین استقلال، ضد اور ہٹ دھرمی کی حد تک پہنچا ہوا ہے

حلیہ، | لیبان کی شکل و شباہت بالکل برگنڈی کے باشندون کے مشابہ ہے، آنکھین سیاہ بال کالے، اور گھونگر والے ہین، رنگ بھی یورپین لوگون کے لحاظ سے کسی قدر تاریکی مائل ہے قد دراز، سر گول، پیشانی چوڑی اور اونچی ہے،

شادی، | لیبان کو چونکہ سوشل رسم و رواج سے سخت نفرت ہے اسلئے اوس نے شادی نہین کی البتہ اوسکو ایک مشہور مصنفہ سے مدتون دوستانہ تعلق رہا،

شہرت | عالم مثال کی صور و اشباح اگرچہ بذات خود آفتاب کی طرح روشن ہین لیکن خواص کے سوا، عام لوگون کو نظر نہین آتین، لیبان کی شہرت اور گمنامی کا بھی یہی حال ہے، اعلیٰ ترین علمی حلقون مین اوسکو جو امتیاز حاصل ہے، وہ یورپ بھر مین کسی مصنف کو نصیب نہین، اوس کی متعدد تصانیف کا جرمن، انگریزی، روسی، اسپینی، اطالین، عربی اور اردو مین ترجمہ ہو چکا ہے، اور خود فرنچ مین اوسکی اکثر تصنیفات کے متعدد اڈیشن نکل چکے ہین لیکن اس کے ساتھ عام مقبولیت کے لحاظ سے تمام یورپ مین کوئی مصنف اوس سے زیادہ گمنام اور خامل الذکر نہین، نہ اخبارات مین اوس کا کہین نام آتا ہے نہ رسالے اوس سے مضامین لیتے ہین، نہ وہ کسی یونیورسٹی کا پروفیسر ہے، یہان تک کہ اوس کے حالات بھی کہین نہین ملتے، انسایکلوپیڈیا برٹانیکا کے آخری اڈیشن سے زیادہ جامع اور ضخیم کوئی کتاب نہ ہوگی، لیکن ایسی ضخیم کتاب مین لیبان کا ضمنی اور اتفاقی طور پر بھی کہین ذکر نہین آیا ہے،

اس موقع پر خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عدم شہرت کے اسباب کیا ہین؟ اس سوال کا تفصیلی جواب تو خود لیبان کی تصنیفات دیسکتی ہین، اصولاً صرف اسقدر کہا جاسکتا ہے کہ اوس کے نظریات بالکل مجتہدانہ اور اکثر صورتون مین معاصر علماء بلکہ کل دنیا کے معتقدات

دمسلمات کے خلاف ہوتے ہین، مثلاً آج کل یورپ مین جمہوریت کی عام گرم بازاری ہی، بالخصوص فرانس مین تو اِس کے خلاف ایک حرف بھی کہنا کفر ہے، لیکن لیبان اپنی تصنیفات مین عموماً جمہوریت کے نقائص کی پردہ دری کرتا ہے، اور اوس کو حکومت کی سب سے زیادہ مستبدانہ صورت قرار دیتا ہے، پبلک راے، اور اجتماعی قوت اس زمانے مین سب سے زیادہ موثر چیز ہین، لیکن لیبان کے نزدیک وہ جنون وسفاہت کا مظہر ہین، اشتراکیت، مساوات حریت اور آزادی موجودہ لٹریچر کے نہایت متداول الفاظ ہین، اور ادن کا اثر انسان کے رگ وپے سے متعدی ہوکر آب وہوا تک مین سرایت کرگیا ہی، لیکن، لیبان کے نزدیک اشتراکیت تمدن کے زوال کا پیش خیمہ، تومون کی جدوجہد اور عزم واستقلال کی بیخ کن ہے، مساوات خلاف فطرت، اور دور وحشت کی یادگار ہے، آزادی اور حریت جنون کا مقدمہ ہے، تمدنی اور اخلاقی حیثیت سے اگرچہ وہ مذہب کے اثر کا معترف ہے، لیکن اعتقاداً اوس کو توہمات وخرافات کا مجموعہ سمجھتا ہے، تاریخ سب سے زیادہ مستند چیز سمجھی جاتی ہی، لیکن وہ اوس کو تقویم کہن وافسانہ پارینہ خیال کرتا ہی، ایسی حالت مین اُسکو پبلک سے قدردانی کی کیا توقع ہوسکتی ہے؟ اوس کی عدم مقبولیت کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اس زمانے مین شہرت کا زیادہ تر دارمدار، نمائشی اعزازات وخطابات پر ہے اور لیبان اس شرف سے بالکل بے بہرہ ہے، وہ بالکل ایک خودساختہ آدمی ہے، کسی یونیورسٹی یا کالج کا پروردہ نہین، اوس نے کسی یونیورسٹی سے ڈگری نہین حاصل کی، اس بناپر اس زمانے کے ذرائع شہرت سے بالکل محروم ہے،

تصنیفات، متفرق مضامین کے علاوہ لیبان کی مستقل تصنیفات حسب ذیل ہین،

(۱) سفرنامہ کوہ تطراس

(۲) سفرنامہ نیپال

(۳) سوسائٹی کا ارتقاء

(۴) مشرق کے ابتدائی تمدن — یہ مصر، شام، اور یہودیون کے تمدن کی تاریخ ہی

(۵) آثار قدیمہ

(۶) نفسیات اشتراکیت

(۷) نفسیات تعلیم

(۸) نفسیات انقلاب فرانس

(۹) تنباکو کے کیمیائی اجزاء

(۱۰) الحیات — علم افعال الاعضا پر ہی

(۱۱) ارتقائے مادہ — طبعیات پر محققانہ کتاب ہی

(۱۲) ارتقائے قوت

(۱۳) فن شہسواری کے سائنٹفک اصول و تجربات

(۱۴) فن فوٹوگرافی پر سائنٹفک رسالہ

(۱۵) مجموعۂ مضامین متعلق بہ طبعیات

(۱۶) نفسیات اجتماع — اس کا ترجمہ احمد فتحی زغلول پاشا نے عربی مین کر دیا ہے اور وہ مصر مین چھپ گیا ہی جس کا عربی نام "روح الاجتماع" ہی

(۱۷) تمدن ہند — مولوی سید علی بلگرامی مرحوم نے اردو مین ا سکا ترجمہ کر دیا ہی

(۱۸) تمدن عرب — ایضاً

(۹) ارتقاء اقوام کے قوانین نفسی،

یہی اخیر کتاب ہے جس کا ترجمہ مصر کے مشہور مترجم
احمد فتحی زغلول پاشا نے عربی زبان مین
"سر تطور الامم" کے نام سے کیا ہے، اور
ہم اسی عربی ترجمہ کو اردو کے قالب مین
ڈھال کر ناظرین کے سامنے پیش کرنے
کی عزت حاصل کر رہے ہین،

عبدالسلام ندوی
دار المصنفین، اعظم گڈھ

مقدمہ

از

مترجم

فلسفۂ عروج وزوالِ اقوام

اِسلام وعلمائے اسلام

علم ومذہب، تہذیب وتمدن، ملک وسلطنت، ہرمہذب قوم کا سرمایۂ حیات ہین، اور انھین چیزون کی ترکیب وامتزاج سے ہرقوم کا تاریخی مواد تیار رہتا ہے، اس بنا پر ہر متمدن قوم اپنا تاریخی سرمایہ اپنے ساتھ لاتی ہی، اور اپنے وجود کے ساتھ ساتھ اوس کو محفوظ رکھتی ہے، وہ ان مواد کی تیاری اور پختگی مین کسی مورخ کی ممنون احسان نہین ہوتی، بلکہ خود مورخ اوس قوم کا گرانبار منت ہوتا ہے، البتہ اس مواد کی، موزون ترتیب اس کا مکمل نظام، اور اوس کے ابتدائی اور انتہائی سلسلون مین توفیق وتطبیق، غرض اوس کے تمام ارتقائی مدارج کی تفصیل وتوضیح، ایک مورخ کا کام ہے، اور اس حیثیت سے تاریخ کی نہایت سادہ، مختصر، عام فہم اور جامع تعریف "مجموعہ ارتقار اقوام" کی ترکیب اضافی کے ساتھ کی جاسکتی ہے، جو لیبان کی کتاب کے نام کا پہلا جزو ہے، لیکن یہ جزو اس کتاب کی ایک جنس مشترک ہے جو تاریخ کی ہر کتاب پر صادق آسکتی ہی، کتاب کی فصل ممیز جو اوس کو تمام تاریخی کتابون سے ممتاز کرتی ہے اوس کا دوسرا جزو یعنی ارتقار اقوام کے قوانین نفسی ہے، اور انہی قوانین کی تفصیل اس کتاب کا موضوع اور لیبان کا اصلی کارنامہ ہے،

جدید علمی دور مین جن علوم وفنون نے ترقی کی ہے، اون مین علم النفس (سائیکالوجی) سب سے زیادہ دلچسپ اور اپنے موضوع کے لحاظ سے اعلیٰ واشرف ہی، لیکن یہ ظاہر ہی کہ جو علم علمی

ترتیب و تقسیم کے لحاظ سے فلسفۂ الٰہیات کے سلسلہ مین داخل ہی وہ صرف اعلیٰ اور دلچسپ ہی ہو سکتا ہی، اوس سے عام طور پر کوئی عملی کام نہین لیا جا سکتا، اس بنا پر یورپ کی عالمگیر قوت تسخیر نے بھی اِس دلچسپ علم کو ہمیشہ اپنے دائرہ عمل سے باہر رکھا، لیکن لیبان پہلا شخص ہے جس نے اوس سے اجتماعی، تمدنی، تعلیمی، اور تاریخی مباحث مین کام لیا، اور اس خوبی کے ساتھ لیا کہ ان مباحث نے ایک جدید فلسفیانہ قالب اختیار کر لیا چنانچہ اوسکی تصنیفات کی طویل فہرست مین نفسیات اجتماع نفسیات اشتراکیت نفسیات انقلاب فرانس، نفسیات تعلیم، سر تطور الامم، اوسکے اس زمانہ زرین کو نہایت آب و رنگ کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہین، لیکن اس موقع پر خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس رنگ کی جھلک اور بھی کہین نظر آ سکتی ہی؟ یا صرف لیبان ہی اوس کا موجد ہی؟ ہم کو خود کچھ نہین معلوم لیکن علمار یورپ مین جن لوگون نے اس عقدہ کو حل کیا ہے اون مین لیبان نے صرف دو شخصون کا نام لیا ہی چنانچہ ایک موقع پر لکھتا ہی،

"علم النفس کے علمار نے اپنی تحقیقات کو صرف عقلی مسائل تک محدود کر دیا ہے اور اخلاقی مباحث کی طرف سے آنکھین بند کر لی ہین، میری دانست مین صرف موسیو پولھان نے رسالہ اخلاق مین اخلاق کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے، اور بتایا ہے کہ صرف اخلاق ہی قومون کے مزاج عقلی کو پیدا کر سکتا ہے، ایک اور عالم موسیو ریبو نے بھی چند اوراق مین اس حقیقت پر روشنی ڈالی ہے، وہ کہتا ہے کہ عقلی انقلابات مین ذہانت دوسرے درجہ کا انقلاب ہے، اصلی سنگ بنیاد صرف اخلاق ہے، جب عقل غیر معمولی نشو و نما حاصل کر لیتی ہے تو اکثر اخلاق کو فنا کر دیتی ہی" اس بنا پر نفسی قومون کی بحث اور اون کے باہمی مقابلہ مین ہمیشہ اخلاق کو پیش نظر رکھنا چاہیئے کیونکہ علم الاخلاق کی اہمیت کو نظر انداز نہین کیا جا سکتا، وہ ہر قوم کی تاریخ کا ماخذ ہے،

اُس سے ہر قوم کے مدبرین کو راہ ہدایت ملتی ہو، اور اگر یہ مشکل نہ ہوتی کہ وہ کارخانون مین اور
کتابون کے اوراق مین نہین ملتا بلکہ اُس کی تحقیق کے لئے دفتر کے دفتر اولٹنے پڑتے ہین اور
مختلف قومون کے حالات سے واقفیت حاصل کرنی پڑتی ہے، تو درحقیقت یہ نہایت عجیب
بات ہوتی کہ علما نے آج تک اس فن کو مدون نہین کیا اور ہم کو علم النفس کے مصنفین جدید
مین کوئی شخص ایسا نہین ملتا جس نے اس کی مزاولت کی ہو کیونکہ اب وہ تمام مباحث کو چھوڑکر
صرف علم تشریح اور فزیالوجی کی طرف زیادہ مائل نظر آتے ہین"

اس بنا پر اگر موسیو پولہان اور موسیو ریبو کو نظر انداز کردیا جائے تو اس گروہ مین صرف
لیبان پہلا شخص ہے جس نے اِس کمی کو پورا کیا، اوس نے تمام دنیا کی قومون کے نظام اخلاق کا
مطالعہ کیا، اون کے تاریخ و تمدن پر نگاہ ڈالی، ان دونون مین سلسلۂ علل واسباب قائم کیا،
اور تمام تاریخی مظاہر، یعنی حکومت، سیاست، تمدن، مذہب اور لٹریچر وغیرہ کو اسی نظام اخلاق کا
پرتو قرار دیا، اور اس طرح ایک جدید فلسفۂ تاریخ کی بنیاد ڈالی، لیکن درحقیقت صرف لیبان ہی
اِس فلسفۂ تاریخی کا موجد قرار نہین دیا جاسکتا بلکہ اسلام اور علماء اسلام نے مدتون پہلے اِس
حقیقت کے چہرے کو بے نقاب کردیا تھا لیبان نے اس کتاب مین اگرچہ متعدد ابواب
اور متعدد فصلون مین اِس موضوع پر بحث کی ہے لیکن تمام مباحث کی بنیاد صرف دو
مقدمات پر قائم ہے،

(۱) ہر قوم کا ایک مزاج عقلی ہوتا ہے، یعنی ہر قوم مین چند اخلاقی اوصاف پائے جاتے
ہین جو اوسی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہین،

(۲) ان اخلاقی اوصاف مین کسی قسم کا تغیر و تبدل نہین ہوتا،

اِن دونون مقدمات کو اوس نے ابتدا کی دو فصلون مین ثابت کیا ہے، اِس کے بعد جو مباحث

ہین، وہ انہی مقدمات کے نتائج ہین یعنی بعد کی فصلون مین صرف یہ دکھایا ہے، کہ تمام
تمدنی مظاہر کو انہی غیر متبدل اخلاقی اوصاف نے پیدا کیا ہی، اسلیے جب کبھی اون مین
کسی قسم کا انقلاب ہوا ہے، تو تمدنی تاریخ کی بنیاد دفعۃً متزلزل ہوگئی ہے،

لیبان نے اس کتاب مین ان مباحث کو جس خوبی کے ساتھ لکھا ہے وہ اوس کا
خاص حصہ ہے لیکن قرآن مجید اور احادیث نبویہ مین بھی ہم کو ان اصول کا سراغ مل سکتا ہی
کیونکہ قومون کے عروج و زوال پر مادیت سے زیادہ روحانیت کا اثر پڑتا ہے، بلکہ
ڈاکٹر لیبان کی تحقیق کے موافق صرف نظام اخلاق ہی ایک ایسی چیز ہے جو ہر قسم کا
تاریخی انقلاب پیدا کر سکتا ہے، اسلیے قرآن مجید مین اقوام قدیمہ کے تاریخی
انقلابات و تغیرات کا جہان ذکر آیا ہے اوس کی علت صرف اخلاق اور روحانیت کو
قرار دیا گیا ہے اور اس بنا پر قرآن مجید مین اون مباحث کے متعلق اجمالی اشارات
مل سکتے ہین، جن کو لیبان نے ایک مستقل تاریخی مسئلہ بنا دیا ہے، لیبان کا اساسی اصول
یہ ہے کہ ہر قوم کی ایک خاص فطرت، ہر گروہ کا ایک خاص نظام اخلاق اور
ہر فرقہ کا ایک خاص مزاج عقلی ہوتا ہے، اور اونھین کے ذریعہ سے اوس مین
تمام قومی، تمدنی اور سیاسی انقلابات پیدا ہوتے ہین، دو قومون مین اوسی وقت
امتزاج ہوتا ہے، جب اون کے نظام اخلاق مین اتحاد ہو، فنون لطیفہ کے تمام انواع
مین ہر قوم اوسی کو انتخاب کرتی ہی جو اوس کے مزاج عقلی کے موافق ہو، ہر قوم اوسی قسم کا
نظام حکومت قائم کرتی ہے، جو اوس کی فطرت نفسانی کے مطابق ہو، غرض دنیا کا ذرہ
ذرہ اخلاقی خصوصیات کا آئینہ ہے، لیبان نے ان مباحث کو جس تفصیل کے ساتھ لکھا ہے
وہ قرآن و حدیث کے موضوع بحث سے خارج ہین، تاہم ان تمام چیزون کا اصول

اولین قرآن مجید مین بہ تصریح موجود ہی، کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ، ترجمہ ہر جماعت جو کچھ اوس کے پاس ہی اوس پر خوش ہے، یعنی لوگ اپنے مخصوص جذبات خیالات، اور عقائد مین خوش ہین، احادیث نے اِس اُصول کو اور بھی زیادہ صاف اور منقح کر دیا ہی،

والناس معادن کمعادن الفضۃ	چاندی اور سونے کی کانون کی طرح اِنسانون کی بھی کانین
والذھب خیارھم فی الجاھلیۃ	ہوتی ہین، جو زمانہ جاہلیت مین اچھے تھے وہ زمانۂ اسلام
خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا	مین بھی اچھے ہین، بشرطیکہ علم حاصل کرین، روحون
والارواح جنود مجندۃ فما	کی ایک مرتب فوج ہے، اون مین جو باہم مناسبت
تعارف منھا ائتلف وما	رکھتی ہین، وہ مل جاتی ہین، اور جن مین یہ مناسبت
تناکر منھا اختلف[1]،	نہین ہوتی وہ الگ ہو جاتی ہین،

لیبان نے پہلے باب کی پانچوین فصل مین، قومون کے اختلاط کے جو اُصول بتائے ہین اون مین ایک یہ ہی،

(۱) دونون قومون کے نظام اخلاق مین بہت زیادہ اختلاف نہو،

حدیث کے آخری ٹکڑے مین یہ اُصول بہ تصریح مذکور ہے، لیبان کا دوسرا اُصول یہ ہے کہ ہر قوم کی مخصوص فطرت، مخصوص نظام اخلاق اور مخصوص مزاج عقلی مین عموماً کسی قسم کا تغیر نہین ہوتا، صرف اون کی صورت بدلتی رہتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہی کہ ہر قوم کے مظاہر اخلاق مین بھی کسی قسم کی تبدیلی نہین ہوتی، لیکن اگر کبھی اس مین تغیر واقع ہو جاتا ہے تو قوم کا تمام نظام عمل دفعۃً درہم برہم ہو جاتا ہے، قرآن مجید مین اگرچہ یہ اُصول بہ تصریح موجود نہین ہے،

---

[1] مسلم مطبوعۂ مصر جلد ۲ صفحہ ۴ کتاب البر والصلۃ والاداب باب الارواح جنود مجندہ،

لیکن لیبان نے اس اُصول کی بناپر جو نتیجہ نکالا ہے وہ قرآن مجید مین بہ تصریح مذکور ہی،

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ	خدا کسی قوم کی حالت اوس وقت تک نہین بدلتا
حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ،	جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدل دے

غیر متغیر اخلاقی خصوصیات جن اسباب کی بناپر پیدا ہوتی ہین وہ لیبان کے الفاظ مین حسب ذیل ہین،

(۱) آبار واجداد یعنی گذشتہ سلسلۂ خاندان کا اثر،

(۲) مان باپ کا اثر

(۳) ملک جغرافیانہ حدود، آب وہوا اور گرد وپیش کی چیزون کا اثر،

ان اسباب مین تیسرا سبب مادی اور بقیہ اسباب روحانی ہین، مادہ پرست لوگون نے اگرچہ اسی تیسرے سبب کو نہایت اہمیّت دی ہی، لیکن لیبان کے نزدیک وہ نہایت معمولی درجہ کی چیز ہے، اوس کے نزدیک نظام اخلاق کا اصل مکون آبار واجداد کا اثر ہے، اس کے بعد نوع اِنسانی پر مان باپ کا اثر پڑتا ہے، مادہ اور مادہ کے خواص وآثار چونکہ قرآن مجید کے دائرہ بحث سے خارج تھے، اسلئے اوس نے تیسرے سبب کو بالکل نظر انداز کردیا، اور آج بیسوین صدی مین لیبان کی تحقیق بتاتی ہے کہ وہ نظر انداز کرنے کے قابل بھی تھا، لیکن اصلی سبب یعنی آبار واجداد کے اثر کا ذکر قرآن مجید مین بار بار آیا ہی،

قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا کَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ	وہ لوگ کہتے ہین کہ ہم نے اپنے آبار واجداد کو ایسا ہی کرتے پایا
قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ آبَاءَنَا	وہ لوگ کہتے ہین کہ ہمنے اپنے آبار واجداد کو جس روش پر پایا وہ ہمارے لئے کافی
قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ آبَاءَنَا،	وہ لوگ کہتے ہین کہ ہمنے اپنے آبار واجداد کو جس روش پر پایا ہم اوسی کی تقلید کرتے ہین،

آبار و اجداد کے اس موروثی اثر کے مظاہر اگرچہ ہر قوم کے جذبات، خیالات، اور رسوم و عقائد ہوتے ہین، اور لیبان کے نزدیک انہی کی مجموعی ترکیب سے ہر قوم کا مزاج عقلی پیدا ہوتا ہے، لیکن ان مین قومی روح کا سب سے زیادہ نمایان مظہر رسم و رواج ہے، قرآن مجید نے جس ایجاز و اختصار کے ساتھ "آبائی روش" کا ذکر کیا ہے اوسمین اگرچہ رسم و رواج بھی داخل ہے، لیکن شاہ ولی اللہ صاحب نے اوس کا ذکر نہایت تفصیل کے ساتھ کیا ہے، اور اوس کو ہر قوم، ہر تمدن، اور ہر مذہب کا نہایت ضروری عنصر قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہین،

"یقین کرو کہ رسم و رواج کو تمدن سے وہی نسبت ہے جو قلب کو انسان کے جسم سے، اسلئے شریعت کا سب سے پہلا مقصد وہی ہے، اور شریعت آلہیہ مین اسی سے بحث ہوتی ہے، اگر انسان سے پوچھا جائے کہ وہ ان رسم و رواج کا کیون پابند ہے، تو اِس کے سوا وہ اِس کا کچھ جواب نہ دیسکیگا کہ اوس نے اس مین اپنی قوم کی تقلید کی ہے[1]،

لیبان نے ایک خاص فصل مین تمدنی اُصول کے اثر پر بحث کی ہے، اُس مین ایک موقع پر لکھتا ہے،

"قومی روح پر ان اصول کا حقیقی اثر اوس وقت تک نہین ہوتا جب تک بتدریج اُن کا خمیر پختہ نہ ہو جائے اور عالم عقل کی بلندی سے اوتر کر وہ انسان کے غیر شاعرانہ مرکز عمل مین نہ آجائے"

انسان کا غیر شاعرانہ مرکز عمل وہ ہے، جس مین وہ ایک اصول کو تسلیم کرتا ہے لیکن اگر اوس سے اوس کے علل و اسباب کا سوال کیا جائے تو وہ اوس کی کوئی توجیہ

[1] حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۸

وتعلیل نہین کرسکتا، شاہ صاحب نے اخیر فقرے مین رسم ورواج کے اسی غیر شاعرانہ
اثر کی طرف اشارہ کیا ہی،

لیکن احادیث مین اخیر کے دونون سبب یعنی مان باپ، اور جغرافیانہ حدود
اور آب وہوا کے اثر کا ذکر بھی بتصریح موجود ہی،

کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ وینصرانہ ویمجسانہ

ہر بچہ صرف ایک ہی فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اوسکے باپ مان اوسکو یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا لیتے ہین

ان اللہ خلق آدم من قبضۃ قبضھا من جمیع الارض فجاء بنو آدم علی قدر الارض فجاء منھم الاحمر والابیض والاسود وبین ذلک والسھل والحزن والخبیث والطیب (ترمذی ص ۲۹۲)

خدا نے دنیا کے ہر حصے سے خاک کی ایک چٹکی لی اور اوس سے آدم کو پیدا کیا، اسلئے بنی آدم بھی زمین کی اختلاف سے مختلف رنگ اور مختلف اخلاق کے پیدا ہوئے، بعض سُرخ، بعض سفید، بعض سیاہ بعض متوسط بعض نرم بعض سخت، بعض بُرے بعض بھلے،

حدیث مین اِس سے زیادہ تفصیل منصب نبوت کے خلاف ہے، لیکن علامہ
ابن خلدون نے آب وہوا کے اثر پر ایک مستقل فصل مین بحث کی ہے، چنانچہ اسکا
خلاصہ حسب ذیل ہی،

حبشیون کی اخلاقی خصوصیت خفیف الحرکتی، غصہ، مسرت، اور حماقت ہی، اس کا اصلی
سبب جیسا کہ فلسفہ کی کتابون مین ثابت ہوچکا ہی یہ ہے کہ خوشی اور مسرت روح حیوانی
کے انتشار و انبساط کا اور رنج وغم اوس کے انقباض و تکاثف کا نام ہے
فلسفہ کی کتابون مین یہ بھی ثابت ہوچکا ہے کہ حرارت سے ہوا اور بخارات مین رقت
پیدا ہوجاتی ہے اور اسلئے اونکی مقدار مین بھی اضافہ ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہی کہ مست

آدمی مسرت کا زیادہ احساس کرتا ہے کیونکہ شراب کی حدت اوس کی روح کے بخارات کو زیادہ سیال بنادیتی ہے، اِس اصول کی بنا پر حبشی چونکہ گرم ملک کے باشندے ہین، اور اون سکے مزاج پر حرارت کا غلبہ ہو گیا ہے، اسلئے اون کی روح مین بھی اسی نسبت سے حرارت موجود ہے، اور یہی اون کی خوشی و مسرت، اور غیظ و غضب کا سبب ہے، چونکہ ساحلی مقامات کی ہوا بھی زیادہ گرم ہوتی ہے اسلئے ساحلی ممالک کے باشندون کا حال بھی قریب قریب حبشیون کے مشابہ ہے، جزائر کے رہنے والون کی بھی یہی کیفیت ہے، مصر بھی چونکہ جزائری ممالک کے قریب واقع ہے اسلئے مصریون مین بھی خفیف الحرکتی، مسرت، اور انجام کار سے اسقدر بے اعتنائی پائی جاتی ہے کہ وہ لوگ گھر مین ایک سال اور ایک ماہ کی خوراک بھی نہین رکھتے، بلکہ عموماً بازارون مین کھاتے ہین،

اس کے بالکل برعکس، بلاد مغرب مین چونکہ فاس کے باشندے سرد پہاڑون کے دامن مین رہتے ہین، اِس لئے غم زدہ لوگون کی طرح اونکی گردنین جھکی رہتی ہین، اور وہ اسقدر عاقبت اندیش ہوتے ہین کہ اون مین ہر شخص دو سال کی خوراک اپنے گھر مین مہیا رکھتا ہے اور صبح تڑکے اپنی روزی پیدا کرنے کے لئے اوٹھ کھڑا ہوتا ہے تاکہ سرمایہ محفوظ مین کمی نہ آنے پائے[1]،

کتاب کا عمود صرف یہی دو اصول، اور یہی دو فصلین ہین بقیہ مباحث انہی کے جزئیات و فروع ہین جن مین ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ اعلیٰ درجہ کا تمدن، اور اعلیٰ درجہ کی متمدن قومین کیونکر فنا ہو جاتی ہین، الیبان نے کتاب کے آخری باب اور آخری فصل مین اسی مسئلہ پر بحث کی ہے، اور اس کا جو سبب بتایا ہے،

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۷۰،

اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ تمدن خود تمدن کا دشمن ہے، چنانچہ اوس کے الفاظ حسب ذیل ہین،

جب کوئی قوم تہذیب و تمدن کے زیور سے آراستہ، اور نفوذ و قوت کے ہتھیار سے مسلح ہوجاتی ہے اور اوسکو ہمسایہ قوم کے حملے کا خطرہ نہین رہتا تو وہ نہایت عیش و طرب کے ساتھ جو دولت کا لازمی نتیجہ ہے زندگی بسر کرنے لگتی ہی، اسلئے اوس کے تمام فوجی محاسن برباد ہوجاتے ہین، تمدنی ترقی کے ساتھ ساتھ اوس کی ضروریات مین اضافہ ہوتا جاتا ہے، ہر شخص کے دل مین خود غرضی اپنا قدم جالیتی ہی اور اوسکا مطمح نظر صرف یہ ہوتا ہے، کہ جو مال و دولت اوس کے ہاتھ آئے اوس سے نہایت سرعت کے ساتھ ذاتی فائدہ اوٹھائے، اِس بنا پر تمام قوم عام مصالح سے اعراض کرنے لگتی ہی، اور قوم کے وہ تمام اخلاقی محاسن فنا ہوجاتے ہین، جو اوس کی عظمت کا حقیقی سبب تھے، اب اوس پر قرب و جوار کی وحشی یا نیم وحشی قومون کا حملہ شروع ہوجاتا ہے، روم، اور ایران کی سلطنتون کا یہی حشر ہوا، اون کا نظام حکومت اگرچہ نہایت مستحکم تھا، تاہم بربرہ نے روم کا خاتمہ کردیا اور عربون نے ایران کے پرخچے اوڑا دیئے،

قرآن مجید مین قومون کی ہلاکت و بربادی کا ذکر بار بار آیا ہے اوس کے سلسلہ مین اگرچہ یہ اصول اجمالاً مذکور ہے،

واذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرناها تدميرا،	جب ہم کسی آبادی کو برباد کرنا چاہتے ہین تو اوسکے دولتمند باشندگی [illegible] تعداد دولت مین اضافہ کردیتے ہین، اسلئے وہ فسق و فجور مین مبتلا ہوجاتے ہین، اور اسلئے ہمارا [illegible] قانون فطرت منطبق ہوجاتا ہے، ہم اوسکو تباہ کردیتے ہین،

لیکن علامہ ابن خلدون نے اِس آیت کو اصل قرار دیکر زوال تمدن پر جو جامع اور مفصل فلسفیانہ مضمون لکھا ہی وہ لیبان کے نظریہ پر حرف بہ حرف منطبق ہے، چنانچہ اوسکا خلاصہ حسب ذیل ہے،

ہر شخص کی ایک انتہائی عمر ہوتی ہی، اِنسان کے نشو و نما کا زمانہ چالیس سال تک رہتا ہے، اس کے بعد کچھ دنون تک نشو و نما رک جاتی ہی، پھر انحطاط کا زمانہ شروع ہوجاتا ہے،

تمدن کا بھی یہی حال ہے، جب شہری لوگون کو دولت و ثروت مل جاتی ہے تو وہ فطرۃً اون کو تمدنی ساز و سامان کی طرف مائل کر دیتی ہے، اسلیئے اونکے کھانے پینے، رہنے سہنے، پہننے، اوڑھنے کی تمام چیزون مین، رنگینی، اور اعجوبگی پیدا ہوجاتی ہے، اور جب رنگین مزاجی اِس درجہ کو پہونچ جاتی ہے تو اِنسان شہوانی خواہشون کا غلام ہوکر دین و دنیا دونون سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے،

اِس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ اس وقت لوگون کے مصارف مین اضافہ ہوجاتا ہی اور چونکہ سلطنت کے عین شباب کے زمانے مین تمدن اپنی انتہائی ترقی کو پہونچ جاتا ہی، اور ہر سلطنت مین ٹیکس لگانے کا یہی زمانہ ہوتا ہی کیونکہ اس وقت سلطنت کے اخراجات بڑھ جاتے ہین، اور ٹکس کا تمامتر بار تجارت پر پڑتا ہی، کیونکہ تجارت پیشہ لوگ جو کچھ صرف کرتے ہین، اوس کو اسباب تجارت ہی سے وصول کرتے ہین اسلیئے ٹکس اشیار کی اصل قیمت کا جزو ہوجاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ متمدن لوگون کے اخراجات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہین اور اون کی تمام آمدنی انھی مصارف مین صرف ہوجاتی ہی، اور وہ مفلس، اور محتاج ہوجاتے ہین[۱]،

[۱] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳۰۹ یہ مضمون بہت بڑا ہی ہمنے ابتدائی چند سطرون کا خلاصہ کر دیا ہے،

شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی حجۃ اللہ البالغہ مین جہان تاسیس شریعت اسلامیہ پر بحث کی ہی، اِس مسئلہ کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہی، اور روم و ایران کی بربادی کی یہی وجہ بتائی ہے لیکن اِس مسئلہ سے لازمی طور پر ایک دوسرا تمدنی مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے کہ جب کوئی قوم فنا ہوتی ہے، تو اوس کے ساتھ ہی ایک دوسری قوم اوس کی جانشین بھی ہوجاتی ہے چنانچہ لیبان نے اِس مسئلہ کی طرف ان الفاظ مین ضمناً اشارہ کیا ہی،

"اب اوس پر قرب وجوار کی وحشی یا نیم وحشی قومون کا حملہ شروع ہوجاتا ہی اور وہ اوسکی تمدنی بنیاد کو ڈھکرا اوسکے کھنڈر پر دوسرے تمدن کی عمارت قائم کرتی ہین،

قرآن مجید مین بھی جہان کہین قومون کے عروج و زوال کا ذکر آیا ہے، اوس سے ثابت ہوتا ہے، کہ ایک قوم کے فنا ہونے کے ساتھ ہی دوسری قوم منصۂ وجود پر جلوہ گر ہوجاتی ہے،

الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما	اگر تم لوگ جہاد کیلئے نہ اوٹھ کھڑے ہوئے تو خدا اتمکو سخت عذاب دیگا، اور
ولیستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئاً	تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دیگا، اور اوسکو تم کچھ نقصان نہ پہنچا سکوگے
فاھلکنٰھم بذنوبھم وانشانا من بعدھم	ہم نے اون کے گناہون کے باعث اونکو ہلاک کر دیا اور اونکے
قرنا آخرین،	بعد دوسرے لوگون کو پیدا کیا،
فان تولوا فقد ابلغتکم ما ارسلت	اگر تم لوگ اعراض کرتے ہو تو مینے اپنا پیغام تم تک پہونچا دیا،
بہ الیکم ویستخلف ربی قوما غیرکم	پیر خدا اب تمہارے سوا کسی دوسری قوم کو اپنا جانشین بنائیگا
ولا تضرونہ شیئا	اور تم اوسے کچھ نقصان نہین پہونچا سکتے،

علامہ ابن خلدون نے بھی ایک خاص فصل مین اس مسئلہ کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، اور جو کچھ لکھا ہے، وہ حرف بحرف لیبان کے نظریہ پر منطبق ہے، چنانچہ

اوس کا خلاصہ حسب ذیل ہے،

"جب بانیان سلطنت عیش و طرب مین مصروف ہوجاتے ہین تو اپنے دوسرے بھائیون کو غلام بنالیتے ہین اور اون کو سلطنت کے کاروبار مین لگادیتے ہین، لیکن جن لوگون نے سلطنت مین کوئی حصہ نہین پایا ہی، چونکہ اونھون نے نازونعم مین زندگی نہین بسر کی ہے اسلئے وہ نوجوان باقی رہتے ہین، اور جب پہلے لوگ عیش پرستی کی وجہ سے بوڑھے ہوجاتے ہین تو دوسرے گروہ کی عصبیت تازہ رہتی ہی، اس بناپر وہ اپنا مرجع امید اوس ملک کو بنادیتے ہین جس سے وہ روک دیئے گئے تھے، چنانچہ عرب مین جب عاد کی سلطنت کا خاتمہ ہوا تو اون کے بھائی ثمود صاحب تخت و تاج ہوئے، ثمود کے بعد عمالقہ، عمالقہ کے بعد حمیر، حمیر کے بعد تبابعہ، اور تبابعہ کے بعد اذوا کا دور دورہ ہوا، اس کے بعد مصر کی سلطنت قائم ہوئی[1]، (اس کے بعد ایران اور مغرب کے انقلاب سلطنت کی متعدد مثالین دی ہین)

لیبان نے قومون کے مزاج عقلی کے اختلاف کی بناپر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مختلف المزاج قومون پر حکومت کرنا سخت مشکل ہی، بلکہ اکثر حالتون مین اون پر حکومت ہو ہی نہین سکتی، چنانچہ ایک موقع پر لکھتا ہے،

"جن قومون مین باہم کشمکش پیدا ہوتی ہی اون سب کا یہی حال رہ چکا ہے اونکے تمام منازعات و اختلافات کا سرچشمہ مزاج عقلی کا یہی اختلاف تھا اسلئے جب قومون کی نسل نے وسعت حاصل کی تو اون مختلف المزاج لوگون کا ایک جھنڈے اور ایک قانون کے تحت مین رہنا سخت مشکل ہوگیا، دنیا کی تاریخ بتاتی ہو کہ جن لوگون نے

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۶۱

اِس قسم کی مختلف قومون پر حکومت کرنا چاہا ہے، وہ خود مٹ گئے ہین"

علامہ ابن خلدون نے بھی اِس مسئلہ پر ایک مستقل فصل مین بحث کی ہے، اور اِس کو مختلف مثالون سے ثابت کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے،

"اِس کا سبب خیالات وجذبات کا اختلاف ہی، اور اوس پر مستزاد یہ ہی کہ عصبیت انکی حمایت کرتی ہی، اِس بنا پر ہر وقت سلطنت کی مخالفت مین ہنگامہ اور بغاوت ہوتی رہتی ہے، افریقہ اور مغرب مین ابتداے اسلام سے آج تک جو واقعات پیش آئے، اون کو اِس موقع پر پیش نظر رکھنا چاہیئے، ان ممالک کے برابرہ کے قبائل اور اونکی عصبیّت مین چونکہ اختلاف تھا اسلئے اون پر ابن ابی سرح کا پہلا حملہ بالکل ناکامیاب رہا اور اوںھون نے اسکے بعد متصل شورشین برپا کین، اور وہان مسلمانونکی سخت خونریزی ہوئی اور جب وہان اسلام کو استقرار و استحکام حاصل ہوگیا تب بھی اونھون نے اِس روش کو قائم رکھا، اور خارجی مذہب کے پابند ہوگئے ابن ابی زید کہتا ہی، کہ" مغرب کے برابرہ بارہ مرتبہ مرتد ہوئے، اور موسیٰ بن نصیر کی حکومت سے پہلے وہان اسلام کو استحکام نہ حاصل ہوسکا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اِس مقولہ کا کہ" افریقیہ اپنے باشندون کے دلون کو پراگندہ رکھتا ہی" یہی مطلب ہے لیکن عراق اور شام کی یہ حالت نہ تھی ایرانی اور رومی متمدن اور شہری باشندے تھے، اسلئے جب مسلمانون نے اون کو محکوم کیا، تو کسی نے اونکی راہین رکاوٹ پیدا نہین کی، خود بنی اسرائیل کے زمانے مین بھی شام کی حالت بعینہٖ مغرب اور افریقہ کی تھی، وہان فلسطین کے متعدد قبائل، مثلاً کنعان، بنو عیصو، بنو مدین، بنو لوط اور روم، یونان، عمالقہ، اکریکش، نبط کے متعدد خاندان آباد تھے، اِس بنا پر

وہان بنو اسرائیل کی سلطنت کو کبھی استحکام حاصل نہین ہوا،

اِس کے بالکل برعکس جن مقامات مین اِس قسم کی مختلف عصبیت نہین پائی جاتی،
وہان سلطنت کا قائم کر لینا نہایت آسان ہوتا ہے، ہمارے زمانے مین مصر و شام کا
یہی حال ہے[1]،

لیبان اگرچہ عقلی حیثیت سے مذہب کو اوہام اور خرافات کا مجموعہ سمجھتا ہے تاہم
اوس کو وہ تمدنی انقلاب کے لئے ایک نہایت موثر چیز خیال کرتا ہے، چنانچہ اوس نے مذہب کے
تمدنی اثر کو ایک خاص فصل مین نہایت تفصیل کے ساتھ نمایان کیا ہے، اوس کے نزدیک
مذہبی اثر کا فلسفہ یہ ہے،

مذہب کی عظیم الشان قوت کا سبب صرف یہ ہے کہ وہ ایک زمانے مین قوم کے
فوائد، قوم کے احساسات، اور قوم کے خیالات کو متحد کر دیتا ہے، اسلئے وہ اون تمام
عناصر کا جن سے قومی روح پیدا ہوتی ہے دفعتہً قائم مقام ہو جاتا ہے، یہ سچ ہے
کہ مذہبی قوت کے استیلا سے قوم کا مزاج عقلی نہین بدل جاتا، تاہم تمام قوتون کا رخ
صرف ایک مقصد کی طرف ہو جاتا ہے، یعنی تمام طاقتین اِس جدید مذہب کی
حمایت مین کھڑی ہو جاتی ہین اور مذہب کی عظیم الشان طاقت کا راز اسی اصول کے
اندر مضمر ہے، یہی وجہ ہے کہ دنیا کی جن قومون نے کارہائے نمایان کئے ہین
اسی قسم کے مذہبی انقلاب کے زمانے مین کئے ہین، اور دنیا کی بڑی بڑی سلطنتون
کی تاسیس اسی دور انقلاب مین ہوئی ہے، آنحضرت صلعم کے الہامی
خیالات نے اسی طریقہ سے قبائل عرب مین اتحاد پیدا کیا، اور اون لوگون نے

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۸۱،

تمام قومون کو زیر وزبر کرکے عظیم الشان سلطنت قائم کرلی"

لیکن درحقیقت اوس نے اِس موقع پر ابن خلدون کے الفاظ کا حرف بحرف اعادہ کردیا ہے، ابن خلدون نے ایک مختصر سی فصل مین ان خیالات کا اظہار ان الفاظ مین کیا ہے،

اس کا سبب یہ ہی کہ ملک غلبہ سے اور غلبہ عصبیت اور اتفاق سے حاصل ہوتا ہی اور دلونمین اتحاد صرف خدا اپنے مذہب کے قیام کے لئے پیدا کردیتا ہی، خدا خود کہتا ہی لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم اگر تم زمین کی تمام دولت صرف کرڈالتے تب بھی انکے دلونکو متحد نہین کرسکتے،

اس کا فلسفہ یہ ہی کہ جب لوگون کے دل ہوا پرستی، اور خواہشات دنیا کی طرف مائل ہوجاتے ہین، تو اون مین رشک وحسد اور اختلاف پیدا ہوجاتا ہی اور جب دنیا کو چھوڑکر اون کا رخ خدا کی طرف ہوتا ہی تو اونکا مقصد متحد ہوجاتا ہی، رشک وحسد کا خاتمہ ہوجاتا ہے اختلافات کم ہوجاتے ہین، طریقہ امداد واعانت اور اتحاد مین وسعت پیدا ہوجاتی ہی اسلئے اس طریقہ سے جو سلطنت قائم کی جاتی ہی، وہ بھی نہایت عظیم الشان ہوتی ہی،[1]

اس کے بعد کی فصل مین علامہ موصوف نے واقعات سے اسکی متعدد مثالین دی ہین جن مین سب سے زیادہ نمایان مثال فتوحات اسلامیہ کی ہی،

لیبان کو فنون لطیفہ، بالخصوص فنون لطیفہ کی ایک خاص شاخ یعنی فن تعمیر سے خاص طور پر دلآویزی ہی، اور اوس کو وہ ہر قوم کی تاریخ کا صحیح ماخذ سمجھتا ہی اسلئے اوس نے عموماً اپنی تمام کتابون مین فنون لطیفہ پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اور اس کتاب مین بھی ایک طویل فصل اوسکی نذر کردی ہی لیکن اس کتاب مین چونکہ صرف تاریخ کی

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۲۳

تمام شاخون کو ہر قوم اور ہر زمانے کے مزاج عقلی پر منطبق کرنا تھا، اسلئے لیبان نے فنون لطیفہ کے متعلق متعدد نظریات قائم کئے ہین اور اون سے متعدد تاریخی نتائج نکالے ہین، اون مین ایک نظریہ یہ ہے،

"فنون لطیفہ چونکہ بعض خاص جذبات اور بعض خاص تمدنی ضروریات کا نتیجہ ہوتے ہین اسلئے ان جذبات اور ضروریات کے ساتھ لازمی طور پر اون مین تجدد اور تغیر ہوتا رہتا ہے بلکہ کبھی کبھی اون جذبات اور ضروریات کے تغیر و زوال سے وہ کلیتہً معدوم بھی ہوجاتے ہین

اس نظریہ کی بنا پر اوس نے جو نتائج اخذ کئے ہین وہ حسب ذیل ہین،

(۱) اس زمانے مین فنون لطیفہ نہایت عام اور مبتذل ہوگئے ہین، کیونکہ وہ مذہبی خوش اعتقادیان، وہ مذہبی ضرورتین اور وہ مذہبی احساسات اب بالکل بدل گئے ہین، جو قدیم زمانے مین مذہبی عمارتون کے اصلی معمار تھے،

(۲) اب فنون لطیفہ صرف زیب و زینت کا ذریعہ خیال کئے جاتے ہین، اور چونکہ اب اونکا تمدنی ضروریات مین شمار نہین کیا جاتا اسلئے اب وہ محض مصنوعی اور تقلیدی چیز ہوگئے ہین، اسی بنا پر آج فنون لطیفہ کو کسی قوم کا مخصوص فن نہین قرار دیا جاسکتا،

(۳) قرون وسطیٰ کی سادہ تصویرون سے ظاہر ہوتا ہی کہ اوس زمانے کے خوش اعتقاد مصور حواریین، مسیح، جنت اور دوزخ کی جو تصویرین کھینچتے تھے، اون کا اوس زمانے مین خاص اثر تھا لیکن اس زمانے مین اس قسم کی جو تصویرین کھینچی جاتی ہین اونکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض نقالی ہے،

(۴) ہمارے زمانے مین من حیث الفن صرف اون چیزون کی تصویرون کو اصلی تصویر کہہ سکتے ہین، جو ہمارے گرد و پیش موجود ہین، ہمارے زمانے کا اصلی فن تعمیر وہ ہے

جو ہمارے سامنے پنج منزلہ عمارتون، پانی کی نہرون، بڑے بڑے پلون اور ریلوے لائنونکا ڈھانچہ کھڑا کردیتا ہے،

(۵) اِن جذبات وضروریات کے تغیر وتبدل سے دورجدید کے مکانات، اور عہد قدیم کے گرجے دونون زمانہ آیندہ کے انجنیر کو یکسان نظر آئینگے،

(۶) اگر کسی قوم کو فنون لطیفہ مین کامل دسترس ہوتی ہے، تو وہ جنس مستعار کو اپنے خاص سانچے مین ڈہال لیتی ہے لیکن تمدن کی جو شاخین خاص اوس قوم کے جذبات کو نمایان نہین کرتین اون پر اسکا بہت کم اثر پڑتا ہے، چنانچہ جب رومن قوم نے یونانی طرز عمارت کی تقلید کی تو اوس مین کوئی نمایان تغیر نہین پیدا کیا کیونکہ رومن قوم کی روح کا مظہر فنون لطیفہ نہ تھے، بلکہ اوس کا میلان تمدن کی دوسری شاخون کی طرف تھا،

(۷) ہر قوم فنون لطیفہ مین اپنے خاص جذبات کے مطابق تغیر پیدا کرتی ہے چنانچہ رومای عمارتین اپنے ماخذ ایتھنز کے نازک ولطیف خیالات کی ترجمانی نہین کرتین، بلکہ اوس جنگی قوت اور فوجی شان وشوکت کا اظہار کرتی ہین جس سے رومن قوم کو خاص مناسبت تھی،

(۸) ہر صناع کی صناعی اوسکی قوم اور اوسکے زمانے کے عقائد، خیالات اور جذبات کی عکسی تصویر ہوتی ہے علامہ ابن خلدون نے اِس مسئلہ پر جو کچھ لکھا ہے اوس مین اگرچہ وہ جامعیت، وہ تفصیل، اور وہ حسن استنباط نہین پایا جاتا، جو لیبان کی کتاب مین پایا جاتا ہے، تاہم کم ازکم اوس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ابن خلدون کے دل مین بھی یہ بات کھٹکی ہے کہ بعض پیشے اور بعض صنعتین کیون بعض ممالک کے ساتھ مخصوص ہوجاتے ہین،

چنانچہ لکھتا ہے،

"یہ ظاہر ہے کہ شہریون کے تمام کام ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہوتے ہین،
کیونکہ تمدن کا اقتضا ہی یہی ہے، شہرون مین جن کامون کی ضرورت ہوتی ہے،
اون مین بعض، کسی خاص شہر کے باشندون کے ساتھ مخصوص ہوجاتے ہین اسلئے وہ
لوگ اوس مین مہارت پیدا کرتے ہین، وہ اونکا خاص مشغلہ ہوجاتا ہے، اور عام
ضرورت کی بناپر وہ اونکا ذریعۂ معاش بن جاتا ہے لیکن جو پیشے عام طور پر ذریعہ
معاش ہوتے ہین، وہ کسی ملک یا شہر کے ساتھ خصوصیت نہین رکھتے، درزی
لوہار، بڑھئی، وغیرہ ہر شہر مین پائے جاتے ہین، بہت سے کام اور بہت سے پیشے
صرف امارت پسندی، اور عیش پرستی کا نتیجہ ہوتے ہین، اسلئے اون کا وجود صرف
اونہی شہرون مین پایا جاتا ہے جو تمدن وتہذیب کا مرکز ہوتے ہین، مثلاً شیشہ ساز، زرگر
عطر فروش، فراش، رکابدار وغیرہ صرف متمدن شہرون مین پائے جاتے ہین، اونکی
بھی کوئی خاص حد مقرر نہین کی جاسکتی، بلکہ تمدن اور عیش پرستی کو جس قدر ترقی
ہوگی، اوسی نسبت سے ان پیشون کے انواع مین بھی اضافہ ہوگا، حمام اسی قسم کی
چیز ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ صرف اون شہرون مین پائے جاتے ہین، جو تمدن وتہذیب کے
رنگ مین ڈوبے ہوئے ہین، متوسط درجے کے شہرون مین اون کا وجود نہین
پایا جاتا، یہان تک کہ اگر بادشاہ اور روسا بھی وہان جاکر آباد ہوجائین، لیکن عام
طور پر اون کی ضرورت نہ ہو، تو وہ بہت جلد منہدم ہوجائین گے اور اونکے مالک بھاگ
کھڑے ہون گے[1]،

---

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳۱۵،

اس کتاب کا سب سے بڑا محور مزاج عقلی ہی جو بظاہر لیبان کی خاص ایجاد معلوم ہوتا ہی، لیکن علامہ ابن خلدون نے مدتون پہلے اوس کا پتہ لگالیا تھا، چنانچہ لکھتا ہے،

"قبائل کی عصبیت عامہ مثل مزاج کے ہی، اور مزاج عناصر کی ترکیب سے پیدا ہوتا ہے، اور اپنے موقع پر ثابت ہوچکا ہے کہ جب عناصر کی قوت برابر درجہ کی ہوتی ہی، تو اوس سے مزاج نہین پیدا ہوتا،،

بہر حال لیبان کو جس فلسفۂ تاریخ کی ایجاد کا شرف حاصل ہی وہ اگرچہ ابن خلدون کے فلسفۂ تاریخ سے مختلف ہی تاہم چونکہ دونون کا موضوع ایک ہی اسلئے جابجا دونون کے مضامین مین اشتراک پایا جاتا ہے اور اس بنا پر ہم دبی زبان سے کہہ سکتے ہین کہ لیبان کے نظریات سے اسلامی لٹریچر بالکل ناآشنا نہین ہے،

مقدمۂ مُصنّف

موجودہ زمانہ مین مذہب مساوات

اور

تاریخ کی روح

تخیل مساوات کی نشو و نما اور اوس کی ترقی، اس تخیل کے نتائج، نظام عمل پر اوسکا اثر
موجودہ دور مین جماعتون پر اوسکا اثر، اس کتاب کا موضوع بحث، انقلاب اقوام کے اہم موثرات
پر ایک عام بحث کیا تمام تمدنی شاخون یعنی نظام حکومت، فنون لطیفہ، اور عقائد وغیرہ کی کوئی نفسانی
روح ہی جو ہر قوم کے ساتھ مخصوص ہی؟ تاریخی انقلابات اور اونکے مستحکم فطری قوانین۔

ہر قوم کے تمدن کا دارمدار چند اساسی اصول پر ہوتا ہی جو اوس کے نظام حکومت نظام اخلاق اور فنون لطیفہ کا سنگ بنیاد ہوتے ہین، اور جن کے عدم اور وجود دونون کیلئے ایک طویل مدت درکار ہوتی ہی،

یہ اصول اگرچہ بعض حالتون مین صحیح نہین ہوتے، لیکن اونکی غلطی صرف روشن دماغ لوگون کو محسوس ہوتی ہی باقی عام لوگ انکو ایک ناقابل انکار حقیقت سمجھتے ہین، گردش زمانہ کے ساتھ ساتھ اونسے متاثر ہوتے ہین، اور اون کے موافق عمل کرتے ہین، یہی وجہ ہی کہ کسی جدید مذہب کے قائم کرنے اور قدیم مذہب کے مٹانے مین سخت دشواریان پیش آتی ہین، لیکن بعض فلاسفہ نے نوع انسان کی تاریخ، اوسکی قوت عقلیہ کے انقلابات، اور اوسکے قوانین تناسل طبعی کے تغیر کو

نظرانداز کر دیا، اور اقوام اور افراد کے درمیان مساوات کے خیال کی اشاعت کے لئے اوٹھ کھڑے ہوئے اِس خیال نے جماعت کو اس قدر گرویدہ بنالیا اور اس شدت کیساتھ اون کے دماغ مین جاگزین ہوگیا کہ اوس مین چندہی دنون کے بعد رنگ و بار نکال آئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ قدیم جماعتون کی بنیادین متزلزل ہوگئین، عظیم الشان شورشین برپا ہوئین یہانتک کہ اوس نے یورپ کو اوٹھا کر ایک تلاطم خیز سمندر مین ڈالدیا جس کا نتیجہ خدا جانے آیندہ کیا ہوگا؟

اگرچہ مختلف افراد اور مختلف اقوام مین باہم جو فرق و امتیاز قایم ہے، وہ عام طور پر اسقدر مسلم ہی کہ اوس سے خود ان فلاسفہ کو بھی انکار نہین، لیکن اونھون نے نہایت عجلت کے ساتھ یہ عقیدہ قایم کر لیا ہی کہ "وہ طریقۂ تعلیم و تربیت کے اختلاف کا نتیجہ ہے، ورنہ فطرۃً تمام انسان ذہانت اور پاکیزہ نفسی مین یکسان پیدا ہوئے ہین، لیکن اس خمیر کو نظام حکومت نے خراب کر دیا ہی" جن لوگون نے نہایت آسانی کے ساتھ یہ عقیدہ قایم کر لیا ہے، اوس کی دوا کا ایجاد کرنا بھی اون کے لئے کوئی دشوار کام نہ تھا چنانچہ اونکا خیال ہی کہ اگر نظام حکومت مین تغیرات پیدا کئے جائین اور تمام لوگون کے لئے ایک متحدہ نظام تعلیم قائم ہوجائے تو یہ تمدنی مرض آسانی کے ساتھ زائل ہو سکتا ہی، یہی وجہ ہی کہ نظام حکومت اور مسئلہ تعلیم موجودہ دور کے حزب الاحرار کا سرمایۂ حیات بن گیا ہی اور اون کے نزدیک صرف انہی دو چیزون کے ذریعہ سے اِس فرق و امتیاز کو جو موجودہ زمانے کے اصول کو زخمی کر رہا ہی، مٹایا جا سکتا ہی، لیکن اب علم نے بہت زیادہ ترقی کر لی ہے اور اوس نے بدلائل ثابت کر دیا ہی کہ مذہب مساوات صحیح نہین ہے اور مختلف اقوام کی عقل مین زمانے نے جو عظیم الشان فرق مراتب پیدا کر دیا ہے، وہ متعدد نسلون کے بعد مختلف موثرات کے متواتر عمل ہی سے زائل ہو سکتا ہی، اب تک علم النفس جس درجہ تک پہونچ چکا ہے، اوس سے مختلف تجربون کے بعد ثابت ہوتا ہی کہ جو نظام حکومت، اور جو طریقہ

تعلیم و تربیت چند افراد یا ایک قوم کے لئے مفید ہی، وہ دوسرے افراد اور دوسری قوم کے لئے مضر ہے، باانیہمہ جو مذہب ہر دماغ مین سرایت کر گیا ہی، اوس کا ابطال فلاسفہ کے دسترس سے باہر ہے کیونکہ کوئی خیال جب دلون مین جاگزین ہوجاتا ہی، تو اوسکی حالت اوس دریا کے مشابہ ہوجاتی ہی جس کا پانی طغیانی کی حالت مین، پُل کے اوپر سے گذر کر کھیتون مین پہونچتا ہی، اور زراعت کو بہائے جاتا ہی، اور کوئی چیز اوس کی راہ مین حائل نہین ہوسکتی،

یہ خیالی مذہب یعنی مذہب مساوات جس نے کل دنیا کے نظام کو اولٹ دیا ہے، جس نے براعظم یورپ مین ایسی شورش برپا کردی ہی جس سے دنیا لرزاوٹھی ہی، جس نے براعظم امریکہ مین قومی لڑائی کی آگ بھڑکا دی ہی، اور جس نے فرانس کی تمام نوآبادیون کو ایک افسوسناک حالت انحطاط مین مبتلا کردیا ہی، اوسکی نسبت ہر ماہر علم النفس، ہر بالغ النظر سیاح، ہر تجربہ کار سیاسی مدبر یقین رکھتا ہی کہ وہ سراپا غلط ہی، باانیہمہ ان مین بہت کم لوگ اوسکے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوتے ہین، ابتک یہ مذہب اپنے دور تنزل کو نہین پہونچا ہی، بلکہ روز بروز ترقی کر رہا ہے، کیونکہ اشتراکیین[1] کا دعویٰ ہے، کہ مغربی قومون کے فوز و فلاح کا ذریعہ وحید صرف وہی ہے، اسی مذہب کے بل پر عورت مرد سے مساویانہ حقوق اور مساویانہ تربیت کی خواستگار ہے، اور دونون جنسون کی قوت عاقلہ مین جو نوعی فرق ہی، اوس کو بھول گئی ہے، لیکن اگر وہ اس مقصد مین کامیاب ہوگئی تو نہ یورپ مین مرد کو قیام کے لئے گھر ملیگا، نہ طمانیت قلب حاصل کرنے کے لئے کنبہ اور خاندان میسر ہوگا،

اُصول مساوات سے جو سیاسی اور تمدنی انقلابات پیدا ہوتے ہین، اور جنکا ظہور آیندہ زمانے مین ان سے بھی زیادہ خطرناک صورتون مین ہوگا خود یورپین قومون کو اونکی مطلق پروا نہین ہے مدبرین سیاست کی عملی زندگی ایک خاص مرکز مین محدود ہوگئی ہے، اور اوس کے ساتھ عام رائے

[1] عربی زبان مین سوشیالزم کو "اشتراکیت" اور "سوشیالسٹ" کو "اشتراکی" کہتے ہین اور ہمنے ہر جگہ یہی عربی لفظ استعمال کیا ہی،

کو اسقدر غلبہ حاصل ہوگیا ہی، کہ وہ خود حکومتون پر حکومت کرنے لگی ہے، اور اوسکی تقلید ہر شخص پر فرض ہو گئی ہی، اسلئے وہ بھی ان واقعات کے ساتھ کچھ توم سے زیادہ اعتنا نہین کرتے،

ہر مذہب کی اہمیّت کا اندازہ صرف اُس اثر سے ہوسکتا ہے، جو اوس کے پیرونکے دل پر پڑا ہی، خود اصل مذہب کی صحت اور غلطی ایک فلسفیانہ مسئلہ ہی جو صرف حکمار کو اپنی طرف متوجہ کرسکتا ہے، ورنہ عملی طور پر جب کوئی اصول عوام کے دماغ مین سرایت کرجاتا ہی، تو وہ صحیح ہو یا غلط، اوس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا فرض ہوجاتا ہے،

یہی وجہ ہی کہ عوام کے فریفتہ کرنے کے لئے لوگ اِس مذہب کو نظام حکومت اور نظام تعلیم کے ذریعہ سے ثابت کرتے ہین، فطرتی قوانین نے جو مظالم کئے ہین اون کی اصلاح کی طمع دلاتے ہین، اور عرب، ایشیا، اور حبش کے لوگون کو ایک ہی رنگ مین رنگنا چاہتے ہین، یہ خیال اگرچہ غلط ہی، لیکن خیالات کے مفاسد کو صرف تجربہ ہی کے ذریعہ سے ثابت کیا جاسکتا ہے خود عقل انسان کے اعتقاد مین کوئی تزلزل نہین پیدا کرسکتی، اِس کتاب مین اون اخلاق نفسیہ کی تفصیل کی گئی ہی جن سے قومون کی روح پیدا ہوتی ہی، اور بدلائل ثابت کیا گیا ہی کہ ہر قوم کی تاریخ، اور اوسکے تمدن کا ماخذ یہی اخلاق ہین، یہ کتاب کا اصل موضوع ہی، اور اِس موضوع کے لحاظ سے ہمکو اِس مین تاریخی قومون کی تولید کے اسباب وراوس کے مزاج عقلی کے طریقہ تربیت سے بحث کرنا ہوگی،

تاریخی قومون سے وہ قومین مراد ہین جن کا ظہور تاریخی زمانہ کے بعد ہوا ہے، اور اونکی تکوین فتوحات، ہجرت، اور سیاسی انقلابات کا نتیجہ ہی، اِسکے بعد ہم یہ بتائین گے، کہ یہی طریقۂ تکوین اونکی تاریخ کا اصل ماخذ ہی، اور اسی سلسلہ مین ونکے نظام اخلاق کی پائداری اور اوس کے انقلابات کی طرف بھی اشارہ کرین گے، پھر اِس مسئلہ پر نظر ڈالین گے کہ مختلف

قومین اور مختلف افراد، مساوات کی طرف قدم بڑہا رہے ہین، یا اوسکے برعکس اون مین فرق تفاوت پیدا ہوتا جاتا ہی، پھر یہ دیکھین گے کہ تمام تمدنی شاخین، یعنی فنون لطیفہ، نظام حکومت اور عقائد وغیرہ قومی روح کا مظہر ہین یا نہین ؟ جسکی بنا پر دوسری قوم اوس کی نقل و تقلید نہین کر سکتی، سب سے اخیر مین اون جابرانہ اسباب سے بحث کرین گے، جن کی وجہ سے تمدن کا چراغ گل ہوجاتا ہی، اور اوسکے تمام آثار مٹ جاتے ہین، لیکن ان تمام مباحث کی تفصیل صرف اوس قدر کی جائے گی، جتنی اصول و مبادی کے توضیح و اثبات کے لئے ضروری ہی، کیونکہ ہم نے مشرقی تمدن پر جو کتابین لکھی ہین، اون مین ان مباحث کا پورا استقصار کر دیا ہے، اور یہ مختصر کتاب صرف اونہی کا خلاصہ ہے،

مین نے مختلف ممالک کی سیر و سیاحت مین جن چیزون کا مطالعہ کیا اونمین مجھے خاص طور پر یہ نظر آیا کہ ہر قوم کا ایک خاص "مزاج عقلی" ہوتا ہے جس مین خواص جسمانی کی طرح استحکام اور پائداری پائی جاتی ہے، اور اوس کے تمام احساسات، خیالات، معتقدات، نظام حکومت اور فنون لطیفہ اِسی مزاج سے پیدا ہوتے ہین، ٹاکویل، اور دوسرے اکابر فلاسفہ کا خیال ہی کہ قومون کے تمام انقلابات و تغیرات، نظام حکومت کا نتیجہ ہوتے ہین لیکن میرا خیال بالکل اسکے برعکس ہی چنانچہ ٹاکویل نے جن قومون کے حالات سے بحث کی ہی، مین خود اونہی حالات کو استدلال مین پیش کرکے یہ ثابت کرسکون گا کہ تمدن پر نظام حکومت کا اثر بہت کم پڑتا ہے، اور وہ اکثر معلول اور علت بہت کم ہوتا ہی، اس مین شبہہ نہین کہ قومونکی تاریخ مختلف عناصر سے مرکب ہوتی ہی اور اونہی عناصر مین وہ شخصی اور اتفاقی واقعات بھی شامل ہین جن کا ہونا اور نہ ہونا دونون برابر ہی، لیکن اِس سلسلہ سے الگ، چند پائدار اُصول کلیہ بھی ہین، جن کے مطابق ہر قوم کی تمدنی رفتار واقع ہوتی ہے، اِن اُصول مین سب سے زیادہ عام اور سب سے زیادہ پائدار، مزاج عقلی

ہے، اور ہر قوم کی زندگی یعنی اوسکا نظام حکومت، اوسکے معتقدات، اور اوسکے فنون لطیفہ
اسی روحانی بناوٹ کے تار و پود ہین اور اسلئے جب تک کوئی قوم اس روح کو نہ بدل دے
ان تمام چیزون کو نہین بدل سکتی، یہ سچ ہی کہ ہمارا یہ نظریہ تاریخون مین مذکور نہین ہی،
لیکن ہم نہایت آسانی کے ساتھ ثابت کردین گے کہ تاریخی واقعات اور ہمارے خیالات مین
جو اختلاف نظر آتا ہی، وہ حقائق واقعیہ پر مبنی نہین بلکہ بالکل سطحی اور ظاہری ہی، جن مصلحین نے
ایک صدی سے بتدریج ہر چیز مین تغیر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے یہان تک کہ اون
لوگون نے خدا، زمین، اور دنیا کی کل آبادی کو بدلنا چاہا ہی، وہ لوگ بھی قومون کی فطرت
کے بدلنے مین بہت کم کامیاب ہوئے ہین، جس کی وجہ یہ ہی کہ مخلوقات مین عموماً اور نوع انسان کے
افراد مین خصوصاً جو فرق و امتیاز نہایت مستحکم طور پر قائم ہو گیا ہی، وہ اس بانے مین اشتراکیین کے
مذہب پر بالکل منطبق نہین ہوتا، اگرچہ اس مذہب جدید کے مبلغین وہم کے مرض مین مبتلا ہین
اور اگرچہ قدمار نے انسان کے فطرتی مطمح نظر یعنی سعادت دنیوی پر جو بحثین کی ہین، ان لوگونکے
خیالات کا ماخذ بھی وہی ہین، لیکن محض علمی دلائل سے اونکو تسکین نہین ہو سکتی، مساوات کے خیال کا
قدم اگر انسان کے فطرتی فرق مراتب کے پیچ و خم مین اوبجھ نہ جاتا، تو اوسکی قیمت بھی اون تو ہمات سے
کم نہ ہوتی، جن کے پیچھے پیچھے انسان نے اپنی زندگی کے تمام مراحل طے کئے ہین، اگر اس فرق
مراتب کے ساتھ ان کیفیتون کا بھی اضافہ کر لیا جائے، جو پیری اور موت کی صورت مین انسان پر
طاری ہوتی رہتی ہین، تو معلوم ہوگا کہ یہ تفریق فطرت کے اون عالمگیر مظالم کا ایک لازمی
جزو ہے، جن کے دائرہ حکومت سے انسان نکل نہین سکتا،

پہلا باب

قوموں کی نفسانی فطرت

پہلی فصل

قوموں کی روح

تقسیم انواع بین المبین کا طریقہ اس طریقہ تقسیم کا انطباق نوع انسان پر

انواع انسانی کے موجودہ طریقہ تقسیم کی غلطی کا بیان نفسی طریقہ تقسیم کا سنگ بنیاد، قوم میں طبقہ متوسطہ کی مثال، بحث و استدلال کے، ذریعہ سے اس کا علم کیونکر ہو سکتا ہے؟ وہ موثرات نفسیہ جن کے ذریعہ سے قوم میں طبقہ متوسطہ کی مثال پیدا ہوتی ہے، آبا و اجداد کا اثر، ایک قوم کے ہر فرد میں جو عام فطرت نفسیہ پائی جاتی ہے، گذشتہ نسل کا موجودہ نسل پر عظیم الشان اثر۔ اس اثر کے حقیقی اسباب۔ تمام قوم کی مشترکہ روح خاندان سے گاؤں میں، اور گاؤں سے شہر میں، اور شہر سے ملک میں کیونکر منتقل ہوئی؟ شہری اتحاد خیال کے فوائد اور اوس کے نقصانات، کن حالات میں تمام قوم کی متحدہ روح کا پیدا ہونا محال ہوتا ہے؟ اوس کی مثال، فطرتی قومیں کیونکر برباد ہوئیں، اور کیونکر تاریخی قوموں نے اون کی جگہ لے لی؟

نباتات اور حیوانات کی طرح، قدرت کی بوقلمونیوں کا سب سے عجیب و غریب مظہر انسان ہے افراد کے تشخصات ایک طرف، خود ہر قوم، ہر ملک، ہر نسل میں اس قدر عظیم الشان اختلافات موجود ہیں کہ انسانیت کے مفہوم کلی کے سوا ان میں کسی قسم کا اشتراک نہیں پایا جاتا اس بنا پر سوال یہ ہے کہ اگر اس وصف کلی سے قطع نظر کر لی جائے، تو مختلف قوموں کی تقسیم و امتیاز کا

کیا معیار قرار دیا جا سکتا ہی؟ علمائے طبعیین نے رنگ روپ، ڈیل ڈول، قد و قامت، اور دماغی ساخت، کے اختلاف کو انواع انسانی کا مابہ الامتیاز قرار دیا ہے، یورپین قومون کا رنگ سفید ہوتا ہے، حبشی سیاہ فام ہوتے ہین، چینیون اور جاپانیون کا رنگ زرد ہوتا ہی، غرض ہر قوم جسمانی اوصاف کے لحاظ سے دوسری قوم سے مختلف ہوتی ہے، اور انہی اعراض جسمانیہ کے اشتراک و اختلاف کی بنا پر انسان کو مختلف انواع مین تقسیم کیا جاتا ہی، ظاہر بین نگاہین اگرچہ اس تقسیم کو صحیح سمجھتی ہین، لیکن درحقیقت یہ کوئی جامع تقسیم نہین ہے، جسمانی فرق و امتیاز کا مظہر صرف وہی قومین ہو سکتی ہین جنمین خلقۃً کسی قسم کا اتحاد نہین ہوتا، اسلیئے ان امتیازات کی بنا پر انسان کی تقسیم صرف حبشی، یورپین، چینی، غرض اسی قسم کی چند محدود انواع مین ہو سکتی ہے، لیکن دنیا مین متعدد قومین ایسی بھی ہین، جنکے رنگ روپ ڈیل ڈول، اور خط و خال مین کوئی نمایان اختلاف نہین پایا جاتا، با اینہمہ انکی قومیت مختلف ہے اُن کے احساسات مختلف ہین، اور احساسات و جذبات کے اس اختلاف نے اُن کے عقائد اُن کے تمدن، اور اُن کے علوم و فنون مین بھی اختلاف پیدا کر دیا ہی، ایک اسپینش (باشندہ اسپین) اور ایک انگریز جسمانی حیثیت سے متحد الاوصاف ہین، لیکن دونون کو ایک ہی نوع کا فرد قرار نہین دیا جا سکتا، کیونکہ ان دونون کے درمیان ایک ایسی عقلی حد فاصل قائم ہی جو ان دونون قومون کی تاریخ کے ہر صفحہ سے نمایان ہوتی ہی، اسی بنا پر بعض لوگون نے اس قسم کی متشابہ الخلقۃ قومون کی تقسیم کا معیار، زبان، مذہب، اور نظام سیاست کے اختلافات کو قرار دیا ہی، لیکن اس تقسیم کی غلطی اسقدر واضح ہی کہ اُس پر بحث کرنے کی ضرورت نہین،

لیکن ابھی ہم کو نوع انسانی کی صحیح و جامع تقسیم سے مایوس نہ ہونا چاہیئے، انسان صرف چند جسمانی اعراض کے مجموعہ کا نام نہین ہے، وہ اپنے اندر ایک غیر متبدل رُوح

بھی رکھتا ہی، اسلئے اگر ان اعراض کا اختلاف، زبان کا اختلاف، ملک کا اختلاف، نظام سیاست کا اختلاف، نوع انسان کی صحیح تقسیم نہین کرسکتا، تو ہمکو علم النفس اس مقصد مین کامیاب بنا سکتا ہی کیونکہ اُسکی روشنی مین ہم کو اُن اخلاقی اور عقلی اوصاف کی جھلک نظر آتی ہے، جو عقائد، سیاست اور فنون لطیفہ کے ذریعہ سے قومون کے درمیان اختلافات و تغیرات پیدا کرتے ہین، اور انھی اوصاف کے مجموعہ سے ہر قوم کے قالب مین ایک جدید روح پیدا ہوتی ہی،

عناصر کی ترکیب سے جو مزاج پیدا ہوتا ہی، اُسکے علاوہ ہر قوم کا ایک عقلی مزاج بھی ہوتا ہے، جو استقلال، استحکام، اور پائداری مین اعراض جسمانیہ سے کسی طرح کم نہین ہوتا، اگرچہ اس عقلی مزاج کو نظام جسمانی، یعنی دماغی ساخت سے ایک خاص قسم کی مناسبت ہوتی ہے، تاہم ابتک علمی ترقی اِس مناسبت کے دریافت کرنے سے قاصر ہے، اسلئے ہم اِس کو تقسیم انواع اِنسانی کا قاعدہ کلیہ نہین بنا سکتے،

یہ اخلاقی اور عقلی اوصاف، جنکے مجموعہ سے ہر قوم مین ایک مُشترک روح پیدا ہو جاتی ہی، زمانہ کے سیکڑون برس کی گردشون کا نتیجہ ہوتے ہین، اسلئے وہ ہر قوم کے عہد گذشتہ کا خلاصہ، اُسکے آبار واجداد کی وراثت اور اوسکی موجودہ روش کا مبداء اولین ہین،

اگرچہ بعض افراد مین یہ اوصاف مختلف طور پر پائے جاتے ہین، لیکن عوارض جسمانی کی طرح، قوم کی غالب تعداد اِن اوصاف مین اشتراک رکھتی ہی، اور وہ ان عوارض کیطرح ہمیشہ نئی نسل کے ساتھ نئے اور تازہ ہوتے رہتے ہین، انھی اوصاف کے مجموعہ سے وہ وصف عام پیدا ہو جاتا ہی جس کو کسی قوم کا نظام اخلاق کہا جاتا ہو، اور یہی معتدل اخلاقی روش ہر قوم کے کارنامون کا دیباچہ ہوتی ہی، مثال کی طور پر اگر ہم ایک ہزار فرنچ، ایک ہزار انگریز، اور ایک ہزار چینیون کا الگ الگ مجموعہ فرض کرین، تو اوسمین ہر موقع پر باہم

عظیم الشان اختلاف نظر آئے گا، با این ہمہ ان قومونکے ہر فرد مین ان وصاف کی نمایان جھلک نظر آئیگی جو اونکی مخصوص قومیت کا لازمی نتیجہ ہین، علمائے طبیعئین نے (مثلاً) کتے اور گھوڑے کی دو جداگانہ نوعین اس بنا پر قرار دی ہین، کہ ان جانورون کے مخصوص اوصاف مشترک طور پر صرف اونہی کے افراد مین پائے جا سکتے ہین، اور دوسرے جانورون کے افراد مین ان کا وجود نہین پایا جاتا، بعینہ اسی اُصول کے موافق ہم فرنچ، انگریز، اور چینیون کو الگ الگ انواع مین تقسیم کر سکتے ہین، کیونکہ ان قومون کے اخلاقی اور عقلی اوصاف مین بھی کسی دوسری قوم کا فرد شریک نہین ہو سکتا،

اگر کسی قوم پر اسقدر زمانہ گذر جائے کہ اوسکے عناصر اور افراد مین باہم امتزاج پیدا ہو جائے، تو ہر شخص نہایت آسانی کے ساتھ اون افراد کے اندر اس معتدل اخلاقی روش کا مطالعہ کر سکتا ہی، یہی وجہ ہی کہ جب کوئی شخص کسی جدید ملک مین قدم رکھتا ہے، تو سب سے پہلے اوسکو اونہین عام قومی اخلاق کا منظر نظر آتا ہی، جو بار بار اوسکی نگاہ سے گذرتے رہتے ہین، اس عام قومی اخلاق کے علاوہ ہر فرد کا ایک ذاتی خلق بھی ہوتا ہی، لیکن چونکہ وہ اس کثرت سے بار بار نظر نہین آتا، اسلئے ایک سیاح کی نگاہ اوس پر نہین پڑتی، اسی بنا پر انسان اوّل نظر مین ایک انگریز، ایک اٹالین، اور ایک اسپینش کو پہچان لیتا ہے، اور نہایت آسانی کے ساتھ اونکے مخصوص اخلاقی، اور دماغی اوصاف کو اونکی طرف منسوب کر دیتا ہی،

یہ اوصاف اگرچہ الگ الگ ہر فرد پر منطبق نہین ہوتے، لیکن تمام قوم اس معیار پر ٹھیک اُترتی ہے،

قوم مین یہ متحدہ مزاج عقلی جن اسباب کی بنا پر پیدا ہوتا ہی وہ علم وظائف الاعضار مین مذکور ہین، اور اُسکی بنا پر ہم کہہ سکتے ہین کہ انسان صرف اپنے ماں باپ کی اولاد نہین بلکہ

اپنے پورے سلسلۂ خاندان کا فرزند ہی، ہر ملک اور ہر قوم کے نظام اخلاق کا مبدء اولین اوس کے آبار واجداد ہین، اوسکا مایۂ خمیر اور قالب بالکل متحد ہی اور وہ ہمیشہ اوسی زنجیر کی طرف کھینچتی رہتی ہی جس کی وہ آخری کڑی ہی، پس انسان مادر وطن کی پرستش صرف جذبات و احساسات ہی سے متاثر ہوکر نہین کرتا، بلکہ ان جذبات کے پیدا کرنے مین نظام جسمانی کی طرح موروثی نظام اخلاق کا عنصر بھی شامل ہوتا ہی،

بہرحال انسان کی عملی زندگی کے موثرات سادہ طور پر تین قسمون مین منقسم کئے جاسکتے ہین،

(۱) آبار واجداد یعنی گذشتہ سلسلۂ خاندان کا اثر جو تمام اسباب سے زیادہ قوی ہوتا ہی،

(۲) مان باپ کا اثر،

(۳) ملک، جغرافیانہ حدود، آب و ہوا اور گردوپیش کی چیزون کا اثر،

بعض لوگون نے انسان کے نظام اخلاق کے اسباب مین اسی تیسری قسم کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہی، لیکن درحقیقت وہ ان تمام موثرات مین سب سے کم درجہ کا موثر ہے ملک، آب وہوا، اور اون تمام مادی اور روحانی چیزون کا اثر جو انکے تحت مین داخل ہین، انسان کی تمام زندگی، بالخصوص زمانہ تربیت پذیری مین بہت کم نمایان ہوتا ہی، البتہ اوسکا مستقل اثر اوسوقت ظاہر ہوتا ہی، جب ایک ہی قسم کی آب وہوا مین انسان کی متعدد نسلین گذر جاتی ہین، اسلئے اوسکا اثر درحقیقت سلسلۂ خاندان ہی کے ذریعہ سے انسان کے رگ وپے مین سرایت کرتا ہی، ورنہ وہ بذات خود کوئی اہم چیز نہین،

اس لحاظ سے انسان اپنی عملی زندگی مین صرف اپنی قوم کا بیٹا ہوتا ہی، اور وہ تمام خیالات واحساسات جن کو لیکر وہ پیدا ہوتا ہی، اوسکی قوم کی روح ہوتے ہین، اس روح کی حقیقت اگرچہ مخفی ہی، لیکن اوسکے آثار آفتاب کی طرح نمایان ہین، کیونکہ اوسی کے ذریعہ سے

قوموں مین تغیرات وانقلابات پیدا ہوتے ہین۔

قوم اوس مجموعۂ خلیات (cells) سے مشابہ ہی جس سے ہر فرد پیدا ہوتا ہی، ان خلیات کی زندگی کا زمانہ بذات خود نہایت مختصر ہوتا ہی، لیکن اون سے جو ذات پیدا ہوئی ہی وہ مدتوں تک زندہ رہتی ہے، اِس لحاظ سے ہر خلیہ دو زندگی رکھتا ہے، ایک تو اوسکی شخصی زندگی، جو خود اوسکو زندہ رکھتی ہے، دوسری وہ کلی زندگی جس سے وہ فرد زندہ رہتا ہی، جو اون کے مجموعہ سے پیدا ہوا ہے، بعینہ اسی طرح قوم کا ہر فرد ایک نہایت محدود شخصی زندگی رکھتا ہے، لیکن اوسکی کلی زندگی جو اوس مجموعۂ قوم کی زندگی سے عبارت ہی، جو اس فرد کی طرح دوسرے افراد سے بھی مرکب ہی، نہایت طویل اور غیر فانی ہوتی ہے، اسی اخیر زندگی کا نام "قومی زندگی" ہے اور قوم ہمیشہ اوسی کے آثار ونتائج سے متاثر ہوتی رہتی ہے،

اِس بنا پر قوم کو ایک ابدی ذات سمجھنا چاہیئے، جو زمانہ کے قیود سے آزاد ہے اور وہ صرف اونہی زندہ افراد سے مرکب نہین جنھون نے اوسکو ایک محدود زمانہ مین ترقی دی ہی، بلکہ اوس کا ایک عنصر وہ مردے بھی ہین جو اس قوم کے آبار واجداد تھے، اسلیئے قوم کے حقیقی مفہوم کے سمجھنے کے لیئے ماضی ومستقبل دونون کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے لیکن ان دونون عنصرون مین مردون کا اثر زیادہ قوی ہوتا ہی، کیونکہ اون کی تعداد زندہ افراد سے زیادہ ہوتی ہی، اور غیر شاعرانہ[1] زندگی مین اونھین کا اثر زیادہ نمایان ہوتا ہے، پس قوم زندہ لوگون سے زیادہ مردون کے نقش قدم پر چلتی ہی، زندہ افراد نے صرف قوم کو پیدا کیا ہی، لیکن عدم آباد کے رہنے والون نے اون زندہ افراد مین خیالات وجذبات

[1] یعنی وہ حالت جس مین انسان کے جذبات، خیالات اور اعمال کا ظہور اضطراری طور پر بلاقصد وارادہ ہوتا ہی،

کی روح پھونکی ہے ،

زمانہ کی حرکت کا مبدء مردون ہی کی ہڈیان ہوتی ہین، کیونکہ قوم صرف مادیات مین اپنے اسلاف کی پیروی نہین کرتی، بلکہ وہ اون کے جذبات واحساسات سے بھی متاثر ہوتی ہے اگرچہ کوئی قوم نوع حیوان کی تکوین کی طرح، مزاج عقلی پیدا کرنے مین بہت زیادہ طویل زمانے کی محتاج نہین ہوتی، تاہم یہ مزاج چند دنون مین بھی نہین پیدا ہوجاتا چنانچہ اسکے ثبوت مین فرنچ قوم کو پیش کیا جاسکتا ہی جسکے جذبات واحساسات مین پوری دس صدیون کے بعد اتحاد پیدا ہوا ہے، اور اب تمام قوم کے قالب مین ایک روح نظر آتی ہی، باانہمہ یہ عمل تولید ابتک مکمل نہین ہوا ہی، اور شورش **فرانس** کا بڑا سبب اسی خمیر کی خامی ہے گذشتہ زمانہ مین ملک فرانس مختلف فرقون کا مرکز تھا، اور ہر گروہ کے خیالات واحساسات باہم نہایت مختلف تھے، اس بنا پر ایسی مختلف الاجناس قوم کو دفعتہً متحد نہین کیا جاسکتا تھا **فرانس** مین اکثر اوقات جو جھگڑے اوٹھ کھڑے ہوتے ہین اُسکا سبب بھی یہی ہی لیکن **انگلستان** مین یہ اتحاد درجۂ کمال کو پہنچ گیا ہی، وہان ہر فرقہ ایک ہی رنگ مین ڈوبا ہوا نظر آتا ہے، اور اِس امتزاج نے اون مین وہ اصول ثلاثہ پیدا کردیئے ہین جن سے اِس قوم کی روح پیدا ہوئی ہے، یعنے انگریزون کا (۱) احساس عام ہے (۲) اونکے فوائد عام ہین (۳) اونکے عقائد عام ہین، اور دنیا مین جب کوئی قوم اتحاد وامتزاج کے اس درجہ پر پہنچ جاتی ہی تو خودبخود غیر محسوس طور پر تمام افراد اپنے فوائد مین متحد ہوجاتے ہین، اور منازعات ومخاصمات کے اسباب کا قلع وقمع ہوجاتا ہی، جذبات، خیالات، عقائد، اور منافع عامہ کا اتحاد ایک ایسی چیز ہی، جو مزاج عقلی کے اتحاد کو مستقل اور پایدار بنا دیتا ہے، اور اوسکے ذریعہ سے ہر قوم تسلط عام حاصل کرلیتی ہی، قدیم زمانہ مین روما کو اسی کے بدولت

عروج حاصل ہوا تھا، اور آج انگلستان اسی کے بدولت معراج کمال کو پہنچ گیا ہی، لیکن جب اتحاد کا یہ شیرازہ درہم برہم ہوجاتا ہے تو قوم کی جمعیت بھی ٹوٹ جاتی ہی،

یہ موروثی جذبات، خیالات، اور رسوم و عقائد جنسے انسانی جماعت کی روح پیدا ہوتی ہی، ہر زمانہ اور ہر قوم مین موجود تھے، لیکن اون کو بتدریج ترقی حاصل ہوئی، اس روح کا مظہر اوّل خاندان تھا، پھر اس سے منتقل ہوکر وہ گاؤن مین پہنچی، گاؤن سے نکلکر اوس نے شہر کو اپنا مرکز بنایا، پھر تمام ملک مین پھیل گئی، اور اب چند روز سے تمام دنیا کے قالب مین نظر آرہی ہے، چنانچہ اس زمانہ مین وطنیت کا خیال اسی روح نے پیدا کیا ہی، کیونکہ جب تک یہ روح کامل نہین ہوتی یہ خیال تاریکی مین چھپا ہوا رہتا ہی، یونان مین یہ روح صرف شہر تک محدود تھی اور ملک کا ہر فرد دوسرے سے بیگانہ تھا، اسی بنا پر وہان وطن پرستی کو ترقی نہین ہوئی اور ملک مین ہمیشہ جنگ و خونریزی کا بازار گرم رہا، اسی طرح ہندوستان مین بھی دو ہزار برس سے دیہاتون کے سوا کوئی عام ملکی اور قومی اتحاد نہین پیدا ہوا، اسلیئے وہ اوس زمانہ سے آجتک غیر قومون کا جولانگاہ بنا ہوا ہے، ہر قوم اس مین نہایت آسانی سے حکومت قائم کرلیتی ہی، اور وہ نہایت آسانی کے ساتھ اوسکے ہاتھ سے نکل بھی جاتی ہی، شہریت کا اتحاد اگرچہ جنگی قوت کے لحاظ سے ضعیف ہوتا ہے، اور شہریت کی روح اگرچہ بہ نسبت وطنیت کی روح کے محدود ہوتی ہی، تاہم تمدنی ترقی پر اوسکا نہایت گہرا اثر پڑتا ہی، چنانچہ زمانہ قدیم مین **اتھینز** اور قرون وسطی مین **فلارنس** اور **روما** مین اس روح کے تمدنی نتائج کا جلوہ نظر آسکتا ہی، جب چھوٹے چھوٹے شہرون اور ملکون پر ایک طویل زمانہ گذر جاتا ہی، اور وہ باہم ایک دوسرے سے علٰحدہ اور بے تعلق رہتے ہین تو اون مین ہر ملک اور ہر شہر کی ایک مستقل اخلاقی روح پیدا ہوجاتی ہی جو دوسرے

سے اسقدر مختلف اور بے میل ہوتی ہو کہ اونکی باہمی ترکیب امتزاج سے ایک متحدہ قومی روح نہین پیدا ہو سکتی، اور اگر کبھی موانع وعوائق کے فقدان سے ایسا ممکن بھی ہوتا ہے تو یہ عمل ترکیبی چند دنون مین مکمل نہین ہوتا، بلکہ اسکے لئے ایک زمانۂ دراز کی ضرورت ہوتی ہو، اور وہ روشو[1] اور بسمارک جیسے مدبرین کا محتاج ہوتا ہے، بعض حالتون مین اگرچہ استثنائی اسباب کے اثر سے بعض ملک (مثلاً اٹلی) دفعتہً ایک متحدہ سلطنت کے قالب مین ڈھل جاتے ہین، لیکن یہ خیال صحیح نہین کہ اونھون نے اس انقلاب کے ذریعہ سے اپنے اندر کوئی مشترکہ قومی روح بھی پیدا کر لی ہو، یہی وجہ ہے کہ ہم اٹلی مین مختلف فرقون کو دیکھتے ہین جن کا انتساب خاص اپنے وطن کی طرف ہوتا ہو، لیکن ہم کو وہان خالص اٹالین نظر نہین آتے،

ہر وہ قوم جو شاندار تمدن اور قدیم تاریخ کا سرمایہ رکھتی ہے، جب تک اوس کی حالت مین توحد و یکرنگی نظر آئے اوسکو مصنوعی یا تاریخی قوم کا لقب دینا موزون ہوگا، زمانہ موجودہ مین بجز وحشی ممالک کے فطری اور نیچرل قومون کا وجود نظر نہین آتا، ہم کو صرف وحشی ممالک ہی مین خالص اور بے میل قوم نظر آسکتی ہو، یہ تمام متمدن قومین تو بالکل تاریخی اور مصنوعی قومین ہین، لیکن ہم کو فطری اور مصنوعی قومونکے تفریق کی ضرورت نہین ہمارا موضوع بحث دونون کو شامل ہو، ہم صرف اون اوصاف سے غرض رکھتے ہین جو ہر قوم مین ایک طویل زمانے کے بعد پیدا ہو جاتے ہین، اور چند صدیون کے بعد ایک ایسی مستقل صورت اختیار کر لیتے ہین جو ہر قوم کو دوسرے سے ممتاز کر دیتی ہو،

---

[1] Rousseau

دوسری فصل

کسی قوم کے اخلاق مین کہانتک تغیر پیدا ہو سکتا ہے؟

بظاہر یہ ایک قاعدہ مسلمہ معلوم ہوتا ہے، کہ ہر قوم کے اخلاق بدلتے رہتے ہین، اس خیال کے پیدا ہونے کا سبب. خلق اصلی کا قرار و ثبات، اور خلق ثانوی کا تغیر۔ انسانی اوصاف نفسیہ کا مقابلہ، حیوانات سے. قایم رہنے والے اور بدلنے والے اوصاف سے. آب و ہوا، واقعات تاریخی اور تربیت کا اثر صرف دوسری قسم کے اوصاف نفسیہ تک محدود رہتا ہے؛ ان اوصاف کے تغیرات مختلف زمانون کے لحاظ سے اور اوسکی مثالین۔ زمانہ انقلاب کے اعاظم رجال۔ اونکا حال دوسرے زمانون مین کیا ہوتا؟ شورش کے بعد قومی اوصاف کیونکر قایم رہتے ہین؟ اسکی مثالین۔ خلاصہ۔

اگرچہ تمدنی انقلاب کی تاریخ کے دقیق مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر قوم کا عقلی مزاج، نہایت راسخ مستحکم اور پائدار ہوتا ہے، لیکن بظاہر ثبات و استقلال کے بجائے اس مین ہمیشہ تغیر و تبدل نظر آتا ہے، چنانچہ لوگون نے تاریخ کا بغور مطالعہ نہین کیا ہے، اون کو بعض اوقات قومون کی روح مین ایک تند، تیز، اور عظیم الشان تغیر اور انقلاب محسوس ہوتا ہے، تمام دنیا یقین کرتی ہے کہ انگریزون مین اب وہ اخلاق و عادات نہین پائے جاتے، جو کرامویل[1] کے زمانے مین پائے جاتے تھے، اس زمانے کا حیلہ جو اور خایف

---

[1] Cromwell نہایت مشہور انگریزی جنرل تھا، رعایا نے جب چارلس کے خلاف بغاوت کی تو ۱۶۴۲ء مین یہ اوسکا سرغنہ ہوا، اور اوسی وقت سے شاہی فوج کو شکست ہونا شروع ہوئی، چند سال تک گویا عملاً اوسکی حکومت رہی ۱۶۵۸ء مین وفات پائی۔

اٹالین، قدیم زمانے کے جنگجو اور دفعتہً ٹوٹ پڑنے والے اٹالین سے کس قدر مختلف ہی؟ اِس
انقلاب کی سب سے زیادہ واضح مثال فرانس ہے، جہان چند سالون کے درمیان
نظام اخلاق مین ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہو گیا ہے، جن فرقون نے شورش فرانس کے
زمانے مین سبعیت، اور بہیمیت کی بدترین مثال دنیا کے سامنے پیش کی تھی، وہ اب بھی
موجود ہین، لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ اون کا اخلاقی قالب بالکل بدلگیا ہی لیکن اس اخلاقی انقلاب
کے علل واسباب کی تفصیل سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ مادی انواع کی طرح انواع نسیہ بھی
صرف چند اساسی، مستحکم اور پائدار اخلاقی اوصاف کی ترکیب و امتزاج سے بنتی ہین، لیکن
اِن اساسی اوصاف کے بالمقابل دوسرے اوصاف ہوتے ہین، جن مین خاص طور پر انقلاب
و تغیر کی قابلیت پائی جاتی ہی، یہی اوصاف ہین جن مین زمانہ کی گردش انقلاب پیدا کرتی ہی،
ورنہ اصلی اور اساسی اخلاق مین کبھی کسی قسم کا تغیر نہین پیدا ہوتا، اِس کو ایک مادی
اور واضح مثال مین یون سمجھنا چاہیے کہ بیل کی ظاہری حالت گھاس اور چارہ سے بالکل
بدل دیجا سکتی ہے، نباتات مین باغبان حکمت عملی سے اسقدر تغیرات پیدا کر سکتا ہی کہ اونکی
اصل حقیقت مشتبہ ہو جاتی ہی، باایںہمہ اون کے نوعی یعنی اساسی اوصاف مین کسی قسم کا تغیر نہین
پیدا ہوتا اور وہ اپنی اصلی حالت پر قائم رہتے ہین، تغیر جو کچھ ہوتا ہے دوسرے قسم کے
اوصاف مین ہوتا ہی، بعینہ اسی طرح ہر قوم کے اساسی اخلاق مین کسی قسم کا تزلزل نہین
واقع ہوتا، زمانہ بدلتا جاتا ہی، نئی نسل پیدا ہوتی جاتی ہی، ظاہری و باطنی اسباب اثر ڈالتے
رہتے ہین، لیکن اخلاق کا یہ سنگ بنیاد اپنی جگہ سے نہین ہٹتا، تغیر و تبدل جو کچھ ہوتا ہے،
اون اوصاف ثانویہ مین ہوتا ہے، جن کا ہیولیٰ خاص طور پر تغیرات کے لئے آمادہ رہتا ہے،
تعلیم و تربیت، آب و ہوا، انقلاب زمانہ، غرض دنیا کے تمام اسباب صرف انہی اوصاف

پر اثر کرتے ہین، اور وہی اونکے اثرات کا مظہر ہین لیکن اس موقع پر اس نکتہ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ مزاج عقلی اپنے اندر اخلاقی تغیرات کی ایک ایسی مخفی قابلیت رکھتا ہی، جو اکثر اوقات اگرچہ حالات کی نامساعدت سے ظاہر نہین ہوتی، لیکن جب موافق حالات جمع ہوجاتے ہین، تو اوسکا ظہور ہوتا ہی، اور اوسوقت قوم ایک نئے قالب مین دنیا کے سامنے نمایان ہوتی ہی، تاہم جس طرح طوفان سے دریا کی سطح مین ایک غیر معمولی عارضی حرکت پیدا ہوکر چند گھنٹون مین ٹھہر جاتی ہی، اسی طرح قومی اخلاق کا یہ انقلاب بھی فوری اور وقتی اسباب کا نتیجہ ہوتا ہی، یہی وجہ ہی کہ مذہبی اور سیاسی انقلابات کے زمانے مین تمام قوم اون عجیب وغریب اوصاف کا مظہر بنجاتی ہی جن سے ثابت ہوتا ہی کہ اوس کا قومی نظام اخلاق بالکل بدل گیا ہی اور اوس کے افکار وخیالات نے عظیم الشان انقلاب کی صورت اختیار کرلی ہی، لیکن جب آندھی تھم جاتی ہی تو صاف نظر آتا ہی کہ یہ محض عارضی تغیر تھا جو دم کی دم مین فنا ہوگیا، جو لوگ مذہبی اور سیاسی انقلابات کے علم بردار ہوتے ہین، ہمکو اونکا خمیر، اونکا عُنصر، اونکا آب وگل، خود اپنے خمیر، اپنے عنصر، اور اپنے آب وگل سے مختلف ومبائن نظر آتا ہی اور اون کے کارنامون کو دیکھکر ہم اپنے آپ کو اونکی ناخلف اولاد سمجھتے ہین، لیکن درحقیقت یہ سب کچھ اون غیر معمولی اسباب کا نتیجہ تھا جو نظام اخلاق کو دفعتہً بدلدیتے ہین، ورنہ فطرۃً وہ لوگ بھی ہماری ہی طرح قوم کے معمولی افراد تھے، جو اخلاقی قابلیت اونمین تھی وہی ہم مین بھی ہی، صرف فرق یہ ہی کہ اونھون نے اس اخلاقی نمایش کے لیئے موافق زمانہ پایا تھا، اور ہم اوس سے محروم ہین، شورش **فرانس** کے زمانہ مین ایک بیرحم وسنگدل فرقہ پیدا ہوگیا تھا جو بات بات پر لوگون کو سخت سزائین دیتا تھا، لیکن درحقیقت یہ لوگ متوسط طبقے کے امن پسند شہری تھے، اگر شورش کا زمانہ نہ ہوتا تو وہ بھی ہماری طرح

اطمینان و سکون کے ساتھ زراعت، تجارت، اور صنعت و حرفت مین مصروف رہتے لیکن غیر معمولی واقعات نے اون کے نظام عصبی مین غیر معمولی حرکت پیدا کر دی، اسلئے اونھون نے ایک ایسی خوفناک صورت مین اپنے آپ کو نمایان کیا جس کے تصور سے بھی ہم عاجز ہین، اگر روبسپیر[1] اپنے زمانے کے سو سال بعد پیدا ہوا ہوتا تو نہایت متدین، اور صلح پسند، جج ہوتا، اسی طرح اگر سینٹ جسٹ[2] ہمارے زمانے مین ہوتا تو ایک بہت بڑا ایڈیٹر ہوتا جو علمی انجمنون کے تمغون پر ناز کرتا، چنانچہ نپولین کے زمانے مین جب یہ اعصاب کی متزلزل کرنے والی آندھی رک گئی تو اوس نے اسی درندہ صفت فرقہ کو لینے مدبرانہ طرز عمل سے مزدور، محرر، تحصیلدار اور جج بنا دیا، لیکن شورش، بدامنی، اضطراب، اور ابتلا و امتحان کے زمانے مین بھی کسی قوم کے اساسی اخلاق مین تغیر و تبدل نہین پیدا ہوتا، زیادہ سے زیادہ یہ فرق پیدا ہو جاتا ہے کہ ان اخلاق کے مظاہر بدل جاتے ہین، مثلاً انقلاب پسند لوگ جب قدیم استبدادی نظام حکومت کو بدلنا چاہتے ہین تو ایک ایسا نظام حکومت قائم کرتے ہین جو حکام کے تمام امتیازات و اختیارات کو سلب کر لیتا ہے، اوس وقت بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اونھون نے جبر و استبداد کا خاتمہ کر دیا ہے، لیکن ایک مطلق العنان گروہ کو بالکل دست شل بنا دینا بھی استبداد ہی کی دوسری صورت ہے، اور اس جمہوری نظام مین بھی استبداد ہی کی روح پائی جاتی ہے اس لئے اس حالت مین بھی وہی قدیم نظام قائم رہتا ہے صرف اوسکا قالب بدل جاتا ہے،

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ شخصیت و استبداد قوم کے رگ و پے مین سرایت کر گئی ہے اور اوسکی روح کا ایک جزو بن گئی ہے، اسی روح کی برکت سے نپولین نے فتوحات کے ذریعہ سے

---

[1] ROBESPICERE شورش فرانس کا ایک مشہور لیڈر۔

[2] ST. JANT یہ انقلاب فرانس کا مشہور بانی تھا، اور خود باغیون ہی کے ہاتھ سے قتل ہوا،

لوگون پر شخصی حکومت کی، چنانچہ اوس نے جمہوریت **فرانس** کو اپنے رعب و اقتدار سے بالکل بدلدیا، تو قوم کے موروثی خلق یعنی شخص پرستی کا شدت کے ساتھ ظہور ہوا، یہان تک کہ اگر وہ حاکم مطلق نہ بنگیا ہوتا، تو کوئی دوسرا شخص اوسکے جھنڈے کو بلند کرنے کے لیئے اوٹھ کھڑا ہوتا، چنانچہ پچاس سال کے بعد جب اوسکے ہمنام **نپولین** نے استبدادی نظام کو قائم کیا تو تمام لوگ اوس کے جھنڈے کے نیچے اس شوق کے ساتھ جمع ہوگئے کہ گویا آزادی سے گھبراکر غلامی پر ٹوٹے پڑتے ہین، اس بناپر درحقیقت انقلاب نے **نپولین** کی حکومت کا منارہ نہین بلند کیا بلکہ قوم کی اوس شخص پرست روح نے جو اوس کے پائے آہنین کے سامنے سربسجود ہوگئی تھی،

انسان پر آب وہوا، اور جغرافیانہ حالات کے اختلاف کا اثر شدت کے ساتھ صرف اس بناپر پڑتا ہے کہ اوس سے انسان کے وہ اخلاق وعادات متاثر ہوتے ہین، جنمین نظرۃً تغیر وتبدل کی صلاحیت ہوتی ہی اور جن کو صحیح طور پر اساسی اخلاق کا حریف مقابل کہا جاسکتا ہے، لیکن اصلی اخلاق مین کسی قسم کا تغیر وتبدل نہین ہوسکتا، چنانچہ ایک امن پسند اور صاحب وقار آدمی بھی جب بھوک کی شدت سے بیتاب ہوگا تو گو وہ حالت اضطراب مین اپنے ہم جنسون کو پھاڑ کھانے کے لیئے دوڑے گا، لیکن باایمہمہ اس عارضی حالت مین کوئی شخص یہ نہین کہہ سکتا کہ اوس کی اصلی فطرت بدل گئی،

جب کسی ملک مین تمدن دو متضاد گروہ پیدا کردیتا ہے یعنی ایک دولت کی بہتات سے شب وروز عیش وطرب مین مصروف رہتا ہی، اور دوسرے گروہ کے پاس ضروریات زندگی کے پورا کرنے کا سامان بھی نہین ہوتا، تو اوس وقت ملک مین بددلی بیچینی اور مختلف قسم کی شورش پیدا ہوتی ہی، لیکن ان انقلابات کے تہ مین بھی قوم کے اساسی اخلاق کی جھلک صاف نظر آتی ہی، چنانچہ ولایات متحدہ امریکہ کے انگریزون نے وہان کی خانہ جنگی کے

زمانہ مین عزم و استقلال کی جو مثال قائم کی تھی، وہی مثال اب شہرون کے آباد کرنے، یونیورسٹیون کے بنانے، اور کارخانون کے چلانے مین دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہین، اِس سے ثابت ہوتا ہی کہ اساسی اخلاق مین کبھی تغیر نہین ہوتا، صرف اوس کے مظاہر بدلتے رہتے ہین،

حاصل یہ کہ اگر ہم مزاج عقلی کے تمام موثرات کو پیش نظر رکھین تو صاف نظر آئے گا کہ اون سے صرف وہ اخلاق متاثر ہوتے ہین، جو اساسی اخلاق کے حریف مقابل ہین خود اساسی اخلاق مین کوئی تغیر نہین پیدا ہوتا، اگر اساسی اخلاق مین کوئی تغیر ہوتا بھی ہی، تو اوسکا ظہور ایک طویل زمانے کے بعد ہوتا ہی، لیکن اِس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ قوم کے اخلاق نفسیہ مین تغیر و تبدل کی سرے سے صلاحیت ہی نہین بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ قوم کی جسمانی ترکیب، رنگ روپ، ڈیل ڈول، اور خط و خال کی طرح وہ نہایت مستحکم اور پائدار ہوتے ہین اور اسی پائداری کی بنا پر کسی قوم کا نظام اخلاق مدتون کے بعد بدلتا ہی،

تیسری فصل

قومون کے طبقات نفسیہ

تقسیم طبعی کی طرح قومون کی تقسیم نفسی کا دارومدار بھی چند غیر متبدل اوصاف پر ہی، قومون کی تقسیم نفسی۔ ابتدائی قومین۔ اقوام غیر متمدنہ، اقوام متوسطہ، اقوام متمدنہ، وہ عناصر نفسیہ جن پر اس تقسیم کا دارمدار ہی، خلق۔ ادب۔ یہ بحث کہ عقلی اوصاف تربیت سے بدل سکتے ہین۔ یہ مسئلہ کہ کسی قوم کے اخلاقی اوصاف نہین بدل سکتے۔ تاریخ پر ان اوصاف کا اثر۔ اس امر کا سبب کہ مختلف قومین ایک دوسرے کی حقیقت کو نہین سمجھتین اور نہ باہم ایک دوسرے سے متاثر ہوتین، اس امر کا سبب کہ کیون متمدن قومون کے تمدن وتہذیب غیر متمدن قومون مین منتقل نہین ہوسکتے،

تاریخ طبعی کی کتابون مین انواع کی جو تقسیم کی گئی ہی، اوسکا دارمدار صرف اون اساسی اوصاف پر ہی، جنکی تعداد نہایت قلیل ہی، اسکی وجہ یہ ہے کہ علمائے طبیعات نے تقسیم انواع مین صرف اون اوصاف کا لحاظ رکھا ہی، جو غیر متبدل ہین، انکے سوا دوسرے درجہ کے تمام بدلنے والے اوصاف کو بالکل نظرانداز کردیا ہے، اوصاف نفسیہ کے لحاظ سے بھی اقوام کی تقسیم اسی اُصول پر کی جاسکتی ہی چنانچہ اگر ہم ایک فرد کا دوسرے فرد کے ساتھ، اور ایک قوم کا دوسری قوم کے ساتھ، اخلاقی موازنہ کرین، تو ہمکو اون کے اخلاق وعادات مین عظیم الشان فرق نظر آئے گا، لیکن اگر ہم صرف اساسی اخلاق کو پیش نظر رکھین تو گو اس فرق وامتیاز کا دائرہ بالکل تنگ ہوجائے گا، لیکن ہم آگے چلکر متعدد مثالون سے ثابت

کردین گے کہ قومونکی زندگی کا دارمدار صرف انہی قلیل التعداد اوصاف پر ہی،

اِن اوصاف کے لحاظ سے اگرچہ قومون کی تقسیم کا صحیح طریقہ یہ ہی کہ پہلے ہر قوم کے اوصاف نفسیہ کی تفصیل کیجائے، لیکن اس بحث کے لئے ضخیم جلدون کی ضرورت ہوگی، اِس بنا پر ہم نے اختصار کی غرض سے اس طریقہ کو کلی طور پر بیان کیا ہی،

عام اخلاقی اوصاف کے لحاظ سے قومون کی تقسیم چار قسمون مین کیجا سکتی ہی،

(۱) ابتدائی قومین۔ (۲) اقوام غیر متمدنہ۔ (۳) اقوام متوسطہ، (۴) اقوام متمدنہ۔

(۱) ابتدائی قومون سے وہ قومین مراد ہین، جو تعلیم و تہذیب سے بالکل بے بہرہ ہین، اور اونکی زندگی جانورون سے مشابہ ہی، انسانی زندگی کا یہ وہ دور ہے جو ہمارے آبا و اجداد پر عصر حجری[1] مین گذر چکا ہی، اور اس زمانہ مین فیجی[2] اور آسٹریلیا مین بھی اس قوم کے نمونے نظر آتے ہین،

(۲) اقوام غیر متمدنہ کی اخلاقی سرحد بھی اِنہی قومون سے ملی جلی ہوئی ہی، اوسکی نمایان مثال حبشی لوگ ہین، جنمین تمدن و تہذیب کی جھلک ضرور موجود ہی، لیکن صرف جھلک ہی جھلک ہی، اِس سے زیادہ اور کچھ نہین، اونکی تاریخ سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ اونھون نے وحشیانہ تمدن کے آگے کبھی قدم نہین رکھا، اور اگر بہت زیادہ اونچے اُڑے تو کبھی کبھی غیر قومونکے خوان تمدن کی زلہ ربائی کرلی،

(۳) اقوام متوسطہ مین چینی، جاپانی، ترک، عرب، اور یہود وغیرہ شامل ہین، اِن قومون نے اسقدر عظیم الشان تمدنی ترقیان کی ہین کہ یورپ کی متمدن قومون کے سوا کوئی قوم

[1] یعنی وہ زمانہ جبمین انسان صرف پتھر کے آلات سے کام لیتا تھا،

(۲) FIJI مجمع الجزائر فیجی بحر پاسفک مین آسٹریلیا کے قریب ہی، اور وہان انگریزی حکومت قائم ہی،

اون سے آگے بڑھنے کا دعویٰ نہین کرسکتی،

(۴) اقوام متمدنہ مین صرف انڈو یوریین (آرین) قومون کو شمار کیا جاسکتا ہی، صرف یہی ایک ایسی قوم ہے جس نے اختراع وایجاد صنعت وحرفت، اور علوم وفنون مین اپنے کمال کا اظہار کیا ہی، زمانۂ قدیم یعنی یونان اور روما کے دور ترقی مین بھی وہ تمدن وتہذیب مین نمایان تھی، اور آج بھی نمایان ہی، آج تمدن کو اِس درجہ تک اِسی قوم نے پہونچایا ہے، اور بخار وکہربا کی تحقیق وانکشاف اسی کا کارنامہ ہی، اِس قوم مین سب سے کم ترقی یافتہ ہندی نسل ہی، لیکن اوس نے بھی فنون لطیفہ، لٹریچر، اور فلسفہ مین اسقدر ترقی کر لی تھی کہ ترک، چینی، اور عرب اوس کی گرد کو بھی نہ پہونچ سکے،

اخلاقی اور عقلی اوصاف کے لحاظ سے اگرچہ یہ چارون قومین باہم اس قدر مختلف ہین کہ اون کو بیک نگاہ پہچان لیا جاسکتا ہے، لیکن جب خود اِن قومون مین ہر قوم کو الگ الگ شاخون مین تقسیم کرنا پڑتا ہی، تو سخت دقت واقع ہوتی ہی، مثلاً انگریز، روسی اور اسپینی سب کے سب اگرچہ اقوام متمدنہ مین داخل ہین، تاہم ہم کو یقینی طور پر معلوم ہی کہ اون کے درمیان عظیم الشان فرق مراتب موجود ہی، اِس بنا پر جو شخص اِس کو نمایان کرنا چاہتا ہی، اوسکا ضروری فرض یہ ہی کہ وہ الگ الگ ہر قوم کے نظام اخلاق پر بحث کرے، لیکن ہم مثال کے طور پر صرف دو قومون کو لیتے ہین، اور اونکے اون اساسی عناصر اخلاق سے بحث کرتے ہین، جنکے ذریعہ سے دو قومون مین امتیاز کی جاسکتی ہی، ابتدائی اور غیر متمدن قومون مین کم وبیش یہ وصف مشترک طور پر پایا جاتا ہے، کہ اون مین تعقل کا مادّہ نہین ہوتا، یعنے اون مین یہ قدرت نہین ہوتی کہ مستقبل وحال کے خیالات و محسوسات کے باہمی موازنہ ومقابلہ سے کوئی ایسا نتیجہ اخذ کرین جن کے ذریعہ سے وہ مختلف زمانون کے حالات مین فرق نظر آئے، ہم کو اِس کلیہ کی وضاحت کے لیے بہت زیادہ وحشی قومون کے

حالات کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہین، بلکہ خود یورپ کی ادنی درجہ کی قومونکا بھی یہی حال ہی، اِس عقلی درماندگی کا سبب صرف یہ ہے کہ ان قومون مین نقد وبحث کا مادہ بالکل نہین ہوتا، اس لئے نہایت سرعت کے ساتھ ہربات کی تصدیق کرلیتی ہین، اس کے بخلاف متمدن اِنسانون مین خیالات کے انضباط، اونکی تنقید، اور اون سے نتائج اخذ کرنیکا فطری ملکہ موجود ہوتا ہی،

اسی طرح ہم کو اقوام غیر متمدنہ مین غور وخوض کا مادہ کم، اور تقلید کا مادّہ زیادہ نظر آتا ہے، وہ عموماً جزئیات سے غلط نتائج پیدا کرتی ہین، وہ نتائج استقرائی کے اخذ کرنے مین کوتہ نظر ہوتی ہین، اونکی اخلاقی حالت ہر وقت بدلتی رہتی ہی، کام کرتے وقت جو کچھ اونکی سمجھ مین آجاتا ہے وہی اونکا دستور العمل ہوتا ہی،

انہی باتون کا یہ نتیجہ ہی کہ وہ تمام قومون سے پیچھے پڑی ہوئی ہین، اور اوسوقت تک اسی حالت مین رہینگی جب تک اون مین جذبات پر حکومت کرنیکی صلاحیت نہ پیدا ہوجائے، یعنی جب تک وہ ایسا قوی ارادہ نہ پیدا کرلین جو اون کے نفس کو قابو مین رکھ سکے، وہ ترقی نہین کرسکتین، کیونکہ یہی وہ درجہ ہی جہان پہونچکر ہر قوم نظام عمل کی حقیقت کو سمجھتی ہے، اعلی مقاصد کے لئے قربانی کرنے پر آمادہ ہوجاتی ہی، اور تمدنی مدارج کو طے کرتی ہے، درحقیقت ہر قوم کے اخلاقی معیار کے قائم کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہی کہ یہ پتہ لگایا جائے کہ اس قوم مین جذبات و خیالات پر قابو رکھنے کی کس قدر قدرت ہے؟ گذشتہ زمانہ مین رومن اور موجودہ دور مین انگریز دن اور امریکن لوگون مین جذبات کے قابو مین رکھنے کا فطری ملکہ شدت کے ساتھ موجود ہی، اور اسی ملکہ نے اون کو اس عظیم الشان تمدنی درجہ تک پہونچا دیا ہی،

ہم بتا چکے ہین کہ مزاج عقلی اون عناصر نفسیہ کے مجموعہ کا نتیجہ ہی جنکی تفصیل اوپر گذر

چکی ہی، اور صرف اسی مجموعہ کے ارتقائی مدارج، اور اسی مزاج عقلی کو افراد و اقوام کا مابہ الامتیاز وصف قرار دیا جا سکتا ہی،

ان عناصر نفسیہ مین بعض کا تعلق اخلاق سے، اور بعض کا دماغ یعنے ذہانت و طباعی سے ہوتا ہی، اگرچہ اقوام متمدنہ، دوسری قومون سے، اخلاق، اور ذہانت دونون مین ممتاز ہوتی ہین، لیکن خود اقوام متمدنہ کے مختلف طبقات مین صرف اخلاق کے ذریعہ سے تفریق و امتیاز کی جا سکتی ہی، چونکہ یہ ایک نہایت اہم تمدنی نظریہ ہے اسلئے ہم اوسپر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کرتے ہین،

اخلاق کی تولید صرف چند عناصر مخصوصہ کے امتزاج و ترکیب سے ہوتی ہی، جن کو علم النفس کی اصطلاح مین احساس اور شعور کہتے ہین، ان مین ملکات ارادیہ مثلاً اقدام، عزم اور ضبط نفس، کو اخلاق کی تولید مین سب سے زیادہ دخل ہی، اخلاق کی تولید کا ایک موثر سبب ادب یعنی قدیم قومی نظام کا وہ احترام بھی ہی جس پر قومی زندگی کا دارمدار ہی اور ہر قوم اپنی عملی زندگی مین اوسکو ہمیشہ پیش نظر رکھتی ہے، اگرچہ اس نظام کے اصول و قواعد زمان و مکان کے تغیر و تبدل کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہین، لیکن جب وہ وراثت کے ذریعہ سے بالکل ملکہ، فطری بنجاتے ہین تب اوسمین ثبات و استحکام پیدا ہوجاتا ہے،

تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے اگرچہ اوصاف عقلیہ مین کسیقدر تغیر پیدا ہوسکتا ہی، لیکن اخلاقی محاسن پر تربیت کا کوئی اثر نہین پڑتا، یہ سچ ہے کہ جو لوگ ضعیف القلب اور ضعیف الارادہ ہوتے ہین، اون کے اخلاق پر تربیت کا اثر پڑجاتا ہی، لیکن اس قسم کی نرم اور اثر پذیر طبیعت صرف قوم کے افراد کی ہوسکتی ہی، خود قوم مین مجموعی حیثیت سے اوسکا وجود نہین پایا جاتا اور اگر کسی قوم مین اس اثر پذیری کا مادہ عام ہوجائے تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ اوسکے

تنزل و انحطاط کا زمانہ ہی،

علمی مسائل، اور عقلی انکشافات ایک قوم سے دوسری قوم مین نہایت آسانی کے ساتھ منتقل ہوجاتے ہین اور اسی بنا پر علم، انسان کی ملکیت عام بنگیا ہی جسمین کسی قسم کی روک ٹوک نہین ہی، لیکن ہر قوم کا برُا بھلا اخلاق اوسی قوم کے ساتھ مخصوص ہی اور اوسی تک محدود رہتا ہی، کیونکہ اوسکی ترکیب اون مستقل عناصر سے ہوئی ہی جنکے ذریعہ سے ہر متمدن قوم کا مزاج عقلی دوسری قوم سے ممتاز ہوجاتا ہی، خلق درحقیقت پتھر کی ایک چٹان ہی جس پر طوفان خیز موجون کے تھپیڑون کا کچھ اثر نہین پڑتا، اور جس طرح انواع مادیہ مین مچھلی کے لئے تیرنا، چڑیون کے لیئے چونچ درندون کے لئے دانت، فصل ممیز کا کام دیتے ہین اور اون مین کبھی تغیر و تبدل نہین ہوسکتا، اسی طرح ہر قوم کا اخلاق بھی اوسکی فصل ممیز ہے جو کبھی نہین بدل سکتی،

ہر قوم مین انقلابات و تغیرات صرف اخلاق ہی کے ذریعہ سے ہوتے ہین اور وہی اون کے مستقبل کا سنگ بنیاد رکھتا ہی، انسان جن چیزون کو اپنے اعمال کی علت قرار دیتا ہی وہ درحقیقت علت نہین ہوتین بلکہ اون کی تہ مین صرف اخلاقی روح کام کرتی ہی، لوگ اپنے عقیدہ کے موافق کہتے ہین کہ "یہ کام بخت و اتفاق سے ہوگیا،" "یہ مقصد خدا کی مہربانی سے بر آیا" "یہ بات تقدیر سے ہوگئی،" لیکن یہ تمام خیالی چیزین ہین، اونکا اصلی سبب صرف اخلاقی روح ہے،

قومی زندگی کی بنیاد صرف اخلاق ہی کے ستون پر قائم ہی، عقل اور دماغ کا حصہ اوسمین بہت کم ہی، رومن قوم اپنے تنزل و انحطاط کے زمانے مین عقلی حیثیت سے اپنے آبا و اجداد کی بہ نسبت زیادہ طاقتور تھی، تاہم چونکہ اپنی آبائی وراثت یعنے اقدام، عزم، شجاعت، جانبازی غرض اون تمام اخلاق کو جن کے ذریعہ سے اونکے آبا و اجداد نے ترقی کی تھی، کھو چکی تھی، اسلیے

بالآخر تنزل کے غار مین گر پڑی،

اخلاق ہی کی استواری نے ہندوستان کے تینس[۱] کرور باشندون کو ساٹھ ہزار انگریزون کا غلام بنا دیا ہے، حالانکہ عقلی حیثیت سے ہندوستان مین بہت سے لوگ ہین جو انگریزون کے دوش بدوش کھڑے ہو سکتے ہین، بلکہ بعض کو فلسفیانہ مباحث مین اون پر ترجیح دیجا سکتی ہی، ہندوستان ہی کی تخصیص نہین بلکہ اخلاق ہی نے انگریزون کو نوآبادیون کی اوس عظیم الشان سلطنت کا حاکم بنا دیا ہی جس کی نظیر سے دنیا کی تاریخ خالی ہی،

جماعت انسانی کا نظام، مذہب کی بنیاد، سلطنتون کا معیار، صرف اخلاق کی سطح پر قائم ہے عقل کو اوسمین کوئی دخل نہین، تمام قومین اخلاق ہی کے ذریعہ سے حس و حرکت کرتی ہین، اور صرف غور و فکر کرنے سے دنیا کا کام نہین چلتا،[۱] لیکن ہر قوم اپنے مزاج عقلی کے موافق اپنا ایک

---

[۱] علم النفس کے علماء کے نتائج اعمال کی بے اثری اور کمی کا سبب یہ ہی کہ اونھون نے اپنی تحقیقات کو صرف عقلی مسائل تک محدود کر دیا ہے اور اخلاقی مباحث کی طرف سے آنکھین بند کر لی ہین، میری دانست مین صرف موسیو پولھان نے رسالہ اخلاق مین اخلاق کی اہمیّت کی طرف اشارہ کیا ہی، اور بتایا ہی کہ صرف اخلاق ہی قومون کے مزاج عقلی کو پیدا کر سکتا ہی، ایک اور عالم موسیو ریبو نے بھی چند اوراق مین اس حقیقت پر روشنی ڈالی ہے، وہ کہتا ہے کہ "عقلی انقلابات مین ذہانت دوسرے درجہ کا انقلاب ہی، اصلی سنگ بنیاد صرف اخلاق ہی جب عقل غیر معمولی نشو و نما حاصل کر لیتی ہی تو اکثر اخلاق کو فنا کر دیتی ہی"، اس بنا پر اقوام نفسیہ کی بحث اور اونکے باہمی تقابل مین ہمیشہ اخلاق کو پیش نظر رکھنا چاہیے کیونکہ علم الاخلاق کی اہمیّت کو نظر انداز نہین کیا جا سکتا، وہ ہر قوم کی تاریخ کا ماخذ ہی، اسی سے ہر قوم کے مدبرین کو راہ ہدایت ملتی ہی، اور اگر یہ مشکل نہ ہوتی کہ وہ کارخانون اور کتابونکے اوراق مین نہین ملتا، بلکہ اوسکی تحقیق کے لیے دفتر کے دفتر اولٹنے پڑتے ہین، اور مختلف قومونکے حالات سے واقفیت حاصل کرنی ہوتی ہے تو در حقیقت یہ نہایت عجیب بات ہوتی کہ علماء نے آجتک اس فن کو مدون نہین کیا بلکہ ہم کو علم النفس کے مصنفین جدید مین کوئی شخص ایسا نہین ملتا جس نے اسکی مزاولت کی ہو کیونکہ اب وہ پہلے مباحث کو چھوڑ کر علم التشریح اور فزیالوجی کی طرف زیادہ مائل نظر آتے ہین،

خاص نظام زندگی مرتب کرتی ہی اور اوس پر عمل پذیر ہوتی ہی، اس خصوصیت کی وجہ یہ ہی کہ ہر انسان پر اشیاء خارجی کا ایک خاص اثر پڑتا ہی اور اس مخصوص اثر کی بنا پر اسمین ایک خاص خیال اور ایک خاص احساس پیدا ہوجاتا ہی اور وہ اوسکے لیئے ایک خاص طریقۂ عمل مقرر کردیتا ہی، جو اُن لوگون سے بالکل مختلف ہوتا ہی جن کا مزاج عقلی اوس سے مختلف ہی، اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ باہم مزاج عقلی مین اختلاف رکھتے ہین وہ ایک دوسرے کی حقیقت سے واقف نہین ہوسکتے،

اخلاق کا یہی اختلاف قومی منافرت کا سنگ بنیاد ہی، اور جو لوگ تاریخ کا مطالعہ کرتے ہین جبتک اون کو یہ معلوم نہ ہو کہ ہر قوم احساس، عقل، اور عمل مین دوسری قوم سے مختلف ہوتی ہی، اور اس اختلاف کی بنا پر کوئی قوم دوسری قوم کی حقیقت کو صحیح طور پر نہین سمجھ سکتی، اون کا مطالعہ نتیجہ خیز نہین ہوسکتا، یہ سچ ہی کہ مختلف قومون کی زبانون مین بہت سے الفاظ مرادف ہوتے ہین، لیکن اس اتحاد معنوی کے ساتھ یہ الفاظ ہر قوم کے دلمین جو جذبات وخیالات پیدا کرتے ہین، وہ باہم مختلف ہوتے ہین، قومی خیالات کے اختلافات کا صحیح اندازہ صرف اوس شخص کو ہوسکتا ہی جو غیر قومون کے ساتھ ایک مدت تک زندگی بسر کرے، اونکی زبان سیکھے اونھی کی سی تربیت پائے، ان خیالات سے واقف ہونے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ مختلف قومون کے متمدن مرد اور عورت مین زناشوئی کے تعلقات پیدا کیئے جائین، اس حالت مین عقلی حیثیت سے دونون مین عظیم الشان فرق نظر آئیگا، یعنے عورت جسقدر تعلیمی ترقی کرتی جائیگی دونون کے مصالح اور دونون کے احساسات مین اشتراک واتحاد پیدا ہوتا جائیگا لیکن معقولات کی ترتیب وتنظیم مین دونون کا قیامت تک اتفاق نہ ہوگا، کیونکہ دونون کے مزاج عقلی مین سخت اختلاف ہی اسلیئے اشیاء خارجی کا جو اثر ایک پر پڑتا ہی، وہ دوسرے پر نہین پڑسکتا،

مزاج عقلی کے اسی اختلاف کی بنا پر متمدن قومین اپنے تمدن وتہذیب کو غیر متمدن
قومون میں منتقل نہین کر سکتین، جو لوگ دنیا مین صرف عقلی حکومت قائم کرنا چاہتے ہین اونکا خیال ہو کہ
تعلیم اس مشکل کو حل کردیگی، تمام دنیا نے اون کی رائے کو قبول کر لیا ہو، لیکن میرے نزدیک
اس سے زیادہ مضر اور اس سے زیادہ بے اثر کوئی خیال نہین ہو سکتا، بے شبہہ ایک غیر
متمدن آدمی اپنی فطری قوت حافظہ سے یورپ کے تمام علوم و فنون پر حاوی ہو سکتا ہے،
بے شبہہ ایک حبشی، یا ایک جاپانی نہایت آسانی کے ساتھ بیرسٹری کی سند حاصل کر سکتا ہو،
لیکن با اینہمہ اوس پر ان علوم وفنون کا صرف سطحی رنگ چڑھ سکتا ہو جس سے اوسکا مزاج عقلی
متاثر نہین ہو سکتا، اسلیے یورپین دماغون کے غور وفکر کا طریقہ، بالخصوص یورپین اخلاق وعادات
اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم بھی اون مین نہین پیدا کر سکتی کیونکہ وہ صرف وراثت ہی کے ذریعہ سے پیدا
ہو سکتے ہین، یہی وجہ ہو کہ ایک حبشی یا ایک جاپانی تمام ڈگریان حاصل کرنے کے بعد بھی
اخلاقی حیثیت سے ایک معمولی یورپین کی بھی ہمسری نہین کر سکتا، وہ دس برس کی مدت
مین اون تمام علوم وفنون کو حاصل کر سکتا ہو جن کو ایک انگریز حاصل کرتا ہو، لیکن وہ ہزار
برس مین بھی عملی طور پر انگریز نہین بن سکتا، یہی وجہ ہو کہ جب کوئی قوم آسانی کے ساتھ اپنی
زبان، اپنے عقائد، اور اپنے نظام زندگی کو بدلنا چاہتی ہو تو یہ تغیر صرف ظاہری اور سطحی ہوتا ہے،
البتہ جب وہ پہلے اپنی قومی روح مین تغیر پیدا کر لیتی ہو تو ان چیزون مین بھی حقیقی تغیر پیدا
ہو جاتا ہے،

چوتھی فصل

قومون کے افراد کے درمیان فرق مراتب

کوئی قوم جس قدر ترقی کرتی ہی، اوسکے افراد مین وسی قدر فرق مراتب پیدا ہوجاتا ہی، غیر متمدن قومون کے افراد قوائے عقلیہ مین مساوی الرتبہ ہوتے ہین، قومون کے فرق مراتب کا اندازہ صرف طبقۂ اعلیٰ کے باہمی موازنہ سے ہوسکتا ہی، طبقۂ متوسطہ کو اس مین دخل نہین، اقوام و افراد کے درمیان تمدنی ترقی سے یہ فرق مراتب اور بھی زیادہ ہوجاتا ہی، اس فرق مراتب کا نتیجہ، اون اسباب نفسیہ کی بحث جو اس فرق مراتب کی وسعت کو روک دیتے ہین، متمدن اقوام کے افراد مین قوائے عقلیہ کے لحاظ سے بہت بڑا فرق ہوتا ہی لیکن اخلاق مین یہ فرق کم نظر آتا ہے، قانون توارث ہمیشہ ترقی یافتہ افراد کو ایک معتدل قومی روش کی طرف لیجاتا ہے، علم تشریح کے وہ مشاہدات جنسے اقوام، افراد، اور انواع کے اس تدریجی فرق مراتب کی تائید ہوتی ہی،

متمدن، اور غیر متمدن قومون کے درمیان صرف نفسانی اور جسمانی امتیازات کی حد فاصل حائل نہین ہوتی، بلکہ جو عناصر ہر قوم کی تکوین کا مایۂ خمیر ہین، اون مین بھی یہ دونون قومین ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہین، غیر متمدن قومون کے تمام افراد یعنی مرد اور عورت دونون کی عقلی سطح تقریبًا یکسان اور ہموار ہوتی ہے، اور

اسی وجہ سے اون مین وہ عام مساوات پائی جاتی ہے، جس کا خواب اس زمانے کے سوشلیسٹ دیکھا کرتے ہین، لیکن ترقی یافتہ قومون کے افراد بلکہ انواع مین بھی اس حیثیت سے عظیم الشان فرق ہوتا ہے، لیکن ان قومون مین بھی چونکہ تمدن کا اثر طبقہ متوسطہ پر کم پڑتا ہے، اس لئے وہ اس فرق و امتیاز کا معیار نہین قرار دیا جاسکتا بلکہ اس فرق مراتب کا اندازہ صرف قوم کے طبقہ اعلیٰ کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے،

چنانچہ چین، یورپ، اور ہندوستان کے طبقات عالیہ ہی مین یہ فرق مراتب زیادہ نظر آتا ہے، اور طبقہ متوسطہ مین اوس کی خفیف سی جھلک پائی جاتی ہے،

تمدن کو جس قدر ترقی ہوتی جاتی ہے، اوسی قدر اس فرق مراتب کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے، بالخصوص اقوام متمدنہ کے افراد مین تو اس دائرہ کا محیط اور بھی زیادہ وسیع ہوجاتا ہے، اس لحاظ سے خلاف توقع تمدن انسان مین عقلی مساوات کی جگہ فرق مراتب و امتیاز پیدا کرتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تمدن کے زمانہ مین عقلی مشاغل کا میدان وسیع ہوجاتا ہے، اور روز بروز یہ وسعت بڑھتی جاتی ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو قوم یا جو طبقہ ان عقلی امور مین جس قدر زیادہ ترقی کرتا ہے، اوسی قدر وہ دوسری قومون سے ممتاز ہوتا جاتا ہے،

مثال کے طور پر کسی صنعت کو لے لو تو وہ تم کو متمدن قومون کے معمولی طبقہ مین ایک ایسی محدود شکل مین نظر آئے گی، جس سے اون کی عقلی قوت کو ترقی کا کوئی موقع نہین ملتا بلکہ وہ روز بروز اور بھی ضعیف ہوتی جاتی ہے، آج سے سو برس پہلے وہ شخص بڑا صناع خیال کیا جاتا تھا جو گھڑی کے تمام پرزون کو بنا سکتا تھا لیکن اوسکی تمام عمر صرف اونھی چند پرزونکے تراشنے اور اونکے جلا دینے مین صرف ہوجاتی تھی، اور اس سے زیادہ اوسکو عقلی ترقی کا موقع نہین ملسکتا تھا،

لیکن اس زمانے کے کارخانہ دارون اور انجینیرون کو اون معلومات اور اون تمام اکتشافات سے واقف ہونا پڑتا ہی جنکا آج سے سو برس پہلے وجود بھی نہ تھا، اس بنا پر مسابقت باہمی سے اون مین اولوالعزمی کا مادہ پیدا ہوتا ہی، اور اونکے ملکہ استنباط مین ترقی ہوتی ہے، جس کا لازمی نتیجہ ایک دائمی ترقی کی صورت مین ظاہر ہوتا ہے، مختلف اقوام کے اس فرق مراتب کو ٹاکوِل نے ان الفاظ مین بیان کیا ہی،

"تقسیم عمل کا قانون جس قدر وسیع اور عام ہوتا جائیگا، اوسی قدر صناع کی قوت عملیہ ضعیف اور قوت عقلیہ قوی ہوتی جائیگی، اور وہ دوسرے کا تابع ہوتا جائیگا، اسکا نتیجہ یہ ہے کہ صنعت و حرفت کو اس زمانے مین ترقی ہوتی ہے، اور صناع تنزل کی طرف مائل ہین، اور کاریگرون اور اون کے افسرون مین فرق بڑھتا جاتا ہی،

اگر تشبیہ و تمثیل کے ذریعہ سے اس فرق مراتب کو واضح کیا جا سکتا ہے، تو اس زمانے مین عقلی ترقی کے لحاظ سے متمدن قومون کو ایک ایسے منارے سے تشبیہ دیجا سکتی ہی جس کا بلند ترین حصہ گویا قوم کا طبقہ اعلیٰ ہی، اور کم درجہ کے لوگ ضخامت کے لحاظ سے اوسکا عظیم الشان کُرا ہین لیکن کنگرے کی چوٹی پر صرف علماء فضلاء موجدین مخترعین، اور ماہرین علوم و فنون کی صورتین نظر آتی ہین، فضلاء کا گروہ اگرچہ قوم کی مجموعی تعداد کے لحاظ سے نہایت مختصر اور محدود ہوتا ہی لیکن تمدنی ترقی مین عقلی سطح کا معیار صرف اسی مختصر گروہ کو قرار دیا جا سکتا ہے سینٹ سیمن[1] نے کس قدر سچ کہا ہی،

"اگر فرانس پچاس عالم، اور اسیقدر کاریگرون اور زراعت پیشہ لوگون کو کھو دے تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اوس نے تمام قوم کا سر کاٹ کے الگ رکھدیا، اور تمام قوم قالب بے روح

[1] ST. SIMON

ہو گئی. لیکن اگر وہ سرکاری عہدہ دارونکو ضائع کردے تو خوش اخلاقی کی وجہ سے تمام فرانس کو
اِس کا رنج ضرور ہوگا، لیکن اس سے ملک کو نہایت خفیف نقصان پہونچے گا»

بہر حال تمدنی ترقی کے ساتھ ساتھ قومون کے مختلف طبقات مین یہ فرق مراتب نہایت سرعت کے ساتھ وسعت اختیار کرتا جاتا ہے اور اگر قانون توارث اُسکی ترقی کی راہ مین حائل نہ ہوتا تو طبقۂ اعلیٰ اور طبقۂ ادنیٰ مین یہ فرق اسقدر نمایان نظر آتا، جس قدر ایک یورپین اور حبشی بلکہ آدمی اور بندر کے درمیان نظر آرہا ہے، لیکن فرق مراتب عام طور پر اس لیئے محسوس نہین ہوتا کہ متعدد اسباب اُسکی وسعت مین خلل انداز ہوتے رہتے ہین، اولاً تو یہ فرق صرف قوائے عقلیہ مین نظر آتا ہی، نظام اخلاق یا تو کلیۃً اوس سے متاثر نہین ہوتا یا بہت کم ہوتا ہے، اسلیئے قومی زندگی مین جس کا دارمدار صرف اخلاق پر ہے عام طور پر اوسکی نمایش نہین ہوتی، دوسرے یہ کہ اس زمانے مین جماعت اپنا نظام اپنے ہاتھ مین رکھنا چاہتی ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہی کہ ہر جماعت اون لوگون سے سخت عداوت رکھتی ہی جو اوس پر تفوق و امتیاز حاصل کرنا چاہتے ہین۔ بلکہ ظن غالب تو یہ ہی کہ جب جماعت کا نظام مکمل ہو جائے گا تو وہ اون تمام قوائے عقلیہ کی بنیاد کو متزلزل کر دیگی جو اوسکی راہ مین حائل ہوتے ہین، اور جب یورپ مین سوشلزم کی حکومت قائم ہوجائیگی تو چند دنون مین ان برگزیدہ لوگونکا وجود بھی باقی نہ رہے گا، اس بنا پر یہ عقلی فرق مراتب علانیہ محسوس نہین ہوتا، لیکن یہ دونون سبب عارضی ہین، کیونکہ اون کو تمدن نے پیدا کیا ہی، جو خود ایک بدلنے والی چیز ہے، اسلیئے یہ دونون سبب بھی اوسکے ساتھ ساتھ بدل سکتے ہین، اس عقلی تفوق و امتیاز کا سب سے اہم، اور قدرتی سنگ راہ قانون وراثت ہی، جو کبھی اون افراد کو بالکل فنا کر دیتا ہی، جو طبقہ متوسطہ پر عقلی حیثیت سے تفوق و امتیاز رکھتے ہین، اور کبھی اونکو کھینچ تان کے طبقہ متوسطہ کے برابر کر دیتا ہی چنانچہ قانون وراثت جن علما کا موضوع

بحث رہا ہی وہ قدیم چیزرون کے مشاہدات سے اس نتیجہ پر پہونچے ہین کہ عقلی حیثیت سے جو طبقہ بلند رتبہ ہوتا ہی وہ رفتہ رفتہ فنا ہوجاتا ہی، اور اکثر اوس پر فنا کا دور نہایت سرعت کے ساتھ طاری ہوتا ہی، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ انسان کو عقلی تفوق اوسوقت حاصل ہوتا ہے جب اوسکی نسل ساحل فنا کے قریب آجاتی ہی، اور اگر فضلائے قوم کو معمولی درجہ کے افراد سے استحکام و نشوونما نہ حاصل ہوتا تو سرے سے اونکا وجود ہی قائم نہ رہتا، چنانچہ اگر ہر طبقہ کے ممتاز ترین اشخاص کی ایک علیحدہ آبادی قائم کی جائے، اور اون مین توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہو تو اونکے ذریعہ سے ایک ایسی بدترین نسل پیدا ہوگی، جو لازمی طور پر چند دنون مین فنا ہوجائیگی، باغبان کی مصنوعی تدبیرون سے جن درختون کو غیر معمولی نشوونما حاصل ہوجاتی ہی، وہ اگر اپنی اصلی قوت نمو پر چھوڑ دیے جائین تو یا فنا ہوجائین گے یا اپنی اوس متوسط حالت پر آجائین گے جو اونکی نشوونما کی موروثی حد تھی، بعینہ یہی حال اس اعلیٰ طبقہ کا بھی ہی، جو تمام افراد پر عقلی حیثیت سے تفوق و امتیاز رکھتا ہی، وہ ایک مصنوعی گروہ ہی جو نہایت سرعت کے ساتھ فنا ہوسکتا ہے اور طبقہ متوسطہ نہایت آسانی کے ساتھ اوسکو اپنے اندر جذب کرسکتا ہی،

اصل یہ ہی کہ ہر قوم کے افراد مین اگرچہ عقلی حیثیت سے نمایان فرق نظر آتا ہے، لیکن اخلاقی حیثیت سے اون سب کی سطح یکسان ہوتی ہی، اور زمانہ کے انقلابات اس چٹان کو مطلق جنبش نہین دیسکتے، اس لحاظ سے اگر ہر قوم کی تاریخ پر اخلاقی اور عقلی دونون حیثیتون سے نظر ڈالی جائے تو اوسکی عقلی قدر و قیمت کا اندازہ صرف فضلاء کے ایک محدود گروہ کے ذریعہ سے کیا جاسکے گا، جو اوسکے تمدن، تہذیب، اور علوم و فنون کا روح رواں ہوگا، لیکن پوری قوم کی قدر و قیمت کا معیار صرف طبقہ متوسطہ کو قرار دینا پڑیگا۔ کیونکہ قومی طاقت کا شیرازہ اسی گروہ کے ہاتھ مین ہوتا ہی، یہ ممکن ہی کہ تمام قوم اس عقلی گروہ سے بے نیاز ہوجائے، لیکن کوئی قوم اخلاق

کے بغیر زندہ نہین رہ سکتی، اور اخلاق کا مظہر صرف طبقہ متوسطہ ہوتا ہے، اِس لئے قومی زندگی کا دارمدار صرف اسی طبقہ پر ہی،

اس تفصیل سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ عقلی فرق مراتب کو ہمیشہ ترقی ہوتی رہتی ہی لیکن نظام اخلاق کی حالت ہمیشہ یکسان رہتی ہی، اوسکا تمام تر تعلق طبقہ متوسطہ کے ساتھ ہی، اسلئے وہ ہمیشہ متوسط حالت مین قائم رہتا ہی اور اوس کو بہ تدریج ترقی ہوتی ہے،

اخلاق اگرچہ تمام قومون مین مشترک طور پر پایا جاتا ہی لیکن متمدن قومونمین اخلاقی طاقت کے ساتھ جب علمی قوت کی بھی آمیزش ہوجاتی ہی تو ان دونون کی ترکیب وامتزاج سے تمدنی ترقی کا دور شروع ہوتا ہی لیکن اس اختلاط وامتزاج کا اثر صرف تمدن ہی پر پڑتا ہی، اصل قوم اوس سے متاثر نہین ہوتی، اس لحاظ سے قوم کا اعلیٰ طبقہ ہمیشہ نیا اور پرانا ہوتا رہتا ہی، کیونکہ طبقہ متوسطہ جو تغیر وتبدل سے محفوظ رہتا ہی اوس کو نیا اور پرانا بناتا رہتا ہی،

تشریحی تحقیقات سے بھی اس فرق مراتب کا ثبوت ملتا ہی،

بار بار کے مشاہدات وتجربات سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ انسان کی عقل اور اوسکی کھوپری کے حجم مین عظیم الشان تناسب پایا جاتا ہی، اگرچہ اس تناسب مین بعض افراد مختلف ہوتے ہین لیکن اوسکا وجود یقینی ہے،

متمدن اور غیر متمدن قومون مین جو چیز ما بہ الامتیاز ہوسکتی ہی، وہ صرف یہی نہین ہی کہ متمدن قومون کی کھوپریان بڑی ہوتی ہین، کیونکہ یہ تو معمولی درجہ کا فرق ہی بلکہ ان دونون قومون مین اصلی فرق یہ ہی کہ متمدن قومون کا مغز اور بھیجا غیر متمدن قومون سے بہت زیادہ بڑا ہوتا ہے اس لحاظ سے قومون کے درمیان فرق مراتب افراد کے لحاظ سے ہوتا ہی، قوم کے مجموعہ سے نہین ہوتا، کیونکہ غیر متمدن قومون کے سوا مختلف قومونکے افراد کی کھوپریون مین بہت زیادہ فرق نہین ہوتا

اگر ہم گذشتہ اور موجودہ زمانہ کے انسانونکی کھوپریونکا موازنہ کرین تو ہم کو معلوم ہوگا کہ جس قوم کے افراد کی کھوپریون کی ضخامت مین زیادہ فرق ہوتا ہی، وہی سب سے زیادہ متمدن ہوتی ہی اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ تمدن کی ترقی مساوات عقلی نہین پیدا کرتی، بلکہ فرق و امتیاز پیدا کرتی ہی فزیکل مساوات صرف غیر متمدن قومون کے افراد مین پائی جاتی ہی اور اس لحاظ سے وحشی قومون مین بہت کم فرق مراتب پایا جاتا ہی، لیکن اوس کاشتکار مین جو اپنی زبان کے تین سو لفظ سے زیادہ نہین جانتا، اور اوس عالم مین جسکو اوس زبان کے لاکھ الفاظ ازبر ہین عظیم الشان فرق ہی،

تمدن افراد مین جو فرق مراتب پیدا کر دیتا ہی، بعینہ وہی فرق مرد اور عورت مین بھی نظر آتا ہی غیر متمدن قومون مین عقلی حیثیت سے تقریباً مرد اور عورت کی حالت یکسان ہوتی ہی، اور یہی حالت متمدن قومونکے کم درجہ فرقون کی بھی ہے، لیکن جسقدر تمدن ترقی کرتا جاتا ہی، فرق پیدا ہوتا جاتا ہی، مشاہدات سے ثابت ہوتا ہی کہ جس قدر تمدن کو ترقی ہوتی جاتی ہے اوسیقدر مرد اور عورت کی کھوپریون کے حجم مین فرق ہوتا جاتا ہی، یہانتک کہ اگر دو ہم عمر، ہم وزن، اور مساوی القامت مرد اور عورت کی کھوپریون کا مقابلہ کیا جائے، تب بھی یہ فرق محسوس ہوگا لیکن یہ فرق غیر متمدن قومون کے مردون اور عورتون مین بہت کم نظر آتا ہی،

متمدن قومون کی عورتون کی کھوپری غیر مہذب قومونکی عورتون سے بہت کم بڑی ہوتی ہی، ہمکو صاف نظر آتا ہی کہ فرانس کے مردون کی کھوپری کا حجم روز بروز بڑھتا جاتا ہی، لیکن وہان کی عورتون کی کھوپری قریب قریب چینی عورتون کی کھوپری کے برابر اور نیو کالیڈونیا کی عورتون کی کھوپری سے بہت کم بڑی ہوتی ہی،

پانچوین فصل

تاریخی قومون کی پیدائش

تاریخی قومین کیونکر پیدا ہوئین؟ وہ کونسے حالات ہین جو مختلف قومون مین اختلاط پیدا کرکے اونکو ایک قوم بنا دیتے ہین؛ مختلف قومون کے مجموعہ مین ہر قوم کے افراد کی تعداد، اونکی جسمانی اور اخلاقی حالت کے اختلاف کا اثر، اِس جدید قوم کی تولید کا نتیجہ، جدید پیدا شدہ قوم کے انحطاط کا سبب اِس تولید قومی سے جو روحانی اخلاق پیدا ہوتے ہین اونکا عدم استقلال، یہ اخلاق کیونکر مستحکم اور پائدار ہو سکتے ہین؟

قومون کی یہ تولید ایک نئی قوم کی پیدائش اور تمدن کے زوال کا سب سے بڑا سبب ہے۔ مختلف گروہونکے نظام کی اہمیت، آب وہوا اور جغرافیانہ حالات کا اثر، آب وہوا و جغرافیانہ حالات کا اثر صرف اوس وقت پڑتا ہی جب کوئی قوم اپنے دور تکوین مین ہوتی ہی، اور اوسکے قدیم موروثی اخلاق کا شیرازہ درہم برہم ہو چکتا ہی، قدیم قومون پر اوسکا کوئی اثر نہین پڑتا۔ مختلف مثالین، یورپ کی اکثر تاریخی قومین اپنے دور تکوین مین ہین، اسکے سیاسی اور تمدنی نتائج۔ تاریخی قومون کی پیدائش کا زمانہ سُرعت کے ساتھ کیون گذر جاتا ہی؟

اوپر گذر چکا ہے کہ اِس وقت دنیا کی متمدن اقوام مین حقیقی قومون کا وجود نہین ہے، اسوقت صرف تاریخی قومین موجود ہین، جو فتوحات، سیاست، ہجرت، اور اس قسم کے دوسرے مختلف اسباب کے اثر سے پیدا ہو گئی ہین، اور اس لئے وہ مختلف الجنس اور مختلف الاصل افراد سے مرکب ہین، اب ہم

یہ بتانا چاہتے ہین کہ مختلف قومین باہم ملکر کس طرح ایک تاریخی اور متحد الاخلاق قوم بنجاتی ہین، لیکن اسکے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہو کہ متعدد قومین ایسی ہین جو ایک ساتھ رہنے کے بعد بھی دوسری قوم سے بالکل الگ تھلگ رہتی ہین، اور اونمین کسی قسم کا اختلاط و امتزاج نہین پیدا ہوتا مثلاً جرمن، ہنگرین، اور سلافی قومین باوجودیکہ **اسٹریا** کے زیر حکومت ایک ہی ملک مین زندگی بسر کرتی ہین، لیکن اون مین ہر قوم دوسری قوم سے الگ ہو، اور اون مین آج تک کسی قسم کا میل جول پیدا نہین ہوا۔ اسی طرح آئرش قوم اگرچہ **انگلستان** کی محکوم ہو، لیکن اوس نے اپنی تمام قومی خصوصیات کو محفوظ رکھا ہو، اسکے بالکل برعکس نہایت پست درجہ کی قومین مثلاً آسٹریلین اور ٹسمانی[1] وغیرہ متمدن اقوام مین جذب ہوتی جاتی ہین، کیونکہ تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر غیر متمدن قوم مہذب قومون کے میل جول سے فنا ہو جاتی ہے،

اِس سے ظاہر ہوتا ہو کہ قومون کا اختلاط و اتحاد محض اتفاقی اجتماع کا نتیجہ نہین ہے بلکہ وہ ایک مستحکم اُصول کا پابند ہو جس کے لئے تین شرطین لازمی ہین،

(۱) جن قومون کی ترکیب و امتزاج سے ایک جدید قوم پیدا ہونے والی ہو، اونکے افراد کی تعداد مین بہت زیادہ تفاوت نہ ہونا چاہیے،

(۲) اون کے اخلاق مین بہت زیادہ اختلاف نہین ہونا چاہیے،

(۳) ایک طویل زمانہ تک اونکو ایک ہی آب و ہوا مین زندگی بسر کرنی چاہیئے،

لیکن ان تمام شرائط مین پہلی شرط سب سے زیادہ اہم ہے، کیونکہ ہم کو صاف نظر آتا ہے کہ اگر چند یورپین ہجرت کرکے حبشیون کے درمیان اقامت اختیار کرین تو وہ بالکل فنا ہو جائینگے، اون کی اولاد کی رگون مین یورپین خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہیگا۔ اسی بنا پر

[1] باشندگان ٹاسمانیہ، ٹاسمانیہ آسٹریلیا کے جنوب مین ایک جزیرہ ہو، جہان انگریزون کی حکومت ہو،

بہت سی فاتح قومین اون مفتوح قومون کے اندر جذب ہوگئین، جنکی تعداد فاتح قوم سے زیادہ تھی، اہل عرب مصر مین اپنے تمدن، اپنی صناعی، اور اپنی زبان کے بہت سے یادگار آثار چھوڑ آئے لیکن قلت تعداد کی وجہ سے وہان اپنے خون کا ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا،

دوسری شرط بھی خاص اہمیت رکھتی ہی، اگرچہ بظاہر دو مختلف الاخلاق قومون مین اختلاط و امتزاج پیدا ہو سکتا ہی، یہان تک کہ حبشی اور یورپین بھی باہم مل سکتے ہین لیکن اس حالت مین جو قوم پیدا ہوتی ہی وہ نہایت غیر متمدن اور غیر مہذب ہوتی ہی، نہ وہ خود کوئی تمدن پیدا کر سکتی، نہ کسی تمدن کو قائم رکھ سکتی، اس کی وجہ یہ ہی کہ دونون قومون کا یہ اختلاف دونون کے نظام اخلاق کو درہم برہم کر دیتا ہی، اسلئے وہ قوم جو اس قسم کے اجزاء مختلفہ سے پیدا ہوئی ہے، جب کسی تمدن کی وارث ہوجاتی ہی، تو اوسکو دفعۃً برباد کر دیتی ہی، چنانچہ سان ڈومنیج[1] کے باشندون کے حالات سے اسکی تائید ہو سکتی ہی، اسکے بخلاف اگر دو متمدن قومون مین اخلاقی حیثیت سے تشابہ ہو تو اونکی ترکیب تمدنی ترقی کا سب سے قوی اور موثر سبب بنجاتی ہے، امریکہ مین جرمنون اور انگریزون کے اسی اختلاط نے اسقدر اعلیٰ درجہ کا تمدن پیدا کر دیا ہے، لیکن اگر دونون قومون مین اس قسم کی ہمرنگی نہ پائی جائے تو اون کے اختلاط سے بدترین نسل پیدا ہوتی ہی، یہی وجہ ہی کہ جن قومون مین سپید اور سیاہ رنگ کے انسانونکی مخلوط نسل زیادہ ہی اونمین ہمیشہ مطلق العنانی پائی جاتی ہی، اور صرف ایک پنجہ فولادی ہی اونکو قابو مین رکھ سکتا ہی، برازیل[2] جس مین سپید رنگ کے انسانون کی تعداد تہائی سے زیادہ نہین، اس نتیجہ کو دنیا کے سامنے نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کرنے والا ہی،

---

[1] اس نام کی تصحیح نہ ہو سکی،

[2] BRAZIEL جنوبی امریکہ کی سب سے بڑی ریاست ہی نظام حکومت جمہوری اور ۰۰۰۰۰ ...، اکی آبادی ہی،

آگاسیز[1] نے یہ بالکل صحیح رائے قائم کی ہے کہ

"قومون کے اختلاط سے جو انقلاب پیدا ہوتا ہے، وہ ایک سیاح کو ناقابل انکار طریقہ پر برازیل مین ہر جگہ سے زیادہ نمایان نظر آئے گا، یہ اتحاد آمیز اختلاط یورپین حبشی اور ہندو قوم کے تمام محاسن کو یکسان طور پر برباد کر رہا ہے۔ اور عقلی اور جسمانی حیثیت سے ایک ایسی کمزور نسل پیدا کر رہا ہے جو دائرۂ بیان سے خارج ہے"

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کا قومی اختلاط ہر قوم کے جسمانی اور عقلی مزاج کو بدل دیتا ہے، اور صرف وہی ایک ایسی چیز ہے جسکے ذریعہ سے قوم کے اصلی اخلاق مین تغیر پیدا کیا جا سکتا ہے، اخلاق ایک موروثی چیز ہے، اور وراثت کو صرف وراثت ہی زائل کر سکتی ہے، اسلیے جب دو قومون کے امتزاج و اختلاط پر ایک زمانہ گذر جاتا ہے، تو اوس کے اثر سے ایک جدید قوم پیدا ہو جاتی ہے، جو جسمانی اور روحانی اوصاف کے لحاظ سے بالکل ایک جدید قوم ہوتی ہے، ابتدا مین اس طریقہ سے اخلاق کی تولید بتدریج ہوتی ہے اور اوس کا اثر بہت کم ظاہر ہوتا ہے، لیکن جب اسطرح ایک زمانہ گذر جاتا ہے اور وہ موروثی ہو جاتے ہین تو اُنمین استحکام پیدا ہو جاتا ہے، دونون قومون کے اختلاط کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ دونون کی روح یعنے اون احساسات وخیالات کو فنا کر دیتا ہے جنکی تہ مین قومی قوت کا خزانہ چھپا ہوا رہتا ہے، اور جنکے بغیر کوئی قوم زندہ نہین رہ سکتی، قومی زندگی مین یہ زمانہ سب سے زیادہ سخت گذرتا ہے کیونکہ یہ نشوونما کا زمانہ ہوتا ہے، اور بچپن کی زندگی نہایت نرم و نازک ہوتی ہے، دنیا کی تمام قومون پر یہ دور گذر چکا ہے، یورپ کی ہر قوم کا سنگ بنیاد دوسری قومون کے کھنڈر پر رکھا گیا ہے، اور وہ اندرونی فرق و امتیاز، اور مختلف انقلابات کا مرکز ہے، اور جب تک جدید

[1] اِس نام کی تصحیح نہ ہو سکی،

متحدہ نظام اخلاق مکمل نہ ہوجائیگا، یورپ مین یہ کشمکش قائم رہے گی،

ان تمام مباحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ نئی قومون کی پیدایش اور پرانی قومون کے زوال کا اصلی سبب مختلف قومون کی یہی آمیزش ہی، اور اس لحاظ سے جو متمدن قومین اپنے آپ کو اجنبیون کی آمیزش سے الگ تھلگ رکھتی ہین، وہ نہایت دوراندیش ہین اگر قومی تعصب نے آریون کی قومیت کو محفوظ نہ رکھا ہوتا تو جس زمانہ مین (یعنے آج سے تین ہزار برس پہلے) انکی ایک مختصر تعداد نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا اُسیوقت اُنکا قومی نظام درہم برہم ہوجاتا، اور وہ سیاہ فام قوم اونکو نگل گئی ہوتی جو چارون طرف سے اونکا احاطہ کئے ہوئے تھی، اسلئے آج جزیرہ نمائے ہند مین تمدن کا وجود نظر نہ آتا، اگر انگریز اس معاملہ مین سہل انگاری سے کام لیتے تو ہندوستانکی سلطنت اونکے ہاتھ سے کب کی نکل چکی ہوتی، غرض یہ ممکن ہی کہ کوئی قوم اپنے تمام مشخصات کو کھودے، سخت ترین مصائب مین مبتلا ہوجائے، اور پھر اپنی قدیم مردہ قوتون کو زندہ کرکے دوبارہ اپنی ہستی کو قائم کرلے، لیکن یہ بالکل ناممکن ہی کہ کوئی قوم اپنی روح کو فنا کرکے دوبارہ خواب مرگ سے بیدار ہوجائے،

جب کسی قوم کے تمدن کو زوال ہونے لگتا ہی اور وہ طوعاً یا کرہاً جنگجو قومون کا شکار بن جاتی ہی، تو اوس وقت اس اختلاط کا اثر نمایان ہوتا ہی، یعنے اوسکا قدیم اخلاق فنا ہوجاتا ہے اور اوسکی جگہ جدید اخلاق پیدا ہوجاتے ہین، اب قدیم قومی روح کے فنا ہونے سے قدیم تہذیب کی بنیاد بالکل متزلزل ہوجاتی ہی اور جدید تمدن کیلئے میدان صاف ہوجاتا ہے،

جب کوئی جدید قوم ان ادوار مختلفہ سے گذر کر اپنے دور تکوین مین داخل ہوتی ہی، تو تیسری شرط یعنے آب وہوا اور مقامی خصوصیات کا اثر ظاہر ہوتا ہی، قدیم قومین اگرچہ اس سے بہت کم متاثر ہوتی ہین، لیکن جدید پیدا ہونے والی قوم پر ان حالات کا شدت کے

ساتھ اثر پڑتا ہی، کیونکہ اِس اختلاط کے ذریعہ سے اوسکے قدیم اخلاق بالکل برباد ہوجاتے ہین، اور جدید اخلاق کی نشو و نما اور استحکام کے لیئے راستہ صاف ہوجاتا ہی، اسلیئے اس خالی زمین پر آب و ہوا اور جغرافیانہ حالات کا اثر نہایت آسانی کے ساتھ پڑ جاتا ہی، اور اوس وقت ہر قوم کی پیدایش کا زمانہ ختم ہوجاتا ہی چنانچہ فرنچ قوم اسی طور پر پیدا ہوئی ہی لیکن اس اثر مین مختلف حالات کے لحاظ سے کمی بیشی ہوتی رہتی ہی، اور اسی وجہ سے اسکے متعلق علما مین سخت اختلاف پیدا ہوگیا ہی لیکن ہماری رائے مین جو قومین اپنے دور تکوین مین ہوتی ہین، اونپر یہ اثر نہایت شدت کے ساتھ پڑتا ہی، اور جو قومین قدیم اور موروثی اخلاق کی مالک ہین اون پر اسکا مطلق اثر نہین ہوتا،

اخلاقی حیثیت سے جغرافیانہ حالات کی بے اثری خود یورپین تمدن سے ظاہر ہوتی ہی، ایک مدت سے مشرقی قومون کے ساتھ ہمکو اختلاط حاصل ہی لیکن ہمارے تمدن نے اونپر مطلق اثر نہین کیا چنانچہ جو چینی ولایات متحدہ مین اقامت گزین ہین اونکی اخلاقی حالت سے یہ بے اثری مشاہدہ نظر آتی ہی، مادی اور مقامی حیثیت سے بھی اُسکا اثر بہت کم پڑتا ہی، یہی وجہ ہی کہ کوئی قوم اجنبی ملک مین بمشکل زندگی بسر کرسکتی ہی، علانیہ نظر آتا ہی کہ جب کوئی آدمی، کوئی جانور، اور کوئی پودا اپنے وطن سے غیر ملک مین جاتا ہی تو فنا ہوجاتا ہی، تقریبًا دس قومون نے مصر کو فتح کیا، اور وہ آج ان تمام قومون کا مقبرہ بنا ہوا ہی، لیکن کوئی فاتح قوم وہان اقامت گزین نہ ہوسکی، وہان یونانی، رومی، ایرانی، عرب، ترک سبھی آئے لیکن کسی نے اوس سرزمین مین اپنے خون کا ایک قطرہ نہ چھوڑا، مصر کی مقامی خصوصیات کا اصلی نمونہ صرف وہ کاشتکار ہی جس کا سیمائے سخن گو صاف بتاتا ہی کہ وہ ان لوگون کی نسل سے ہی جنکی تصویرین سات ہزار برس سے اونکے در و دیوار پر مصر کی صناعی کا بہترین نمونہ پیش کر رہی ہین،

یورپ کی تمام بڑی بڑی تاریخی قومین ابتک اپنے دور تکوین مین ہین اور اس لیئے

انگریزون کے سوا مغرب کی ہر قوم کا نظام اخلاق اب تک نامکمل ہی، صرف انگریزی قوم ایک
ایسی قوم ہی جس کے اخلاق مستحکم ہو چکے ہین، چنانچہ برٹن سکسن، نارمندی گروہ کی تمام اخلاقی
خصوصیات مٹ گئی ہین اور اون کے بجائے ایک جدید متحدہ نظام اخلاق قائم ہوگیا ہی فرانس کے
مختلف طبقات مین ابتک نمایان فرق و امتیاز موجود ہی، فرانس کے علاوہ اگرچہ دوسرے
ممالک مین ایک متوسط طبقہ پیدا ہوگیا ہے، لیکن افسوس ہی کہ اس طبقے کے خیالات اور اخلاق مین
بھی فرق نظر آتا ہی، اور اس لحاظ سے کوئی ایسا جامع دستور العمل بمشکل بنایا جا سکتا ہی جو ہر ایک
کیلئے موزون ہو، اگر سلطنت کا زور نہ ہوتا تو وہ لوگ بہت سی عقلی باتون مین بھی باہم متحد نہ ہوتے،
اہل فرانس کے احساسات، معتقدات، اور سیاسیات مین جو اختلاف نظر آتا ہی، وہ مزاج عقلی کے
اسی اختلاف کا نتیجہ ہی، لیکن ان تمام اختلافات کو صرف زمانہ ہی کا پرزور ہاتھ مٹا سکتا ہی،

جن قومون مین باہم کشمکش پیدا ہوتی ہی، اون سب کا یہی حال رہ چکا ہی، اونکے تمام منازعات
و اختلافات کا سرچشمہ مزاج عقلی کا یہی اختلاف تھا، اس لئے جب اِن قومونکی نسل نے وسعت حاصل
کی تو ان مختلف المزاج لوگون کا ایک جھنڈے اور ایک قانون کے تحت مین رہنا سخت مشکل ہو گیا،
دنیا کی تاریخ بتاتی ہی کہ جن لوگون نے اِس قسم کی مختلف المزاج قومون پر حکومت کرنا چاہا ہی وہ خود
مٹ گئے ہین، تمام موجودہ قومون مین صرف انگریزون اور ہالینڈ کے باشندون کے آگے ایشیا کی
مختلف قومون نے اپنی اپنی گردنین جھکادی ہین، لیکن اونکو یہ کامیابی صرف اسلئے حاصل ہوئی ہی کہ
اونھون نے کسی قوم کے مذہب اور اخلاق سے کسی قسم کا تعرض نہین کیا ہی، بلکہ اونکو اس قسم کی آزادی
عطا کی ہی، جسکی وجہ سے گویا وہ خود اپنے اوپر حکومت کر رہی ہین، حکومت کا اثر صرف ٹکس، تجارت
اور امن و امان تک محدود ہی، مذہب اور اخلاق پر اسکا کوئی اثر نہین ہی، لیکن مسامحت اور
بے تعصبی کی ان مستثنیٰ اور قلیل الوجود مثالون کے سوا، کوئی ایسی عظیم الشان سلطنت جو مختلف قومونپر

مشتمل ہو، بجز قوت کے قائم نہین رہ سکتی اور قائم ہونے پر بھی قوت کے زوال پذیری کے ساتھ ہمیشہ فنا ہو جانے کے خطرہ مین مبتلا رہتی ہی،

ہر جدید قوم کے عناصر متحدہ مین جب تک بہ تدریج امتزاج نہ پیدا ہو جائے، جب تک اون مین ایک طویل اختلاط نہ ہو، جبتک وہ ایک آسمان کے نیچے مدتون زندگی نہ بسر کرلین، جبتک وہ ایک ہی قسم کی آب وہوا سے اثر پذیر نہ ہون، جبتک وہ ایک ہی نظام اور ایک ہی عقیدہ کی پابند نہ بنائے جائین، اوسوقت تک وہ قوم جدید قوم نہین بن سکتی، لیکن جب یہ تمام باتین جمع ہوجاتی ہین تو ایک زمانہ کے بعد ان تمام اجزا رکی ترکیب سے ایک مستقل قوم پیدا ہوجاتی ہی،

دنیا کی عمر جس قدر طویل ہوتی جائیگی اوسیقدر ہر قوم کا رسوخ، و استحکام ترقی کرتا جائیگا، اور اختلاط و اتحاد کے تدریجی اثر سے اون مین بہت کم تغیر پیدا ہوگا، انسانیت جب اپنی زندگی کا ایک دور ختم کریگی، اوس وقت موروثی موثرات کے اثر سے گرانبار نظر آئیگی اور اپنی اصلی حالت کا بدلنا اوسکے لیئے محال ہوجائیگا، اور اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہی کہ یورپ کی تاریخی قومون کا دور تکوین اب عنقریب گذر جانے والا ہے،

دوسرا باب

تمدنی عناصر مین قومون کے اخلاق کا ظہور

پہلی فصل

تمدنی عناصر ہر قوم کی خارجی روح کے مظاہر ہین

تمدن کے عناصر ہر قوم کی خارجی روح کے مظاہر ہین، اقوام کے اختلاف سے ان عناصر کی اہمیت کا اختلاف، اس اہمیت کے لحاظ سے بعض وقات فنون لطیفہ، آداب رسوم وغیرہ کا قومی حیثیت سے پہلا درجہ ہوتا ہی، زمانہ قدیم مین مصری، یونانی، اور رومن قومون کے ذریعہ سے اسکی مثال.

فنون لطیفہ کے ذریعہ سے مثال، فنون لطیفہ کس چیز پر دلالت کرتے ہین؟ تمدن کا صرف ایک عنصر تمدنی ترقی کی دلیل نہین ہوسکتا، تمدن کے وہ عناصر جن کی ترقی کے کسی قوم مین کثرت اسباب پیدا ہوگئے، یہ تمدنی عناصر بعض اوقات فلسفیانہ حیثیت سے نہایت کم درجہ رکھتے ہین، لیکن اجتماعی حیثیت سے اونکی قدر و قیمت بہت زیادہ ہوتی ہی۔

تمدن کے عناصر یعنے زبان، نظام سیاست، عقائد خیالات، فنون لطیفہ اور لٹریچر، ہر قوم کی روح کا مظہر خارجی ہوتے ہین لیکن ہر قوم اور ہر زمانے مین وہ ایک ہی طریقہ سے اُس پر دلالت نہین کرتے، فنون لطیفہ مین آج جو کتابین لکھی جاتی ہین تقریبًا اون سب مین یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ یہ تمام صناعیان اوس قوم کے خیالات کی ترجمان ہین جنھون نے انکو ایجاد کیا ہی اور نیز یہ کہ اونہی کے ذریعہ سے اون کے تمدن کا اندازہ کیا جاسکتا ہی،

بے شبہہ اکثر اوقات واقعات سے بھی اسکی تائید ہوتی ہی، لیکن اسکو کوئی کلیہ نہین قرا

دیا جاسکتا، کیونکہ کسی قوم کی عقلی ترقی کے لئے فنون لطیفہ کوئی لازمی چیز نہین ہین، دنیا مین بعض قومونکی تمدنی ترقی کا دیباچہ زرین اگرچہ صرف فنون لطیفہ کو قرار دیا جاسکتا ہی، لیکن بعض قومین ایسی بھی ہین جن کے اعلیٰ تمدن مین فنون لطیفہ کو کوئی اہمیت حاصل نہین ہی، اگر ہم ان تمام تمدنی عناصر مین صرف ایک ایک عنصر کے اعتبار سے ہر قوم کے تمدن کی تاریخ مرتب کرنا چاہین، تو ہم کو ہر قوم کی تاریخ مین ایک خاص عنصر کو نمایان کرنا پڑے گا، کسی کے ساتھ فنون لطیفہ کو تخصیص ہوگی، کہین فوجی زندگی کی ہنگامہ آرائیان نظر آئینگی، کہین تجارت کی گرم بازاری کا تماشہ نظر آئیگا: غرض ہر قوم کا الگ الگ تمدنی کارنامہ قرار دینا پڑیگا، لیکن سب سے پہلے ہمکو اسی مسئلہ پر بحث کرنی چاہیئے کیونکہ اس سے اون اسباب کا پتہ چلسکتا ہی جن کے ذریعہ سے تمدنی عناصر ایک قوم سے دوسری قوم مین منتقل ہوکر مختلف قالب اختیار کرلیتے ہین اور اون مین نمایان فرق پیدا ہوجاتا ہی،

تمدنی عناصر کی نشو و نما کے لحاظ سے قدیم مصری اور رومن قومون کے درمیان یہ فرق اس شدت کے ساتھ نظر آتا ہی کہ ایک ہی عنصر کی مختلف شاخون مین یہ اختلاف محسوس ہوتا ہی، چنانچہ مصری قوم کی تمدنی ترقی مین لٹریچر اور نقاشی کا درجہ بالکل پست تھا، اور اونکی قوت اختراع صرف فنِ تعمیر اور بت تراشی مین اپنا کمال دکھاتی تھی، اس زمانہ کو اہل مصر کی عظیم الشان عمارتون پر ناز تھا، اور وہ ہمارے لئے فن بت تراشی کے بہت سے ایسے اعلیٰ ترین نمونے چھوڑ گئے ہین جن کو اس فن کی ترقی کا ایک اعلیٰ معیار قرار دیا جاسکتا ہی[۱] یونانیون نے بے شبہہ ان پر اس حیثیت سے تفوق حاصل کرلیا تھا، لیکن اس تفوق کا زمانہ نہایت مختصر اور محدود تھا، مصریون کی حریف مقابل صرف رومن قوم ہوسکتی ہی، جس نے تاریخ مین ایک یادگار زمانہ چھوڑا ہی، تقلید اور تتبع کے لئے اس قوم کے سامنے فنون لطیفہ کے اعلیٰ ترین نمونے، اور اعلیٰ ترین مثالین موجود تھین اسکا

[۱] اس موقع پر مصنف نے ان نمونون کے چند نام بھی بتلائے ہین، جنکو نامانوس ہونے کی وجہ سے ہمنے چھوڑ دیا ہی،

زمانہ مصریون اور یونانیون کے زمانے سے بالکل قریب تھا، لیکن باانیہمہ اوس نے اپنے لیے
کوئی خاص صنعت ایجاد نہین کی دنیا کی تمام قومون مین فنون لطیفہ کی اختراعات کے لحاظ سے
صرف رومن قوم سب سے زیادہ گمنام ہے، کیونکہ اوسکو انکے ساتھ مطلق اعتنا نہ تھا، اور وہ اونکی
طرف صرف مالی فوائد کی غرض سے توجہ کرتی تھی اسلئے اونکو سونا، چاندی، عطر اور مصالح کی
طرح ایک تاجرانہ چیز سمجھتی تھی، وہ اگرچہ ترقی کی معراج کمال کو پہونچ گئی تھی لیکن اوسکی کوئی
خاص ملکی صنعت نہ تھی، یہان تک کہ جب اوسکی سلطنت کو استحکام حاصل ہوگیا، مال و دولت کی بہتات
ہوگئی، خود اوسکو آرایش اور زیب و زینت کا شوق پیدا ہوگیا، اور اس ذریعہ سے اوسکے وہ
جذبات کسی قدر متاثر ہوئے، جو فنون لطیفہ کے بال و پر ہین، تو اس عالم شوق مین بھی
وہ یونانیون کی دست نگر رہی، اور اونہی کے نمونون، اور اونہی کے کاریگرون کے ذریعہ سے
اوس نے اپنے شوق کو پورا کیا، اس لحاظ سے اگر ہم روما کے فن تعمیر اور فن سنگ تراشی کی
تاریخ لکھنا چاہین تو وہ یونانی فنون لطیفہ کی تاریخ کی ایک فصل ہوگی لیکن اسی قوم نے جو
فنون لطیفہ مین اسقدر کم مایہ تھی تمدن کے دوسرے عناصر کو آسمان تک پہونچا دیا، اوس نے
ایک ایسا باقاعدہ فوجی نظام قائم کیا جس نے تمام دنیا کو اوسکا حلقہ بگوش بنا دیا، اوس نے
سیاست اور تفضارت کے وہ اُصول قائم کیے جنکی ہم آج تقلید کر رہے ہین، اوس نے ایک
ایسا لٹریچر پیدا کر دیا جس سے ہم مدتون سبق لیتے رہے، اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ تمدنی
عناصر کی نشو و نما دو متمدن قومون مین مختلف طور پر ہوتی ہے اور اس لئے تمدن کو صرف
ایک عنصر، (مثلاً فنون لطیفہ) مین محدود کر دینا سخت غلطی ہے، مصری قوم نے اگرچہ تمام فنون
لطیفہ کو حد اعجاز تک پہونچا دیا تھا، لیکن نقاشی اور لٹریچر مین اوسکا درجہ نہایت پست تھا،
اسیطرح رومن قوم نے باوجودیکہ لٹریچر، نظام فوج، اور نظام سیاست کو دنیا کے سامنے

نئے آب ورنگ کے ساتھ پیش کیا تھا تاہم فنون لطیفہ کی دوسری شاخون مین اوس نے بہت کم ترقی کی تھی،

اس موقع پر یونانیون کا ذکر کرنا بھی ضروری ہی کیونکہ وہ ایک ایسی قوم ہی جس نے تمدن کے مختلف عناصر کو نہایت ترقی دی تھی، ہومر کے زمانے مین یونانی فن ادب نے اسقدر قبول عام حاصل کیا تھا کہ اوسکی نظمین صدیون تک یورپ کی یونیورسٹیون کے تعلیم یافتہ نوجوانون کے لیئے آب حیات کا کام دیتی رہین، لیکن آثار قدیمہ کی تحقیقات سے اوس زمانے کی جو عمارتین ظاہر ہوئی ہین وہ بالکل وحشیون کی عمارتون سے مشابہ معلوم ہوتی ہین، اور اونسے ثابت ہوتا ہی کہ یونانی طرز عمارت مصری اور اشوری طرز عمارت کا بگڑا ہوا خاکہ ہے،

تمدنی عناصر کی نشو ونما کا یہ اختلاف سب سے زیادہ ہندو قوم کے اندر نظر آتا ہی ہندؤن نے فن تعمیر کو اس درجہ تک پہونچا دیا تھا کہ دنیا کی کسی قوم مین اوسکی نظیر بہت کم مل سکتی ہی، اوس نے فلسفہ کو اسقدر ترقی دی تھی کہ یورپ کہین آج جاکر اوسکے درجہ کو پہونچا ہی، فن ادب مین اگرچہ اونھون نے یونانیون اور رومیون کا درجہ حاصل نہین کیا تھا، تاہم اونکا لٹریچر اس قسم کے قطعات وقصائد کا کافی سرمایہ رکھتا تھا، جن پر بڑے بڑے انشاپرداز ناز کرسکتے ہین، لیکن بالکل اسکے برعکس وہ مصوری مین یونانیون سے بہت پیچھے تھے، بلکہ تحقیق وتنقید اون مین کلیتہً معدوم تھا، اونکو تاریخ اور دوسرے علوم مین بالکل دسترس نہ تھی، اونکے علوم کی وقعت طفلانہ خیالات سے زیادہ نہ تھی تاریخ مین چند سخیفانہ قصون کے سوا اونکے پاس کچھ نہین تھا، اسلیئے اگر نگاہ کو صرف انہی چیزون تک محدود رکھا جائے تو ہندو قوم کی تمدنی ترقی کا صحیح اندازہ نہین ہوسکتا،

ان مثالون کے علاوہ اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے اور مثالین بھی پیش کی جاسکتی ہین، دنیا مین بہت سی قومین ایسی گذری ہین جنھون نے اگرچہ اعلیٰ درجہ کی تمدنی ترقی نہین کی

تھی، تاہم اونھون نے فنون لطیفہ مین اسقدر امتیاز حاصل کیا تھا کہ گذشتہ قومون کو اس حیثیت سے اون کے ساتھ کوئی نسبت نہ تھی چنانچہ اہل عرب نے جب یونانی اور رومن قوم کو پامال کردیا تو اونھون نے چند ہی دنون مین بیزنٹائن عمارتون کی صورت اسقدر بدلدی کہ اگر قدیم عمارتین موجود نہ ہوتین تو یہ معلوم ہی نہین ہوسکتا کہ عرب کے فن تعمیر کا اصلی ماخذ درحقیقت یہی عمارتین تھین،

بعض قومین ایسی بھی گذری ہین، جنکو فنون لطیفہ اور فن ادب مین معمولی درجہ کی مہارت بھی نہ تھی، لیکن باانہمہ تمدنی حیثیت سے اونکا پایہ نہایت بلند تھا چنانچہ فنیقی قوم اسی قسم کی تمدن قوم تھی، اوس نے تمدن کی تمام شاخون مین سے صرف تجارت کو ترقی دی تھی اور اوس کے ذریعہ سے دنیائے قدیم کے ایک سرے کو دوسرے سے باہم ملا دیا تھا، لیکن خود اوس نے کوئی چیز ایجاد نہین کی تھی، اوسکی تمام تاریخ تجارتی گرم بازاری کے کارنامون سے لبریز ہے اسکے بالکل برعکس بعض قومین ایسی بھی ہین جنکے یہان تمدن کے تمام عناصر نہایت پست حالت مین تھے، لیکن اوس نے فنون لطیفہ مین اعلی درجہ کی ترقی کی تھی، اسکی بہترین مثال مغلون کے کارنامہائے زرین سے ملسکتی ہے، چنانچہ وہ ہندوستان مین جو عمارتین اپنی یادگار مین چھوڑ گئے، اون مین ہندوستانی فن تعمیر کا شائبہ بھی نہین پایا جاتا، بلکہ اونمین ایک ایسی تازگی اور جدت طرازی پائی جاتی ہے کہ ماہرین فن تعمیر نے اونکو صنائع انسانی کی بہترین مثال تسلیم کیا ہے لیکن باانہمہ مغل قوم کو اعلی درجہ کی متمدن قومون مین شمار نہین کیا جاسکتا،

اس سلسلہ مین ہم کو ایک عجیب بات یہ نظر آتی ہے کہ اعلی درجہ کی متمدن قومونمین عین تمدنی ترقی کے زمانے مین فنون لطیفہ نے اسقدر برگ و بار نہین پیدا کئے تھے، بلکہ وہ زیادہ تر دور وحشت کی یاد کو تازہ کرتے ہین، مصریون اور ہندؤن نے جو عظیم الشان عمارتین تعمیر کی تھین وہ اون کے دور قدیم کی یادگارین تھین، یورپ مین گاتھک طرز تعمیر قرون وسطی مین ایجاد ہوا تھا جبکہ

تمام یورپین قومین وحشیانہ حالت مین تھین، حالانکہ اس طرز کے نمونے آج تک بے مثل خیال کیئے جاتے ہین، اِن اسباب کی بنا پر کسی قوم کی تمدنی ترقی کا اندازہ صرف فنون لطیفہ کی ترقی سے نہین کیا جاسکتا، کیونکہ اوپر گذر چکا ہی کہ وہ تمدن کا صرف ایک عنصر ہی اور اوسکی نسبت بھی یہ ثابت نہین کیا جا سکتا کہ وہ تمدن کا کوئی اعلیٰ ترین جزو ہی، بلکہ اکثر اعلیٰ درجہ کی تمدن قومون کے تمدنی عناصر مین وہ سب سے کم درجہ کا عنصر نظر آتا ہی، چنانچہ گذشتہ قومون مین رومن اور موجودہ قومون مین امریکن قوم کو اسکے ثبوت مین پیش کیا جا سکتا ہی، ہمارا خیال تو یہ ہے کہ فنون لطیفہ اور علم ادب کے شباب کا زمانہ ہر قوم کے بچپن یا آغاز شباب کے زمانے مین آتا ہی، کسی قوم کی پختگی اور کامل نشو ونما کی حالت مین ان چیزون کو اس قدر ترقی نہین ہوتی،

اصل یہ ہی کہ بہت سے ایسے موانع وعوائق پیدا ہو جاتے ہین جنکی وجہ سے دوسرے تمدنی عناصر کی ترقی کے ساتھ ساتھ فنون لطیفہ کی ترقی دائمی طور پر لازمی نہین ہوتی، اس بنا پر وہ کسی تمدن کی ترقی کی دلیل نہین قرار دیئے جا سکتے، ہم کو یہ علانیہ نظر آتا ہے کہ جب فنون لطیفہ ترقی کے ایک خاص درجہ تک پہنچ جاتے ہین، یعنے جب ذہنی عجوبگی اور جدت طرازی پیدا ہو جاتی ہی، تو دفعتہً اون مین انحطاط شروع ہو جاتا ہی اور یہ انحطاط تمدن کی دوسری شاخون کی رفتار کا تابع نہین ہوتا، یہ کلیہ کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہین ہی، مصر، یونان، اور یورپ کی مختلف قومون مین اسکا عالمگیر اثر نظر آتا ہی، اور جب تک کوئی سیاسی شورش نہ پیدا ہو، یا قوم کسی جدید مذہب کو قبول نہ کرلے، یا کوئی ایسا اہم واقعہ نہ پیدا ہو جائے جسکے اثر سے فنون لطیفہ متاثر ہو جائین، اوسوقت تک یہ عمل انحطاط مستمر طور پر جاری رہتا ہی چنانچہ قرون وسطیٰ مین جب صلیبی لڑائیون نے یورپ کو جدید علوم وفنون، اور جدید افکار وخیالات سے آشنا کیا، تو اونکی جدت طرازیان فنون لطیفہ مین بھی نظر آئین، اور رومانی طرز نے گاتھک

قالب مین ظہور کیا، اسکے چند صدیون کے بعد علم ادب کا وہ دور گذر گیا، جو یونانی ادب دمن شاپر دازی کے مجموعی اثر کا نتیجہ تھا، اور اسکے ساتھ فنون لطیفہ نے گاتھک وضع کو چھوڑ کر موجودہ روش اختیار کی، اسی طرح جب عرب ہندوستان مین آئے تو اونکے اثر سے ہندوستانی فنون لطیفہ مین بھی انقلاب پیدا ہو گیا،

فنون لطیفہ چونکہ بعض خاص جذبات، اور بعض خاص تمدنی ضروریات کا نتیجہ ہوتے ہین، اسلیئے ان جذبات اور ضروریات کے ساتھ لازمی طور پر اُن مین تجدد اور تغیر ہوتا رہتا ہی، بلکہ کبھی کبھی ان جذبات اور ان ضروریات کے تغیر و زوال سے وہ کُلیتہً معدوم بھی ہو جاتے ہین، لیکن اس سے نفس تمدن پر زوال نہین آتا بلکہ وہ اپنے اصلی آب و رنگ کے ساتھ قائم رہتا ہی، اس سے ثابت ہوتا ہی کہ فنون لطیفہ کو تمدن کی دوسری شاخون کے ساتھ کسی قسم کی وابستگی، مناسبت اور توازن نہین ہی، تمدن نے اس زمانہ سے زیادہ کبھی ترقی نہین کی تھی، لیکن باانیہمہ اس زمانے سے زیادہ فنون لطیفہ کبھی عام اور متبذل نہین ہوئے، اسکی وجہ صرف یہ ہی کہ وہ مذہبی خوش اعتقادیان، وہ مذہبی ضرورتین اور وہ مذہبی احساسات اب بالکل بدلگئے ہین، جنھون نے قدیم زمانے مین فنون لطیفہ کو تمدن کا دیباچہ زرین بنا دیا تھا، اوس زمانے مین فنون لطیفہ کی جلوہ طرازیان صرف مذہبی عبادت گاہون مین نظر آتی تھین، لیکن اب فنون لطیفہ صرف زیب و زینت کا ذریعہ خیال کئے جاتے ہین، جس مین بہت زیادہ وقت اور بہت زیادہ روپیہ صرف کرنا جائز نہین، چونکہ اس فن کا اب تمدنی ضروریات مین شمار نہین کیا جاتا، اسلیئے وہ ایک مصنوعی فرض بلکہ زیادہ تر ایک تقلیدی چیز بن گیا ہی، اسی بنا پر آج فنون لطیفہ کو کسی قوم کا مخصوص قومی فن نہین قرار دیا جا سکتا، بلکہ ہر قوم دوسری قوم کے طرز عمل کی نقل اور تقلید کر رہی ہے، اگرچہ اس نقل سے بھی نقل کرنے والون کی ضرورتون اور خواہشون کا پتہ چل سکتا ہی، لیکن یہ بالکل

یقینی ہے کہ یہ نقل خیالات اور جذبات پر کسی قسم کی دلالت نہین کرتی، قرون وسطی کی تصویرین باوجود اپنی سادگی کے ہمکو بتاتی ہین کہ اس زمانے کے خوش اعتقاد مصور، حوارئین مسیح، جنت اور دوزخ کی جو تصویرین کھینچتے تھے، اونکا اوس زمانے مین خاص اثر تھا، اور وہ اوسوقت حاصل زندگی خیال کیجاتی تھین، لیکن اس زمانے کے غیر مذہبی مصور عمارتون کی دیوار و نیز نوع انسان کے عہد طفولیت کی جو قدیم تصویرین صرف اس غرض سے بناتے ہین کہ "عہد گذشتہ کی یاد تازہ ہوجائے" اونکے دیکھنے سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ محض نقالی ہی،

فنون لطیفہ کا کمال یہ ہی کہ وہ اپنے زمانے کی مخصوص کیفیت کو پیش نظر کردے اور ہمکو خود تصویرون کے اندر مصور کے اصلی محسوسات اور حقیقی مشاہدات کی تصویر نظر آجائے. لیکن اگر صرف ایسی تصویرین بنائی جائین جو اون عقائد و خیالات کی ترجمانی کرین جنکا ہم خود اعتقاد نہین رکھتے، تو یہ حقیقی فن نہین بلکہ نقالی اور تقلید ہی، ہمارے زمانے مین من حیث الفن صرف اون چیزون کی تصویرون کو اصلی تصویر کہہ سکتے ہین جو ہمارے گرد و پیش موجود ہین، ہمارے زمانہ کا اصلی فن تعمیر وہ ہی جو ہمارے سامنے پنج منزلہ عمارتون، پانی کی نہرون، بڑے بڑے پلون، اور ریلوائیونکا ڈھانچہ کھڑا کردیتا ہی، فن تعمیر کا مقصد انسان کو فائدہ پہونچانا ہی، اسلئے فن تعمیر کے یہی نمونے ہمارے خیالات، اور جذبات کے موافق ہین جسطرح گاتھک طرز کے گرجے اور عہد امرا[1] کے محل، ایک مخصوص دور کو ہمارے پیش نظر کردیتے ہین، اسی طرح اس زمانے کا فن تعمیر موجودہ دور کی صحیح تصویر کھینچدیتا ہی، لیکن دور جدید کے مکانات اور عہد قدیم کے گرجے دونون زمانہ آیندہ کے انجینیر کو یکسان نظر آئینگے، کیونکہ اونکی وقعت اوسکے نزدیک اون پتھر کی کتابون کے دو صفحون سے زیادہ نہ ہوگی، جنکو ہر زمانہ، آنے والے زمانہ کیلئے چھوڑجاتا ہی، ہر طرز اور ہر روش اپنے

[1] لے ڈائٹ،

زمانہ کے خیالات کا آئینہ ہوتی ہے، اور چونکہ زمانہ اور زمانہ کے ساتھ تمام قومین بدلتی رہتی ہین، اسلئے ان خیالات مین بھی تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے، لیکن یہ تمام خیالات فلسفیانہ حیثیت سے ایک ہی درجہ رکھتے ہین، کیونکہ اُنکی وقعت اس سے زیادہ نہین کہ "وہ وقتی علامتین ہین" اس لحاظ سے تمام قومی مظاہر کی طرح فنون لطیفہ بھی ایک قومی مظہر ہے، اور اس حیثیت سے اسمین اور تمدن کی دوسری شاخون مین کوئی فرق نہین ہے لیکن باانہمہ وہ ٹھیک ٹھیک تمام قومون کے خیالات کی ترجمانی نہین کرتا،

ہمارے موضوع کے لحاظ سے یہ بحث درحقیقت نہایت ضروری بحث ہے، کیونکہ ہر تمدنی شاخ کی اہمیت کا صحیح معیار صرف اُسوقت قائم کیا جاسکتا ہے جب اس کلیہ کو پیش نظر رکھا جائے کہ جب کوئی قوم اوسکو دوسری قوم سے منتقل کرکے اپنے یہان لاتی ہے تو اوسمین تغیر وتبدل پیدا کرنے کی کسقدر صلاحیت رکھتی ہے؟" اگر اس قوم کو فنون لطیفہ مین کامل دسترس ہوتی ہے تو وہ جنس مستعار کو اپنے خاص سانچے مین ڈہال لیتی ہے، لیکن تمدن کی جو شاخین خاص اس قوم کے اصلی جذبات کو نمایان نہین کرتین، اونپر اوس کا بہت کم اثر پڑتا ہے، چنانچہ جب رومن قوم نے یونانی طرز عمارت کی تقلید کی تو اسمین کوئی نمایان تغیر نہین پیدا کیا، کیونکہ رومن قوم کی سوح کا مظہر فنون لطیفہ نہ تھے، بلکہ اوس کا میلان تمدن کی دوسری شاخون کی طرف تھا لیکن باانہمہ چند دنون کے بعد آب وہوا اور جغرافیانہ خصوصیات کے اثر سے فنون لطیفہ بھی متاثر ہوتے ہین، اور اضطراراً قومی روح پر دلالت کرتے ہین، یہانتک کہ رومن قوم جیسی تہیدست قوم بھی اون پر اپنا ملکی اثر ڈال سکتی ہے، چنانچہ روما کی وہ قدیم عبادت گاہین، وہ قدیم محل، وہ قدیم محرابین اور وہ قدیم نقش ونگار بھی جو اگرچہ یونانیون یا یونانیون کے شاگردونکی صناعیون کی عکسی تصویرین ہین، تاہم اون کا آب ورنگ، اونکا ساز وسامان، اونکا طول وعرض، اور اونکی

تعمیر کا مقصد ایتھنز کے نازک و لطیف خیالات کی ترجمانی نہین کرتا، بلکہ اوس جنگی قوت، اور فوجی شان و شوکت کا اظہار کرتا ہے، جس نے روما مین ہلچل ڈالدی تھی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قوم جس چیز کو اپنے استعمال مین لاتی ہو گو وہ اصل مین اوسکی قومی شخصیت سے خارج ہوتا ہم وہ اوسپر اپنا ذاتی اثر ڈال ہی لیتی ہی، اور وہ ہمکو اوسکے مزاج عقلی، اور خیالات نفسانی کا پتہ دیتا ہی،

اصل یہ ہو کہ معمار، ادیب، شاعر، غرض ہر وہ شخص جو صناع ہوتا ہی، اپنے اندر ایک ساحرانہ طاقت رکھتا ہی جس کے ذریعہ سے اپنی صناعیون کو اپنی قوم اور اپنے زمانہ کی روح کا حقیقی مظہر بنا دیتا ہی، یہی وجہ ہے کہ ہر صناع فطرۃً شدید الانفعال ہوتا ہی، اوسکے احساسات الہامی و نظری ہوتے ہین، وہ صرف ظاہری صورتونکا ادراک کرتا ہی اور انکی لم وحقیقت سے بحث نہین کرتا، اور اس بنا پر وہ اوس جماعت کے خیالات کا آئینہ ہوتا ہی جس مین وہ زندگی بسر کرتا ہے، اوسکی صناعیون کے ذریعہ سے اوسکے قومی تمدن کے متعلق نہایت سچی شہادت حاصل کیجاسکتی ہے، وہ جو کچھ دیکھتا ہی طوطے کی طرح اوسکی نقل کر دیتا ہی، اسلیئے وہ جو کچھ زبان حال سے کہتا ہی، اوسمین غلطی کا احتمال نہین ہوتا، اوسپر گرد و پیش کے محسوسات کا شدت کے ساتھ اثر پڑتا ہی، اسلیئے وہ تمدنی احساسات، تمدنی خیالات، تمدنی ضروریات، اور تمدنی میلان کی تعبیر مین جادۂ اعتدال سے ذرہ برابر بھی نہین ہٹتا، آزادئی خیال سے وہ بالکل ناآشنا ہوتا ہی، وہ اپنے عقیدہ کو تقلید اور اون موروثی عقائد، خیالات، اور جذبات کے تنگ دائرہ مین محدود کر دیتا ہے، جن سے قومی روح پیدا ہوتی ہو، اور اسلیئے ان تمام چیزون کا اوس پر شدت کے ساتھ اثر پڑتا ہی، کیونکہ وہ غیر شاعرانہ افعال جہان اوسکی صناعیون کا خمیر اور قوام طیار ہوتا ہی، انھی جذبات و احساسات کے چشم و ابرو کا اشارہ ہوتے ہین، آج اگر ہم اون تمام صنعتی یادگارون کو کھو دین در زمانہ گذشتہ کے واقعات کے معلوم کرنے کا ذریعہ صرف اون اختراعی قصص و حکایات مین محدود ہوجائے جو تاریخ

کی کتابون مین درج ہین، تو دورِ ماضی ہماری نگاہون سے بالکل اوجھل ہو جائیگا،

غرض فنون لطیفہ کا اصلی جوہر یہ ہی کہ وہ جس زمانے مین پیدا ہوئے ہین اوسکی ضروریات کی ٹھیک ٹھیک تعبیر کرین، اگرچہ فنون لطیفہ کی ہر شاخ نہایت فصاحت کے ساتھ ان ضروریات کی ترجمانی کرتی ہی، لیکن اون مین عمارتون کو خاص طور پر خصوصیت حاصل ہی، وہ کتابون سے زیادہ حق گو ہین، اور مذہب زبان کی بہ نسبت اُنمین بہت کم تصنع پایا جاتا ہی، کیونکہ احساس اور ضرورت دونون نے اون کو پیدا کیا ہی، معمار انسان اور خدا دونون کا گھر بناتا ہی، اور عبادت گاہون اور خاندانون ہی کے اندر اون اسباب کا خمیر طیار ہوا ہی جنھون نے تاریخ انسانی کو پیدا کیا ہی،

اِن تمام بیانات سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ تمام تمدنی عناصر اوس قوم کی روح کا مظہر ہین جس نے اُنکو پیدا کیا ہی، اور اون مین بعض اجزا جو مختلف قومون اور مختلف زمانون یا ایک ہی قوم کے تغیرات سے بدلتے رہتے ہین، وہ اس روح پر بہ نسبت دوسرے اجزا کے نہایت صحت کے ساتھ دلالت کرتے ہین،

چونکہ یہ تمام تمدنی عناصر مختلف قومون، اور مختلف زمانون کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہین، اِسلئے نہ اون مین کسی کو تمام قومون کے تمدن کا عام معیار قرار دیا جا سکتا، نہ ان مین کوئی ترتیب قائم کی جا سکتی، کیونکہ زمانہ کے تغیرات سے اونکی اہمیت بدل جاتی ہی، اور اونکے ساتھ اس ترتیب مین بھی تغیر پیدا ہو جاتا ہی، اگر صرف مادی فوائد کے لحاظ سے تمدنی عناصر پر بحث کیجائے تو تمدن کا سب سے اہم عنصر نظام فوج کو قرار دیا جا سکتا ہی، جسکے ذریعہ سے انسان دوسرون کو اپنا غلام بناتا ہی، اور اس حیثیت سے یونان کے اُدبا، فلاسفہ، اور ماہرین فنون لطیفہ کو روما کے اوباشونکے مقابل مین، مصر کے حکماء کو نیم وحشی ایران کی صف مین، ہندوؤن کو غیر متمدن مغلون کے پہلو مین بیٹھ جانا پڑے گا، لیکن تاریخ اس وقیق تقسیم کو ہاتھ نہین لگاتی، اوسکے نزدیک سب سے بڑی چیز جنگی فوقیت و امتیاز ہے مگر فوجی تفوق کے ساتھ دوسرے تمدنی عناصر بہت کم ترقی کرتے ہین، فوجی تفوق دوسرے تمدنی

عناصر کے ساتھ بہت کم جمع ہو سکتا ہی کیونکہ فوجی غلبہ مین اوسوقت انحطاط پیدا ہو جاتا ہی جب خود کوئی قوم زوال پذیر ہوتی ہی چنانچہ تمام متمدن سلطنتین تمدن کے معراج کمال پر پہونچکر فنا ہو گیئن، اور اپنی جگہ اون وحشی قومون کیلئے خالی کر دی، جو اگرچہ عقل مین اونسے بدرجہا پست رتبہ تھین لیکن اون مین اخلاقی اور فوجی طاقت پائی جاتی تھی، اور یہ دونون اخلاقی جوہر ہمیشہ تمدنی سامان عیش کے ڈھیر مین گم ہو جاتے ہین، اور اس بنا پر ہم کو افسوس کے ساتھ تسلیم کرنا پڑتا ہی، کہ تمدن کے جو عناصر (مثلاً نظام فوج) حکمار کی نگاہ مین نہایت کم درجہ رکھتے ہین، اجتماعی حیثیت سے اونکی قدر و قیمت سب سے زیادہ ہوتی ہی، اگر گذشتہ زمانہ کا قانون طبعی آنےوالے زمانہ پر بھی منطبق ہو سکتا ہی تو اعلیٰ درجہ کی تمدنی ترقیان، قوم کے لیے سب سے زیادہ خطرناک ہین، جب کسی قوم کا شیرازۂ اخلاق درہم برہم ہو جاتا ہی، تو وہ مرجاتی ہی، اور اخلاقی اوصاف مین اوسیقدر تنزل پیدا ہوتا ہی جس قدر قوم عقل اور تمدن مین ترقی کرتی ہی،

دوسری فصل

مذاہب، سیاسیات، اور زبان مین کیونکر تغیرات پیدا ہوتے ہین؟

کوئی قوم متمدن ہو یا غیر متمدن، اپنے تمدنی عناصر مین دفعتہً تغیر نہین پیدا کر سکتی جن قومون نے

اپنا مذہب، اپنی زبان، اور اپنے فنون لطیفہ کو بدل دیا ہے، اونکی حالت سے اسکا مقابلہ جاپان کی

مثال۔ یہ تغیر ظاہری ہے۔ بودھ، اسلام، عیسائیت، اور براہمہ کے مذہب مین اون قومونکے

لحاظ سے کلی تغیرات جنھون نے ان مذاہب کو قبول کیا ہے، سیاست اور زبان جب کسی قوم مین

منتقل ہوتی ہے، تو اوس قوم کی وجہ سے اونمین تغیرات، مختلف زبانون کے مترادف الفاظ مختلف

معانی و احساسات پر دلالت کرتے ہین، اور اسی وجہ سے کسی زبان کا دوسری زبان مین

ترجمہ نہین ہوسکتا، بعض قومون کا تمدن جو تاریخی کتابون مین بہت زیادہ تغیر پذیر نظر آتا ہے۔

اوس کا سبب، تمدن و مذہب کا باہم جو اثر پڑتا ہے، اوسکے حدود کیا ہین؟

ہم کسی دوسری جگہ بیان کر آئے ہین کہ متمدن قومین غیر متمدن قومون کو اپنے تمدنی حلقہ

اثر مین نہین لا سکتین، اور یورپ نے اس تمدنی انقلاب مین تعلیم تربیت، اور نظام سیاست وغیرہ کے

ذریعہ سے جو فائدہ اوٹھانا چاہا ہے، وہ بالکل ناکافی ہے، اس سلسلہ مین ہم نے اس مسئلہ کو نہایت

واضح کر دیا ہے کہ تمام تمدنی شاخون کا مبدا، اصلی قوم کا وہ مزاج عقلی ہوتا ہے جو مدتون کے

موروثی اثر سے پیدا ہو جاتا ہے، اور جب تک یہ مزاج نہ بدل جائے، تمدنی شاخون مین کسی

قسم کا تغیر نہین پیدا کیا جا سکتا، لیکن مزاج عقلی کو صرف زمانہ ہی بدل سکتا ہے، خود فاتح قومین

اوس مین کوئی تغیر نہین پیدا کرسکتین، ہر پست درجہ قوم کو تمدنی مدارج کے طے کرنے مین مختلف مراحل سے گذرنا پڑتا ہی، چنانچہ جن وحشی قومون نے یونانی تمدن کو پامال کردیا اون کے حالات سے اسکی تصدیق ہوسکتی ہی، اس بنا پر جو لوگ تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے ان مراحل کو پھاندجانا چاہتے ہین، وہ اس قوم کے اخلاق کو پراگندہ اور اوسکے دماغ کو پریشان کرتے ہین، اور اوسکو ایک ایسی سطح کی طرف لیجانا چاہتے ہین، جو پہلے سے بھی زیادہ پست ہی،

ہم نے اس مسئلہ مین غیر متمدن قومون کے متعلق جو دلیل پیش کی ہے، وہ متمدن قومون پر بھی صادق آتی ہی اسلئے اگر وہ صحیح ہی، تو یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہی کہ متمدن قومین اپنے تمدن مین دفعتہً کوئی تبدیلی نہین پیدا کرسکتین بلکہ اونکو اس تمدنی انقلاب مین بتدریج مختلف مرحلون اور مختلف دورون سے ہوکر گذرنا پڑیگا، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ متمدن قومون نے ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کیا ہی، ایک نظام سیاست کو دوسرے سیاسی نظام کے قالب مین بدل دیا ہی، ایک زبان کا دوسری زبان کے بجائے انتخاب کیا ہی، قدیم آبائی فنون لطیفہ کو چھوڑ کر جدید فنون لطیفہ کی بیکرآرائی کی ہی، لیکن حقیقت مین یہ انقلاب اوسوقت ہوا ہی جبکہ قوم نے ان تمام چیزون کو ایک مدت مین جلا دیکر اپنے مزاج عقلی کے موافق بنالیا ہی،

بظاہر تاریخ کا ہر صفحہ اس نظریہ کی مخالفت پر آمادہ نظر آتا ہی، ہم علانیہ دیکھ رہے ہین کہ بہت سی قومون نے اپنے تمدنی عناصر بدل دیئے ہین، اور اپنے قدیم مذہب، قدیم سیاست، اور قدیم زبان کے بجائے جدید مذہب، جدید سیاست، اور جدید زبان کو اختیار کرلیا ہے، بعض قومین اپنے آبارواجداد کے مذہب کو چھوڑ کر عیسائی مذہب، بدھ مذہب، یا مذہب اسلام کے دائرہ مین داخل ہوگئی ہین بعض قومون نے اپنی زبان بالکل بدل دی ہی، اور بعض قومون نے اپنے نظام سیاست اور فنون لطیفہ کو بالکل دوسرے قالب مین ڈھال لیا ہے، بظاہر

اس قسم کے تمدنی انقلاب کے لیئے ایک فاتح، ایک مشنری یا بعض قومی ہوسن ہستیون کا وجود کافی ہے
لیکن درحقیقت تاریخ نے ان انقلابات کی روایت مین اپنی قدیم فطری غلطی کی تائید کی ہو، ورنہ
اگر ہم ان انقلابات وتغیرات کو دقیق نگاہ سے دکھین، تو ہمکو نظر آئیگا، کہ صرف ان تمام چیزون کے
نام بدل گئے ہین، حقیقت نہین بدلی ہو، الفاظ کے تہ مین جو معنے تھے، وہ اب تک زندہ ہین، اور
اون مین بہت دنون کے بعد تغیر پیدا ہوگا،

اس مسئلہ کی تشریح کے لیئے ہم کو مختلف قومون کے تمدنی عناصر کو ایک جگہ جمع کرنا پڑیگا، یعنی
اون کی ایک جدید تاریخ مرتب کرنا ہوگی، لیکن ہم نے اپنی مختلف کتابون مین اس فرض کو ادا کردیا ہو،
اور یہ اوسکے اعادہ کا موقع نہین، اس جگہ تمام تمدنی عناصر کے بجائے صرف ایک عنصر یعنی
فنون لطیفہ کا ذکر کافی ہوگا، لیکن فنون لطیفہ کے تغیرات کا ذکر ایک مستقل فصل مین آگے آئیگا،
اوس سے پہلے اون تغیرات کا ذکر مناسب ہوگا جو تمدن کے دوسرے عناصر پر طاری ہوتے ہین،
تاکہ یہ ثابت ہوجائے کہ جو نظریہ تمدن کے ایک عنصر پر صادق آتا ہو، وہ اوسکے دوسرے عناصر
پر بھی صادق آسکتا ہو، اور جس طرح ہر قوم کے فنون لطیفہ اوسکے مزاج عقلی کے ساتھ مناسبت رکھتے
ہین، اوسی طرح یہ مناسبت زبان، نظام سیاست، اور مذہبی عقائد مین بھی پائی جاتی ہے، اور اس
لحاظ سے نہ اون مین دفعتہً کوئی تغیر پیدا ہوسکتا ہو، نہ اون کو کسی دوسری قوم مین منتقل کیا جاسکتا ہو،

عام خیال یہ ہو کہ مذہبی انقلابات کی تاریخ اس نظریہ کے بالکل مخالف ہے، لیکن واقعہ
یہ ہے کہ صرف مذہبی تاریخ ہی مین اس نظریہ کی صحت کی یقینی مثالین ملتی ہین، اور اوسمین
اس قسم کے دلائل پائے جاتے ہین جن سے ثابت ہوتا ہو، کہ جس طرح انسان اپنے قد و قامت
خط و خال، اور رنگ روپ کے بدلنے کی قدرت نہین رکھتا، اوسی طرح کوئی قوم اپنے تمدنی
عناصر مین تغیر نہین پیدا کرسکتی،

اس سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا کہ تمام بڑے بڑے مذاہب مثلاً بودھ مذہب، ہندوت
عیسائیت اور اسلام کے حلقہ اثر مین دفعتہً بڑی بڑی قومین داخل ہوگئین ہین، اوران مذاہب نے
اونکے اصل مذہب کو دفعتہً بدل دیا ہی، لیکن غور وفکر کے بعد معلوم ہوتا ہی کہ ان قومون نے اپنے
قدیم مذہب کی حقیقت کو نہین بدلا ہی، بلکہ صرف اوس کے نام کو بدل دیا ہی، اوران مذاہب
جدیدہ نے اون کے قدیم مذہب مین کوئی تغیر نہین پیدا کیا ہی، بلکہ وہ خود اونکے قدیم عقائد کے
قالب مین ڈھل گئے ہین، اس بنا پر اس جدید مذہب کی حقیقت اس قدیم مذہب کے پھیلاؤ اور وسعت سے
زیادہ نہین، بلکہ اون مذاہب مین جو ایک قوم سے منتقل ہوکر دوسری قوم مین آتے ہین، اسقدر
تغیر پیدا ہوجاتا ہی کہ صرف اونکا نام ہی نام باقی رہ جاتا ہے، بودھ مذہب اسکی ایک نمایان
مثال ہی، چنانچہ جب وہ چین مین داخل ہوا تو اوسکی تمام خصوصیات اسطرح مٹ گئین کہ اول اول
علما نے اوسکو ایک مستقل مذہب خیال کیا اور اون کو ایک مدت کے بعد معلوم ہوا کہ یہ بودھ مذہب ہے
جس مین چینیون نے اسقدر تغیرات پیدا کر دئیے ہین، یہ مذہب ہندوستان چین نیپال اور سیلون
مین بھی قائم ہے، لیکن اوسکی حقیقت ہر جگہ ایک دوسرے سے مختلف ہی، وہ ہندوستان مین قدیم
برہمنی یا ہندو مذہب کی ایک شاخ ہی، اوران دونون مین بہت کم فرق پایا جاتا ہی، لیکن چین
مین وہ اوس مذہب سے گہرا تعلق رکھتا ہی، جو اسکے پہلے وہان عام طور پر موجود تھا، خود قدیم ہندو
مذہب کی بھی یہی حالت ہی، ہندوستان مختلف ذاتونکا مرکز ہی، اور اگرچہ ان سب کا مذہب
ایک ہی ہی تاہم ان مختلف گروہون کے عقائد مین ناگزیر طور پر اختلاف پایا جاتا ہے، ان مین
جو لوگ قدیم برہمنی مذہب کے پابند ہین، اون سب کا اعتقاد یہ ہی کہ اونکے سب سے بڑے معبود وشنو،
اور شیو ہین، اور اونکی مذہبی کتاب وید ہی، لیکن درحقیقت ان دونون معبودونکا نام ہی نام باقی رہ گیا ہے،
اور وید کی حقیقت چند الفاظ بے معنی سے زیادہ نہین ہی، ان تمام لوگون کے مقابل

ہین اور بے شمار مذاہب، اور مختلف ذاتون اور مختلف فرقون کی طرح مختلف عقائد پیدا ہو گئے،
ہندوستان ہین مذہبی حیثیت سے توحید بھی پائی جاتی ہی، بہت سے معبود بھی پوجے جاتے ہین،
حیوانات، جمادات، آباواجداد، بھوت پریت، غرض تمام دنیا کی پرستش بھی کی جاتی ہی، لیکن
اگر ہم وید مین ہندوستان کے حقیقی مذہب کی تحقیقات کرنا چاہین تو ہم کو ان تمام معبودون مین سے
جو یہان پوجے جاتے ہین، اور ان تمام عقائد مین سے جو یہان کے طول وعرض مین پھیلے ہوئے
ہین صرف معدودے چند کا پتہ چلے گا، اس لحاظ سے اگرچہ ہر برہمنی مت اس کتاب مقدس کی
عزت کرتا ہی، لیکن اس کتاب نے جس مذہب کی تلقین کی ہی، اوسکا کوئی جزو محفوظ نہین ہی، اسلام
بھی باوجود اپنے عقیدۂ توحید کی سادگی کے اس کلیہ سے مستثنیٰ نہین ہی چنانچہ، ایران، عرب، اور
ہندوستان کے اسلام مین عظیم الشان فرق ہی، ہندوستان مین چونکہ تعدد خدا یعنی شرک کا
عقیدہ نہایت پختہ طور پر قائم ہو گیا تھا، اسلیے ہندوستانیون نے سخت سے سخت موحدانہ مذہب
مین بھی نہایت آسانی کے ساتھ بہت سے خدا پیدا کر لیے، پانچ کرور ہندوستانیون کا اعتقاد ہے
کہ محمد صلعم اور دوسرے اولیا خدا[1] ہین، اور اونھون نے اپنے ہزارون معبودون کے ساتھ انکا بھی
اضافہ کر لیا ہی، عملی حیثیت سے اسلام ہندوستان کے مسلمانون مین مساوات بھی پیدا نہ کرسکا حالانکہ
مساوات ہی اوسکی اشاعت کا ایک قوی ترین ذریعہ تھی، ہندؤن کی طرح ہندوستان کے
مسلمانون مین بھی مختلف ذاتین موجود ہین، دکن اور دراگن قبائل مین اسلام کی صورت اسقدر
مسخ ہو گئی ہی کہ اس مین اور ہندوون مین صرف اسقدر فرق ہی کہ مسلمان محمد صلعم کا نام لیتے ہین، اور
جمعہ جماعت قائم کرتے ہین، لیکن اونھون نے اپنے پیغمبر کو بھی خدا کی حیثیت دیدی ہے، اور

[1] نہین معلوم مصنف نے ہندوستان کے کس فرقہ غیر معلوم کی طرف اشارہ کیا ہی، شاید اوسکا مقصود خوجہ جماعت سے ہی،
مگر اوس کی اسقدر تعداد نہین، یا عوام قبر پرست مسلمانون سے ہو،

اُسکی اسیطرح عظمت بھی کرتے ہین،

اسلام کے ان تغیرات کے مشاہدہ کے لیئے ہم کو ہندوستان کے سفر کی ضرورت نہین، مسلمانان الجزائر (الجیریا) کی حالت کا مطالعہ کرلینا کافی ہے الجزائر مین دو مختلف قبیلے ہین، یعنی عرب، اور بربر، اور دونون کے دونون مسلمان ہین لیکن دونون کے اسلام مین بڑا فرق ہی بربر لوگ تعداد ازدواج کے قائل نہین، اُنکا ایمان صرف ایک بی بی پرہی اونکے اسلام مین دس بُت پرستی کی بھی آمیزش پائی جاتی ہی جسکے وہ کارتھیج و روم کی حکومت سے خوگر ہوگئے تھے،

یورپ مین بھی عیسائی مذہب اختلاف اقوام کی بنا پر ان تغیرات سے محفوظ نہین بہت سے لوگ ہین، جو مذہبی کتابون کے اُصول و قواعد کو بلفظہا محفوظ رکھنا چاہتے ہین لیکن پھر بھی وہ الفاظ ہین، اور ان الفاظ کی تشریح و تفسیر مین ہر قوم نے مختلف مذاہب اختیار کیئے ہین، عیسائیون مین بعض تو مین خالص بت پرست ہین چنانچہ نشیبی برطانیہ کے باشندے بتون کی پرستش کرتے ہین، اسپین کے عیسائی مخلوقات کو خدا قرار دیتے ہین، اٹلی کے دہقانی عیسائی مریم عذرا کے مجسمہ کو خدا مانتے ہین، اگر ہم زیادہ غور و فکر سے کام لین تو ہم کو معلوم ہوگا کہ پروٹسٹنٹ مذہب بھی دو مختلف قومون یعنی یورپ کی شمالی و جنوبی اقوام کے اسی تفسیری اختلاف کا نتیجہ ہی، اول الذکر نے اپنے عقائد خود اجتہادی طور پر قائم کئے، اور معاملات زندگی کو خود اپنے فہم اور فیصلہ کے مطابق طے کرلیا، لیکن جنوبی قوم اپنے قدیم جمود و تقشف اور عقلی و اجتہادی پستی پر قائم رہگئی،

ان مشاہدات کی تشریح و توضیح مین طوالت پیدا ہوتی جاتی ہی، اس بنا پر ہم صرف تمدن کے دو عنصر یعنی نظام سیاست اور زبان کا ذکر اور کرنا چاہتے ہین،

یہ نظریہ مذہب اور سیاست دونون پر یکسان صادق آتا ہی یعنی مذہب کی طرح سیاست بھی جب ایک قوم سے دوسری قوم مین منتقل ہوتی ہی، تو اُسکی صورت بالکل بدل جاتی ہے زیادہ طول

بیانی کی ضرورت نہین ، ہر شخص خود اپنے زمانہ مین دیکھ سکتا ہی کہ قومون کے اختلاف کی بنا پر ایک ہی سیاسی نظام مین کسقدر تبدیلی پیدا ہو جاتی ہی، چنانچہ جب ہم ممالک متحدہ امریکہ پر بحث کرینگے تو ایک مستقل فصل مین اُسکی تشریح کر دین گے،

ہر سیاسی نظام درحقیقت ضرورت کا نتیجہ ہوتا ہے ، اور صرف ایک نسل کا ارادہ اُس پر کوئی اثر نہین ڈال سکتا، بلکہ قومی انقلاب کے ہر دور مین خاص احساسات، خاص خیالات خاص موروثی آثار پیدا ہو جاتے ہین اور ان تمام حالات مین ایک مخصوص نظام سیاست کی ضرورت ہوتی ہی، جو دوسری حالتون کے لیئے موزون نہین ہوتا، نظام سیاست مین حکومت کو کوئی دخل نہین ہی، اور دنیا مین کوئی قوم ایسی نہین ہی جس نے محض اپنی خواہش کے موافق اپنے نظام سیاست کو قائم کیا ہو اور اگر شاذ و نادر کسی قوم نے ایسا کیا بھی تو وہ اُسکو قائم نہین رکھ سکی، ہمارے یہان ایک مدت سے جو سیاسی انقلابات پیدا ہوتے رہتے ہین، اُنھون نے مدبرین سیاست کو اس حقیقت کا یقین دلا دیا ہوگا، بلکہ میرا گمان تو یہ ہی کہ بجز کج فہم، عامی اور متعصب لوگون کے کسی کا یہ خیال نہین ہی کہ عظیم الشان اجتماعی تغیرات، صرف فرمان شاہی کے ذریعہ سے پیدا کیئے جا سکتے ہین، ہر نظام سیاست صرف اسلیئے مفید خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اُن تغیرات کو مستحکم کر دیتا ہی، جو اخلاق اور خیالات مین پیدا ہو جاتے ہین، اس لحاظ سے وہ اخلاق و افکار کا تابع ہے اُن پر مقدم نہین ہی، درحقیقت کوئی سیاسی یا اجتماعی نظام انسان کے اخلاق و افکار مین نہ تغیر پیدا کرتا نہ کسی قوم کو کافر یا پابند مذہب بناتا نہ لوگون کو آزادی و استقلال کی تعلیم دیتا، نہ اُنکے گلے مین طوق و زنجیر ڈالکر اُنکو حکومت کا غلام بناتا،

نظام سیاست کی طرح ایک زبان بھی جب کسی قوم سے دوسری قوم مین منتقل ہوتی ہے تو اُس مین تغیر و تبدل ہو جاتا ہی، اس بنا پر تمام دنیا کے لیئے ایک مشترکہ زبان کے ایجاد کرنے کا

خیال ایک طفلانہ ہوس پرستی ہی، یہ سچ ہی کہ گال قوم نے رومن فتوحات کی دو صدی بعد لاطینی زبان کو اختیار کر لیا تھا، لیکن اونھون نے اپنی ضروریات کے مطابق بہت جلد اُس مین تغیرات بھی پیدا کر دیئے، اور اُسکو اپنے خیالات کے رنگ مین رنگ لیا چنانچہ اُسی کا نام آج فرنچ زبان ہی مختلف قومین بہت دنون تک ایک ہی زبان کا استعمال نہین کر سکتین بلکہ تجارتی ضروریات اور ملکی فتوحات کے اثر سے اُنکو اپنی اصلی زبان کے علاوہ دوسری زبان سے بھی کام لینا پڑتا ہے، اس طرح چند نسلون کے بعد اس جدید زبان مین عظیم الشان تغیر پیدا ہو جاتا ہی، اور جسقدر پشتون کی تعداد زیادہ ہوتی جاتی ہے، اُسیقدر یہ تغیرات بڑھتے جاتے ہین،

اس سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا کہ مختلف قومون کی مختلف زبانین ہوتی ہین، چنانچہ ہندوستان اسکی سب سے زیادہ بدیہی مثال ہی یہان مختلف قومین آباد ہین، اور اس بنا پر اگر علماء نے یہان کی زبانون کی تعداد دو سو چالیس بتائی ہی، تو یہ کوئی تعجب انگیز بات نہین، یونانی اور فرنچ زبان مین جس قدر فرق ہی، ہندوستان کی بعض زبانون مین اس سے بہت زیادہ باہمی فرق موجود ہے، ہندوستان مین تین سو بولیان بھی ہین لیکن اُن مین سب سے زیادہ مہتم بالشان وہ زبان ہی جو ان سب مین سب سے زیادہ نئی ہے، یعنی **اُردو** جس کی عمر تین سو برس سے زیادہ نہین یہ زبان فارسی، اور عربی سے جو فاتحین ہندوستان کی زبان تھی، اور ہندی سے جو اس ملک کی زبانون مین سب سے زیادہ عام اور متداول تھی مرکب ہی لیکن تھوڑے ہی دنون کے بعد فاتح اور مفتوح دونون نے اپنی اصلی زبان بھلا دی، اور ان دونون فرقون کے اختلاط سے جو جدید نسل پیدا ہوئی اُس نے اپنی ضرورت کے مطابق اُردو کو اپنی عام زبان بنا لیا،

زبان کے متعلق سب سے بڑا اساسی مسئلہ یہ ہی کہ قومون کے اختلاف سے الفاظ کے معانی مین بھی اسقدر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے، کہ دو ہم معنی الفاظ مین بھی اسقدر فرق محسوس

ہوتا ہے کہ گویا وہ مرادف الفاظ نہ تھے اور اس لئے ایک زبان کا ترجمہ دوسری زبان مین نہین ہو سکتا خود ایک ہی قوم کی زبان مین اسکی مثالین مل سکتی ہین، مثلاً ایک زمانے مین ایک لفظ کسی خاص معنے مین مستعمل ہوتا ہے پھر چند سال کے بعد اُسکے معنی بدل جاتے ہین، پرانے لوگون کے دلون مین صرف اسی قدیم معنے کا تصور پیدا ہوتا تھا، بعد کو اخلاق و عادات، او خیالات کے تغیرات سے الفاظ کے معانی مین بھی تغیرات پیدا ہو گئے، لیکن اُن قدیم الفاظ کا بدلنا چونکہ ناممکن تھا، اسلیئے بول چال مین اُنہی کا استعمال ہوتا رہا تاہم ان قدیم وجدید معانی مین ایک خاص قسم کی مناسبت ضرور قائم رہتی ہی، اگر ہم کو قدیم قومون کے تاریخی مطالعہ سے یہ نظر آ ے کہ ہمارے اور اُن کے تمدن مین کوئی مناسبت نہین ہی، تو ہم کو صاف طور پر معلوم ہو جائیگا، کہ اگر ہماری زبان مین اُن کی زبان کا ترجمہ کیا جائے، تو اسکا صرف یہ نتیجہ نکلے گا، کہ ہماری زبان مین چند الفاظ کا اضافہ ہو جائیگا جنکا قالب قدیم معانی سے خالی ہوگا، یعنی ان الفاظ کے ذریعہ سے جو تصور ان قدیم قومون کے دلون مین پیدا ہوتا تھا، وہی ہمارے دلون مین بالکل اُسکے مخالف خیال پیدا کرین گے، ہندوستان مین یہ نظریہ سب سے زیادہ واضح ہو جاتا ہے، سیاسی انقلابات سے چونکہ ہندوستانی خیالات مین ہمیشہ انقلاب ہوتا رہا، اِس لیئے یورپ کی طرح وہان کے الفاظ معانی مین بھی استحکام و ثبات نہین پیدا ہوا، اسکے علاوہ یورپین اور ہندوستانی خیالات مین کسی قسم کا تعلق بھی نہین ہی، اس بنا پر بہت سی سنسکرت کتابون کا ترجمہ یورپین زبانون مین نہین ہو سکتا، مثلاً ویدکے ترجمہ کے لئے یورپ مین جو کوششین ہوئین سب کی سب ناکامیاب ثابت ہوئین،

حقیقت یہ ہی کہ جو قومین عمر مین، قومیت مین، تربیت مین ہم سے مختلف ہین، اُنکے خیالات کی تہ تک پہونچنا نہایت مشکل، اور قدیم قومون کے خیالات کا دریافت کرنا تو اِس سے

بھی زیادہ مشکل ہے، ہم کتنے ہی علمی ترقی کر جاٸین، یہ مرحلہ طے نہین ہو سکتا، بلکہ جس قدر علم کو ترقی ہوگی اوسی قدر ہم پر واضح ہوتا جائے گا کہ اس سفر سے کوئی فائدہ حاصل نہین ہو سکتا،

ان چند مثالون سے اُن تغیرات کی حقیقت کا اندازہ کیا جاسکتا ہی جن کو قومین اُن تمدنی عناصر مین کر لیتی ہین جو دوسری قومون سے اخذ کئے جاتے ہین، بعض اوقات یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تغیرات نہایت وسیع پیمانے پر پیدا ہوتے ہین، کیونکہ ان تمام تمدنی عناصر کے نام فوراً بدل جاتے ہین، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ نہایت کم کم رونما ہوتے ہین لیکن جب بہت سی نسلین گذر جاتی ہین، اور وراثت کا اثر پے درپے پڑتا رہتا ہی تب اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ جو تمدنی عنصر کسی غیر قوم سے لیا گیا تھا وہ اُس عنصر سے مخالف تھا جس کا وہ قائم مقام ہوا ہی لیکن تاریخ کے ذریعہ سے ان تغیرات کا پتہ نہین چل سکتا، کیونکہ تاریخ مین صرف ظاہری چیزون سے بحث کیجاتی ہے، مثلاً جب ہم تاریخون مین پڑھتے ہین کہ فلان قوم نے اپنے اصلی مذہب کو چھوڑکر دوسرا مذہب اختیار کر لیا ہی، تو ہم سمجھتے ہین کہ درحقیقت اُس نے اس اصلی مذہب کو قبول کر لیا ہے، اور اُن خود ساختہ عقائد کو نظر انداز کر دیتے ہین، جن کو اس قوم نے اس مذہب مین شامل کر دیا ہے اس بنا پر جو لوگ حقیقت کو الفاظ سے الگ کر کے دیکھنا چاہتے ہین، اُن کو نہایت غور سے ان تغیرات کا مطالعہ کرنا چاہیئے، تاکہ انکی تدریجی رفتار اور نشوونما کی کمیت وکیفیت سے انکو کامل واقفیت ہو جائے،

تمدن کی تاریخ درحقیقت انھی تدریجی تغیرات سے مرتب ہوتی ہی اور اگر ہم کو یہ نظر آتا ہی کہ وہ دفعتہً نہایت وسیع پیمانہ پر پیدا ہو گئے ہین، تو اُس کی وجہ یہ ہی کہ ہم اوّل اور آخری کڑیون کو پیش نظر رکھتے ہین، اور بیچ کے انقلابات کو نظر انداز کر دیتے ہین، یا صرف آخری

تغیر کو دیکھتے ہین،

اصل یہ ہو کہ قومون کی قوت عقلیہ جس قدر ترقی یافتہ ہوگی، اور اُنکا ملکہ جسقدر بلند ہوگا، اُسی نسبت سے وہ تمدنی عناصر کو اپنے قالب مین ڈھال سکین گی، جو چیز ابھی تک پیدا نہین ہوئی ہو، یا جو چیز ہمارے اخلاق اور احساس کے لئے موزون نہین ہے، ہمارا دماغ اوس پر ایک دن مین اپنا عمل نہین کر سکتا، اس قسم کی موروثی چیزون کی نقل اوسی وقت ہو سکتی ہو جب رفتہ رفتہ اون کے ساتھ دوسری موروثی چیزون کی آمیزش کی جائے،

قدیم زمانے مین یونانیون جیسی ذہین اور طباع قوم نے ایک طویل زمانے کے بعد اشوری اور مصری قومون کے فنون لطیفہ کی نقل کے دائرہ سے آگے قدم بڑہایا، اور نہایت تدریجی ترقی کے ساتھ اُن تمام مدارج کو طے کیا جن کی بنا پر اسکی صناعیان اعجوبہ روزگار خیال کیجاتی ہین،

مصری اور کلدانی قومون کے سوا تمام قدیم قومون نے گذشتہ تمدنی عناصر کی نقل کی ہے، اور اُس مین اپنے مزاج عقلی کے موافق تصرفات کرلئے ہین، اگر ہر قوم گذشتہ قومون سے استفادہ نہ کرتی تو تمدنی ترقی کی رفتار نہایت سست ہوتی، اور ہر قوم کی تاریخ کا آغاز بالکل مستقل طور پر ہوتا، ہم کو صاف نظر آتا ہو کہ آج سے سات آٹھ ہزار برس پیشتر مصریون اور کلدانیون نے جس تمدن کو پیدا کیا تھا، اُس سے تمام آنے والی قومون نے فائدہ اُٹھایا، یونانی فنون لطیفہ نے دجلہ اور نیل ہی کے کنارے شاخ و برگ نکالے، اور رومی صنعت طرازیون کی داغ بیل یونانی فنون لطیفہ کی سطح پر ڈالی گئی، رومی طرز مشرقی موثرات سے متاثر ہوا، اور اس ذریعہ سے پے در پے بیزنٹائن (مشرقی رومی)، اور گاتھک طرز پیدا ہوئے، ان سب کا مبدا اگرچہ ایک ہی ہے لیکن ہر قوم کی روح نے ان مین اختلافات پیدا کردیے ہین،

بعینہ یہی نظریہ تمدن کے دوسرے عناصر یعنی نظام سیاست، زبان اور عقائد پر

بھی منطبق ہوتا ہی، چنانچہ یورپ کی تمام زبانین، اُس زبان سے نکلی ہین، جو قدیم زمانہ مین ایشیا کے ایک حصہ مین بولی جاتی تھی، ہمارا علم قانون رومن لا کا فرزند ہے اور رومن لا بھی اُن قوانین سے ماخوذ ہی، جو اس کے پہلے موجود تھے، موسوی مذہب پہلے کلدانیون کے مذہب کے اختلاط سے پیدا ہوا، اس کے بعد اُس مین آرین قومون کے عقائد شامل ہو گئے، اور اس ترکیب و امتزاج سے وہ مذہب وجود مین آیا، جس کا یورپ تقریباً دو ہزار برس سے حلقہ بگوش ہی، اسیطرح اگر موجودہ علوم وفنون دور گذشتہ سے متاثر نہ ہوتے، تو آج وہ ترقی کے اِس درجہ تک نہ پہونچتے جدید علم ہیئت کے اساطین یعنی کوپرنیک، کپلر، نیوٹن، سب کے سب بطلیموس کے خوشہ چین ہین، جن کی تصنیفات پندرھوین صدی تک اِس فن کی نہایت متداول کتابین تھین خود بطلیموس مصر کے مدرسۂ اسکندریہ کا شاگرد ہی، جو مصریون اور کلدانیون کے معلومات کا مخزن تھا، ہمکو قومون کی تمدنی تاریخ مین جو کمی محسوس ہوتی ہی، اوس مین ہم کو اپنے علوم وفنون کی تدریجی رفتار کی جھلک نظر آتی ہی، چنانچہ اگر ہم اِس کو پیش نظر رکھکر گذشتہ دور کی طرف بڑھین، تو گذشتہ تمدنون کا مطلع بھی صاف روشن ہو جائے گا، اور آج تو علما اِن تغیرات کو سامنے رکھکر، اُس زمانہ کے حالات دریافت کرنا چاہتے ہین جس مین انسانی تاریخ کا وجود نہ تھا، حالانکہ اِن سب کا ماخذ ایک ہی، ہر قوم نے اپنے دور ترقی وتنزل مین اپنے مزاج عقلی کے موافق اس مین تغیرات پیدا کرلئے ہین، اور تمدن کی تاریخ درحقیقت انہی تغیرات کی تاریخ کا مجموعہ ہے،

اِس تمام تفصیل سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ اجزائے اولین جن کے ذریعہ سے کسی قوم کا تمدن پیدا ہوا ہی، اُس قوم کے ساتھ مخصوص اور اوس کے عقل ودماغ کا خلاصہ ہین، اور جب تک اون مین عظیم الشان تغیر نہ پیدا کر لیا جائے، وہ کسی دوسری قوم کی طرف منتقل نہین

ہو سکتے، یہ تغیر نہایت نمایان چیز ہے، لیکن کبھی تو اُن پر لغوی ضرورتین پردہ ڈالدیتی ہین،
جن کی وجہ سے ہم مختلف معانی کو ایک ہی قسم کے الفاظ سے ادا کرتے ہین، اور کبھی تاریخی
ضرورتین اون کو چھپا دیتی ہین، جن کی وجہ سے تمدن کا دور ابتدائی اور دور انتہائی تو ہمارے
پیش نظر ہو جاتا ہے، لیکن بیچ کی وہ کڑیان جو ان دونون کو باہم ملاتی ہین گم ہو جاتی ہین،
لیکن ہم آیندہ فصل مین جس مین فنون لطیفہ کے تغیرات کا ذکر ہے، تفصیل کے ساتھ بتائینگے
کہ تمام تمدنی عناصر ایک قوم سے دوسری قوم کے یہان جاکر کیونکر اپنا قالب بدل لیتے ہین،



تیسری فصل

فنون لطیفہ مین کیونکر تغیر پیدا ہوتا ہی؟

مشرقی قومون کے فنون لطیفہ پر نظریات سابقہ کی تطبیق، مصر، وہ مذہبی خیالات جو فنون لطیفہ کا مرجع ہوتے ہین، مصریون سے منتقل ہوکر جب فنون لطیفہ ایران اور یونان وغیرہ مین آئے تو اُنکا کیا حال ہوا؟ ابتدائی زمانہ مین یونانی فنون لطیفہ کا انحطاط، اُنکا سست رفتار تغیر یونانی، اشوری اور مصری فنون لطیفہ کا ایران مین آکر رنگ بدلنا، فنون لطیفہ کے تغیرات کا سبب خود قوم ہوتی ہی، نہ کہ مذہبی عقائد، جو مختلف قومین اسلام لائین، اور اون کے ذریعہ سے عربی فنون لطیفہ مین جو کلی تغیرات پیدا ہوئے اُنکے ذریعہ سے اسکی مثالین، ہندوستانی فنون لطیفہ کے ماخذ اور اُنکے تغیرات پر ان نظریات کا انطباق، یونان اور ہندوستان دونون کے فنون لطیفہ کا ماخذ ایک ہی، صرف ان دونون قومون کے اختلاف نے ہر ایک کے فنون لطیفہ کو دوسرے سے ممتاز اور الگ کر دیا ہی، ہندوستان مین جو مختلف قومین آباد ہین اُن کے لحاظ سے علی رغم مذہب فنون لطیفہ مین تغیرات،

ہم نے اِس نظریہ کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کر دیا ہے، کہ ہر قوم کے مزاج عقلی اور اُسکے عقائد، زبان، اور نظام سیاست مین ایک خاص مناسبت ہوتی ہی، اگرچہ اس مسئلہ کی کامل تشریح کے لیئے متعدد تصنیفات کی ضرورت ہی، تاہم فنون لطیفہ کی بحث کے

---

[1] افسوس ہی کہ اس فصل مین عمارتون اور شہرون کے نام آتے ہین ہم اُن مین اکثر کی تعمیم نہ کر سکے اور نہ اُنکے اجمالی حالات دیکھے،

ذیل مین اس کی کافی توضیح کی جاسکتی ہی، مذہب اور سیاست ایسی چیزین ہین جو تمام
قومون پر یکسان صادق نہین آتین، اُن مین دقیق تاویلین کی جاسکتی ہین، اور مختلف زبانون کے
اُن مختلف واقعات کو ڈھونڈھنا پڑتا ہے، جو قدیم فرسودہ بلکہ مردہ کتابون کے تہ مین چھپے ہوئے
ہین، اور باوجود اس نقد و بحث کے اُن سے کوئی متفقہ نتیجہ نہین نکلتا، لیکن فنون لطیفہ بالخصوص
فن عمارت کی حالت ان دونون سے بالکل مختلف ہے، انکی ایک خاص حد معین ہی اسلیئے
نہایت آسانی کے ساتھ اُن کی تفسیر کی جاسکتی ہے، غرض یہ پتھر کی کتابین تمام دنیا کی
کتابون سے زیادہ صاف، واضح، اور آسان ہین، اور اُنکی زبان کبھی دروغ بیانی سے آلودہ
نہین ہوتی، یہی وجہ ہو کہ مین نے مشرقی تمدن پر جو کچھ لکھا ہے، اُس مین فنون لطیفہ کو خاص
طور پر اہمیت دی ہی، مین لٹریری کتابون سے شدت کے ساتھ احتراز کرتا ہون، کیونکہ وہ فائدہ
کم پہونچاتی ہین، اور گمراہ زیادہ کرتی ہین، لیکن آثار قدیمہ بہت کم بھٹکنے دیتے ہین، اور ہمیشہ
فائدہ پہونچاتے ہین، اور قدیم برباد شدہ قومون کے خیالات کا اُن سے زیادہ امین اور
محافظ کوئی نہین ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ مجھے اُن نادانون کی عقل پر جو اپنی تمام تر توجہ
صرف اِن عمارتون کے نقش و نگار پر مبذول کرتے ہین رونا آتا ہی، اس فصل مین مین یہ دکھانا
چاہتا ہون کہ فنون لطیفہ ہر قوم کے مزاج عقلی کا دیباچہ ہوتے ہین، اور جب وہ ایک تمدن سے
منتقل ہو کر دوسرے تمدن کے ساتھ ملتے ہین تو اُن مین کیونکر تغیرات پیدا ہوتے ہین، مین اپنی بحث کو
مشرقی قومون کے فنون لطیفہ تک محدود رکھون گا، کیونکہ یورپ کے فنون لطیفہ پر بھی اگرچہ یہ تمام
نظریات صادق آتے ہین، لیکن یہ مختصر کتاب اُن تمام تغیرات کی گنجائش نہین رکھتی، جو یورپ
کی مختلف قومون کے یہان فنون لطیفہ پر طاری ہوئے ہین۔
سب سے پہلے مین مصر کے فنون لطیفہ کا ذکر کرتا ہون، تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ پے درپے تمدن

قومون یعنی افریقیون، ایرانیون، اور یونانیون کے یہان جاکر اُس نے کیا کیا رنگ بدلے؟

تمام دنیا کے تمدنی سرمایہ مین مصری تمدن سے زیادہ کامل طور پر کوئی تمدن فنون لطیفہ کے متعلق رہنمائی نہین کرسکتا، مصری فنون لطیفہ کو دریائے نیل کے کنارون سے ایک ایسی خصوصیت اور وابستگی ہے کہ جب تک اُن کی صورت بدل نہ دی جائے وہ کسی دوسری قوم مین منتقل نہین ہوسکتے،

مصری فنون لطیفہ بالخصوص فن عمارت کی ابتدا ایک خاص خیال سے ہوئی ہے اور پورے پچاس صدی تک تمام قوم نے اُس خیال کو پیش نظر رکھا مصر یہ چاہتا تھا کہ اس فانی زندگی کے بجائے انسان کے لیئے ایک ابدی دارالقرار بنائے اس بنا پر اس نے مومیات کے ساتھ شدت کے ساتھ اعتنا کیا، جو اب تک وہان کے مقابر مین دست برد زمانہ سے محفوظ ہین اس لحاظ سے مصری عمارتون مین ساتھ ساتھ مذہبی احساسات اور جذبات دونون کی جھلک پائی جاتی ہے، وہ مومیات کے لیئے تعمیر کی گئی ہین، بتون کے لیئے اُنکا سنگ بنیاد رکھا گیا ہے اسی غرض سے تہ خانے کھودے گئے ہین، چٹانین بلند کی گئی ہین، ستون کھڑے کئے گئے ہین، منارے بنائے گئے ہین، اور اسی مقصد کے لیئے، ابوالہول کے شاندار مجسمے کو چٹانون کے تخت پر نمایان کیا گیا ہے،

چونکہ یہ عمارتین صرف اس غرض سے تعمیر کی جاتی تھین کہ ابدالاباد تک قائم رہین، اسلیئے اون کا ہر جزو نہایت مضبوط، اور عظیم الشان ہے، ان عمارتون سے مصر کے جذبات اسقدر نمایان ہوتے ہین کہ اگر صرف مصری قوم دنیا کی قدیم ترین قوم ہوتی، تو ہمکو اسکے کہنے مین کوئی تامل نہ ہوتا کہ فنون لطیفہ اس قوم کی روح کا اصلی قالب ہین جس نے انکو ایجاد کیا ہے،

مصریون کے بعد مختلف قومون کا دور آیا، اُن مین بعض غیر متمدن تھین، مثلاً ایتھوپیا کے حبشی، بعض متمدن تھین جیسے ایرانی اور یونانی، ان تمام قومون نے یا تو صرف مصریون

فنون لطیفہ کی زلہ ربائی کی، یا اون کے ساتھ اشوری قوم کی صناعیون سے بھی فائدہ اوٹھایا بہرحال
ان قومون مین فنون لطیفہ نے جو جو صورتین بدلین اونکی تفصیل کے لیئے ہمکو سب سے پہلے اہل اتھوپیا کے
فنون لطیفہ کی حالت بیان کرنی چاہئیے، جو اِن تمام قومون مین نہایت غیر متمدن تھے،

مصر کے چوبیسوین خاندان شاہی کے طویل زمانے کے بعد جو اوسکی تہذیب و ترقی کا
عہد زرین تھا جب وہان طوائف الملوکی اور انحطاط کا دور شروع ہوا، تو دفعتہً سوڈانی قومون نے
اس موقع سے فائدہ اوٹھایا، اور اس متمدن ملک کے بعض صوبون پر قابض ہوگئین اونھون نے
سب سے پہلے اپنا دارالسلطنت شہر نباتہ کو بنایا، اسکے بعد وہ شہر مروی مین منتقل ہوگیا، اور کئی
صدی تک اپنی اصلی حالت پر قائم رہا، اِن وحشی قومون کو مفتوح قوم کے تمدن نے مبہوت کر دیا اسلیئے
اونھون نے اوسکے آثار اور فنون لطیفہ کی نقل شروع کی، اِس نقل و تقلید نے جو نتائج پیدا کیئے
وہ ہمارے سامنے ہین لیکن اون سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ یہ بالکل طفلانہ تقلید اور فنون لطیفہ کی
کی ایک مسخ شدہ صورت ہی، کیونکہ حبشی قومین اپنے عقلی تنزل کی بنا پر ہمیشہ وحشت ہی کی
حالت مین رہین، اور اگرچہ ایک مدت تک مصری تمدن نے اون پر اثر ڈالا، تاہم وہ اپنے
اصل دائرہ سے نہ نکل سکین، قدیم و جدید تاریخ کی کسی مثال سے یہ نہین ثابت ہوسکتا کہ حبشیونکی
کسی قوم مین بھی کبھی تمدن آیا ہی، اور اگر بخت و اتفاق سے کسی قوم کے ہاتھ مین تمدنی شیرازہ
آبھی گیا، تو وہ بہت جلد درہم برہم ہوگیا، اور انحطاط کی سب سے آخری صورت اختیار
کرلی، زمانہ قدیم مین اہل اتھوپیا (حبشہ) کے یہان تمدن کا یہی حال رہا، اور موجودہ زمانے مین
ہائیٹی قوم کا بھی یہی حال ہی،

اِس کے بعد یونانیون کا دور شروع ہوا، اور اونھون نے اوّل اوّل مصری اور اشوری

ے HAYTI امریکہ کا ایک جزیرہ جہان کے باشندے حبشی ہین،

قوم کے فنون لطیفہ کی نقل کی، یونانیون نے اِن قومون کی صناعی کے جو نمونے پیش نظر رکھے تھے، وہ ان کو ایک تو فینشین قوم کے ذریعہ سے ہاتھ آئے تھے جس نے بحری راستون کے ذریعہ سے تمام سواحل مین سلسلہ اتصال قائم کر دیا تھا، دوسرے ایشیائے کوچک کی اون قومون کے توسط سے جنھون نے نینوی اور بابل کے درمیان تمام خشکی کے راستون پر قبضہ کر لیا تھا،

اگرچہ اس سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا کہ اخیر مین یونانی اپنے اوستادون سے بھی بڑھ گئے تاہم اس زمانے کے محققین آثار قدیمہ کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہی کہ اس معاملہ مین اون کی ابتدائی کوششین سخت ناکامیاب ورناکمل تھین، اور ایک طویل زمانے کے گذرنے کے بعد اونھون نے فنون لطیفہ کے اون عجائبات کو دنیا کے سامنے پیش کیا جو اونکی ابدی یادگار ہین، چنانچہ وہ سات سو برس کے بعد اس درجہ کو پہونچے، کہ اونھون نے فنون لطیفہ کو خاص اپنا فن بنایا، زمانۂ سابق کی بہ نسبت زیادہ تر اخیر زمانے مین اونکی ترقیون کا ظہور ہوا جسکی وجہ یہ ہی کہ تمدنی ترقی مین قوم کو جن دورون سے گذرنا پڑتا ہی، اون مین دور اخیر کی بہ نسبت دور اوّل نہایت طویل ہوتا ہی، یونانی فنون لطیفہ کی سب سے زیادہ قدیم مثال سینیا کے خزانے ہین جو بارھوین صدی قبل مسیح کی یادگار ہین، لیکن اُن سے ثابت ہوتا ہی کہ مشرقی مصنوعات کی نقل مین اوّل اوّل یونانی بالکل وحشی تھے، اسلئے اونکے فنون لطیفہ کے چہرے سے چھ صدیون تک مشرقی آب و رنگ زائل نہین ہوا چنانچہ اینتیا اور اورخومیا مین اپالو[۱] کا جو مجسمہ نصب ہی وہ مشرقی مجسمون سے کامل مشابہت رکھتا ہی، لیکن اسی زمانے سے اونھون نے ترقی کی طرف قدم بڑھایا اور ایک ہی صدی کے بعد پیڈیاس اور پارٹینیون کے مجسمے منظر عام پر آ گئے۔

---

[۱] ہومر کی اصطلاح مین رب النوع باب عقل و فہم، شاعری و موسیقی کا سب سے بڑا دیوتا، ڈلفی کا اپالو بند راسی کی طرف منسوب ہی۔

جو اپنے ماخذ یعنی مشرقی آب و رنگ سے بالکل خالی ہین، اور اون پر فوقیت رکھتے ہین،
یہی حال فن عمارت کا بھی تھا، اگرچہ اون تمام دورون کی تفصیل جن سے اس فن کو
گذرنا پڑا ہی، آسان نہین ہے، کیونکہ نوین صدی قبل مسیح مین ہومر نے جن محلون کا ذکر کیا ہے،
ہم کو اونکی حالت معلوم نہین ہی، تاہم اوس نے اون کی پیتل کی دیوارون، چمکتے ہوئے
رنگین کنگرون، اور سونے چاندی کے اون جانورون کا جو اندر بطور پہرہ دار کے کھڑے کئے گئے
ہین جو حال لکھا ہے، اوس کو پڑھ کر ہمین اشوریون کے محل یاد آتے ہین، جو پیتل کے تختون اور
ملمع اینٹون سے ڈھکے ہوئے رہتے تھے، اور بیلون کے مجسمے اون کی حفاظت کرتے تھے، اسکے
ساتھ ہمکو یہ بھی معلوم ہے کہ یونان مین سب سے قدیم ستون جو ساتوین صدی قبل مسیح کی یادگار رہے
اوسکی مثال کرنک، اور بنی حسن واقع ملک مصر مین موجود ہی، اور یونینہ نامی ستون کے اکثر
اجزا اشوری ستونون سے ماخوذ ہین، ہم کو یہ بھی معلوم ہی کہ یہ تمام مستعار چیزین پہلے ایک
خاص قوم کی طرف منسوب تھین پھر ترکیب و تبدیل نے اون کی صورت اسقدر بدل دی کہ ستونون
کی ایک ایسی نوعیت قائم ہوگئی جو اپنے اصل کے بالکل مخالف معلوم ہوتی ہی، یونانیون کے
بعد ایرانیون کا ظہور ہوا، اگرچہ اونھون نے بھی یونانیون کی طرح فنون لطیفہ مین تغیرات پیدا کئے
لیکن انقلاب کا یہ دور درجۂ کمال تک نہ پہونچ سکا، اس کی وجہ یہ ہی کہ دفعتہً ایک اجنبی دشمن
اون پر حملہ کر بیٹھا، اسلئے اونکے تمدن کی رفتار دفعتہً رُک گئی، یونانیون کو فنون لطیفہ کی ترقی و
ایجاد کے لیئے سات صدیان ملی تھین، لیکن ایرانیون کو اسکے لیئے دو صدی سے زیادہ کا زمانہ نہ ملا
اور اہل عرب کے سوا دنیا کی کسی قوم مین اس قسم کی مثال نہین مل سکتی کہ اونھون نے ایک محدود زمانے
مین فنون لطیفہ مین اس قدر ترقی کرلی کہ اوسکو اپنا خاص فن بنا لیا،

ایران کا تاریخی دور اوس زمانے سے شروع ہوتا ہی جب قورش اور اوس کے جانشینون

نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو برس پیشتر بابل اور مصر پر قبضہ کر لیا تھا، اور اوسوقت یہی دونون ملک مشرقی تمدن کا ماخذ تھے، لیکن یونان جس کی قسمت مین اسی قسم کی ایک فتح لکھی ہوئی تھی، اب تک گوشۂ گمنامی مین پڑا ہوا تھا، اس بنا پر مسیح علیہ السلام سے تین صدی پیشتر ایرانی سلطنت تمدن کا مرکز بن چکی تھی، لیکن اسکندر نے جب ایرانیون کو تخت سلطنت سے اوتار دیا تو تمدن کا مرکز نقل دنیا کے دوسرے گوشون کی طرف منتقل ہو گیا،

ایرانیون نے جس وقت مصر اور بابل پر قبضہ کیا تھا، اوسوقت اُنکا کوئی خاص فن نہ تھا، اسلئے اونھون نے انہی دونون ملکون کے نمونے پر فنون لطیفہ مین ترقی کرنا شروع کی، اور انھین ملکون سے صناع مستعار لیے لیکن چونکہ اونکی سلطنت نے دو صدی سے زیادہ کی عمر نہین پائی اسلئے اون کو فنون لطیفہ مین حقیقی تغیرات پیدا کرنے کیلئے کافی وقت نہین ملا، البتہ اونھون نے اپنے دور [illegible]ل مین فنون لطیفہ مین بہت بڑا انقلاب پیدا کرنا چاہا، چنانچہ پرسوپولس (اصطخر) کے بچے کھچے کھنڈرون سے اسکا اندازہ ہوسکتا ہے، ہم کو اون مین مصر، اشور، اور یونان تینون کے فنون لطیفہ کی آمیزش معلوم ہوتی ہے، اور ہم کو یہان کچھ جدید آثار بھی نظر آتے ہین جن مین اس شہر کا ستون، اور اوس کے دوسرون والا تاج خاص طور پر قابل ذکر ہے، ان تمام واقعات سے ثابت ہوتا ہے، کہ اگر زمانے نے اس متمدن قوم کو موقع دیا ہوتا تو گو وہ یونانیون کی طرح فنون لطیفہ مین نظم و ترتیب نہین پیدا کر سکتی، تاہم ایک طرز خاص کی ایجاد مین وہ اوس سے کسی طرح پیچھے نہین رہتی، چنانچہ اسکے دس صدی کے بعد اونھون نے جو صنعتی یادگارین قائم کین وہ زبان حال سے اس کی شہادت دے رہی ہین، ایران کا سب سے قدیم خاندان اخمیدیون کا خاندان ہے، جس کو سکندر نے بے تاج و تخت کیا، اسکے بعد سلوقین (سلوئس یونانی) کا خاندان پیدا ہوا، پھر راشدین کا زمانہ آیا، اور سب سے اخیر مین ساسانیون کا دور حکومت قائم ہوا جن کو ساتوین صدی

عیسوی مین عربون نے مغلوب کرلیا، انہی ساسانیون کے زمانے مین ایرانیون نے فن عمارت کی ایک جدید داغ بیل ڈالی، چنانچہ اونھون نے اوس زمانے مین جو عمارتین تعمیر کین اون مین ایک خاص جدت طرازی پائی جاتی ہی جس سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ وہ عرب، اخمیدی، اور ارشیدی کے فنون لطیفہ سے ماخوذ ہے، بلند دروازے جو عمارت کے کنگرون سے ملے ہوئے نظر آتے ہین، ملمع اینٹین، ساٹھ زینے کے پل اوسی زمانہ کی مخصوص یادگارین ہین اور مغل اپنے مذاق کے موافق کسی قدر تغیر پیدا کرکے اسی فن جدید کو ہندوستان مین لائے،

ان تمام مثالون سے تغیرات کے وہ مدارج معلوم ہوتے ہین۔ جو ایک قوم دوسری قوم کے فنون لطیفہ مین کرتی ہی، اور ان مدارج کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہی، کہ قومون کے مذاق طبیعت، اور خصوصیات زمانہ کے اختلاف سے ان تغیرات مین بھی اختلاف پیدا ہوجاتا ہے یہی وجہ ہی کہ ہمکو مختلف قومون مین تغیرات کی حیثیت مختلف نظر آتی ہی، اہل افریقہ چونکہ عقلی حیثیت سے کم مایہ تھے، اسلئے باوجود ایک زمانہ طویل کے یہان فنون لطیفہ نے کوئی ترقی نہین کی، بلکہ اپنے درجہ سے گر گیا، یونان جیسی متمدن قوم نے جب کافی زمانہ پایا تو قدیم فنون لطیفہ سے اونھون نے ایک جدید فنون لطیفہ کو ایجاد کیا، اور اوس کو پہلے سے بھی زیادہ چمکا دیا، اس سے کم درجہ کی متمدن قوم ایرانیون کی تھی جس نے ترقی کے لئے بہت کم زمانہ پایا تھا تاہم اوس نے غیر قومون کے فنون لطیفہ کو لیکر اوس مین اپنی صناعیون کے کمالات دکھائے اور اوس مین کمالات پیدا کیئے،

عہد قدیم کی ان مثالون کے علاوہ ہمکو اپنے قریب تر زمانے مین بھی اسکی بہت سی مثالین ملتی ہین جن سے اوس عظیم الشان انقلاب کا پتہ چلتا ہی، جو غیر قومون کے فنون لطیفہ مین ہر قوم کو خواہمخواہ کرنا پڑتا ہے، ان مثالون کی شہادت تمام آثار قدیمہ کی شہادتون سے زیادہ موثق ہے، کیونکہ وہ اوس قوم سے ماخوذ ہین، جس کی جنسیت اور قومیت مین اگرچہ اختلاف ہی

تاہم وہ صرف ایک مذہب (اسلام) کی پابند ہی جب اہل عرب نے ساتوین صدی عیسوی مین دنیائے قدیم یعنی روم و یونان پر قبضہ کر لیا، اور وہان اوس عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی، جو نہایت سرعت کے ساتھ اندلس سے لیکر براعظم ایشیا اور شمالی افریقہ تک پھیل گئی، تو فنون لطیفہ مین سب سے پہلے، اونکی نگاہ فن بیزنطی (مشرقی رومی) پر پڑی، جو نمایان تشخص و امتیاز رکھتا تھا اس لیئے اونھون نے اوّل اوّل اندلس، مصر، اور شام کی مساجد مین اوسی کی نقل کی، چنانچہ دمشق مین جامع عمری اور قاہرہ مین جامع عمرو اوسکی زندہ مثالین ہین لیکن یہ طرز عمارت بہت دنون تک قایم نہ رہا، بلکہ اختلاف ممالک کی وجہ سے مسلمانون نے فن تعمیر مین نہایت سرعت کے ساتھ تبدیلیان شروع کر دین، اور ہر صدی مین یہ طرز بدلتا رہا چنانچہ ہم نے اپنی کتاب **تمدن عرب** مین ان تغیرات کی تفصیل کر دی ہی، یہ ایک ایسا عام اور کلی تغیر تھا کہ عہد قدیم کے آثار مثلاً جامع عمرو واقع مصر ۶۴۲ء اور دور اخیر کی یادگار جامع قایدبای واقع مصر ۱۴۶۸ء مین کسی قسم کی مشابہت اور ہمرنگی نہین پائی جاتی،

ہم نے اس کتاب مین تصاویر کے ذریعہ سے دکھایا ہی کہ تمام ممالک اسلامیہ یعنی اسپین افریقہ، شام، ایران اور ہندوستان کے آثار قدیمہ مین اسقدر اختلاف پایا جاتا ہی کہ اون پر ایک نام کا اطلاق نہین ہوسکتا، یورپ کے گاتھک طرز مین بھی اگرچہ کسی قدر اختلاف موجود ہی، تاہم ان مین بعض حیثیتون سے مشابہت بھی پائی جاتی ہی، اسلیئے اون کو ایک ہی چیز کہا جاسکتا ہی، لیکن ممالک اسلامیہ کے آثار قدیمہ مین اس قسم کی مشابہت بالکل مفقود ہی،

لیکن اس اختلاف کا سبب مذہب نہین ہوسکتا، کیونکہ تمام دنیائے اسلام صرف ایک ہی مذہب کی پابند ہی، بلکہ اسکا اصلی سبب قومیت کا اختلاف ہے، اور وہ ایک ایسی موثر چیز ہی جو خود قومون کی طرح فنون لطیفہ مین بھی اہم تغیرات پیدا کر دیتا ہی،

پس اگر یہ نظریہ صحیح ہے تو ہم کو ایک ایسے ملک مین جسمین مختلف قومین بستی ہین، باوجود اتحاد مذہب اور اتحاد سلطنت کے بالکل مختلف قسم کے آثار و عمارات کی تلاش کرنی چاہیے چنانچہ اگر ہم اس جستجو مین نکلین گے تو ہندوستان کا گوشہ گوشہ ہمارے سامنے یہ بوقلمون منظر پیش کرے گا، ہندوستان مین اس نظریہ کی بکثرت مثالین مل سکتی ہین اور اس لیئے مین بار بار اوسکی طرف رجوع کرون گا،

ہندوستان درحقیقت ایک تاریخی کتاب ہی جسکے آگے حکمت و بیان کی تمام کتابین ہیچ ہین، دنیا مین صرف وہی ایک ایسا ملک ہی، جہان سیاح ایک طرف سے نکل کر دوسری طرف کو جاتا ہی، تو گویا ایک زمانے سے نکل کر دوسرے زمانے کے حدود مین قدم رکھتا ہی، اور انسانیت نے ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک وحشت اور تمدن کے جو مراحل طے کیئے ہین وہ بیک نظر اوس کی نگاہ کے سامنے آجاتے ہین، تمام دنیا کے انقلابات کی تصویرین وہان موجود ہین بخار اور کہربائیت کا ترقی یافتہ دور بھی وہان اپنے مناظر دکھا سکتا ہی، اور اسکے ساتھ عصر حجری کی یادگارین بھی وہان موجود ہین، غرض تمدنی موثرات، اور اوسکے مسلسل تغیرات کا مرقع ہندوستان سے بہتر دنیا کے کسی حصہ مین نظر نہین آسکتا، مین مدت سے اس مسئلہ کو حل کرنا چاہتا تھا کہ ہندوستانی فنون لطیفہ کا ماخذ کیا ہی؟ لیکن ان نظریات کی تطبیق سے یہ عقدہ نہایت آسانی کے ساتھ حل ہوگیا،

ہندوستان مین تاریخی دور کے بہت بعد فنون لطیفہ کا رواج ہوا، چنانچہ ہندوستان کے قدیم ترین آثار کی عمر یورپ کے تاریخی دور کے دو صدیون سے زیادہ نہین ہی، مثلاً آشوکا[1] کے

---

[1] ہندوستان مین بدھ مذہب کا بہت مشہور بادشاہ، مدت سلطنت ۲۷۲ تا ۲۳۲ ق، م اس نے متعدد ستون نصب کرائے تھے جن پر اخلاقی احکام و قوانین کندہ تھے،

ستون، کارلی، ہوتا، اور تنش کی عبادتگاہین جس زمانے مین تعمیر کیگئی ہین، اوسوقت مصر، ایران، اور اشور کی قدیم قومون کا تمدن اپنا دور ختم کرچکا تھا، اور اوس پر تنزل و گمنامی کے پردے پڑگئے تھے، اس وقت صرف ایک روما کا تمدن اپنے اوج شباب کے ساتھ تمام دنیا پر حکومت کر رہا تھا، اگرچہ ہندوستان اون اقوام قدیمہ کو جن کے تمدن و تہذیب کا چراغ بجھ رہا تھا، اپنے تمدن کے ایک بڑے حصہ کا ماخذ بنا سکتا تھا، لیکن چونکہ وہ تمام دنیا سے الگ تھلگ ایک گوشہ مین پڑا ہوا تھا، اور خود ہندوستانی عمارتون کی شخصیت کسی قوم کے آثار و عمارات سے میل نہین کھاتی تھی، اس لئے ایک مدت تک علمائے آثار قدیمہ کی یہ رائے تھی کہ ہندوستان نے اون قومون سے کچھ نہین لیا، اس خصوصیت کے ساتھ اگر ہندوستانی آثار قدیمہ کے، نظام و ترتیب اور جدت طرازیون کو پیش نظر رکھا جائے، تو معلوم ہوگا کہ یہ تمام آثار مسلسل اور دیرینہ تجارب کا نتیجہ ہین، لیکن علمائے آثار قدیمہ اب تک ان تجربات سے ناواقف ہین، اخیر زمانے مین ہندوستان کے ایک دور افتادہ حصے مین کچھ مجسمے بے شبہ نکلے تھے جن مین یونانی فنون لطیفہ کی جھلک پائی جاتی تھی، اور اسی بنا پر اُن علما نے جو ہندوستان مین آثار قدیمہ کی تحقیقات کرتے تھے یہ رائے قائم کی تھی کہ ہندوستان نے فنون لطیفہ کو یونان سے لیا ہی، لیکن ہم نے اون نظریات کی بنا پر جن کو ہم اس کتاب مین لکھ چکے ہین، اور خود اون آثار قدیمہ کے دقیق مطالعہ کے بعد جو نتیجہ مستنبط کیا ہی وہ ان علما کی رائے سے بالکل مختلف ہی، ہمارا خیال ہی کہ ہندوستان نے فنون لطیفہ کو یونانیون سے اخذ نہین کیا، اور باوجود تمدنی اختلاط کے ایسا کر بھی نہین سکتا تھا، کیونکہ یہ دونون قومین قومیت، خیالات، اور فنون لطیفہ کی مہارت مین باہم اسقدر مختلف تھین کہ ان موانع کے ہوتے ہوئے ایک کا دوسرے سے متاثر ہونا بالکل ناممکن تھا، ہندوستان مین جو آثار قدیمہ پھیلے ہوئے ہین، اگر اون کی تحقیقات کی جائے تو معلوم ہوگا کہ دونون ملکون کے فنون لطیفہ مین

کسی قسم کی مناسبت نہین ہی، یورپ کے تمام آثار قدیمہ یونانی فنون لطیفہ کی جھلک کھاتے ہین
لیکن ہندوستانی آثار مین ہم کو اونکا کوئی اثر نظر نہین آتا، سرسری طور پر بھی یہ معلوم ہو سکتا ہے
کہ یونانیون اور ہندوستانیون سے زیادہ دنیا کی کسی قوم مین تنافر و اختلاف نہین ہی، چنانچہ
ہندوستان کے آثار قدیمہ اور ہندوستانی قوم کی نفسی خصوصیات پر جس قدر بحث کیجاتی ہے،
اوسیقدر یہ حقیقت واضح ہوتی جاتی ہی کہ "ہندوستانی قوم ایک مخصوص و مستقل روح رکھتی ہی
جو کسی خارجی اور اجنبی موثر سے متاثر نہین ہو سکتی" البتہ ایک اجنبی موثر جبراً اوسکو اپنے زیر اثر
لا سکتا ہے، لیکن جس قدر زمانہ گذرتا جائیگا، یہ اثر زائل ہو کر محض سطحی اور عرضی رہ جائے گا،
بالکل سچ تو یہ ہی کہ ہندوستان اور دنیا کے دوسرے ممالک کے درمیان جس قدر بعد و مسافت
ہی، اوسی قدر ہندوستان کی مختلف قومین، دنیا کی دوسری قومون سے الگ ہین، ہندوستان کی
قومی روح بالکل ایک مستقل چیز ہی، اور اگر وہ کسی چیز کی تقلید بھی کرتی ہے تو اُس کو خود
ہندوستانی قالب مین ڈھال لیتی ہی، یہی عجیب و غریب روح جو ہر چیز کی حقیقت کو بدل دیتی ہے
علانیہ فن عمارت مین بھی نظر آتی ہی، ہندوستان کے ایک سنگ تراش کو یونانی وضع کے
بُت بنوانے پر مجبور کیا جا سکتا ہی، لیکن وہ چند ہی دنون مین اوس مین اسقدر تغیر پیدا کر دیگا
کہ وہ ہندوستانی بت بنجائیگا، اگرچہ ہندوستان اس وقت یورپ کے زیر اثر ہے، تاہم وہان
اس قسم کے تغیرات روز بروز بڑھتے جاتے ہین، اگر تم ایک ہندوستانی کاریگر کو کسی یورپین چیز کا
نمونہ دیدو کہ وہ خود اسی وضع کی دوسری چیز تیار کر دے تو گو وہ عام طور پر نمونہ کی ظاہری شکل
وصورت کا لحاظ رکھے گا، لیکن وہ اوس کے نقش و نگار، اور بعض اجزا مین اس قدر تغیر و تبدل
کر دیگا، کہ دوسری یا تیسری باری مین اوس سے یورپین آب و رنگ بالکل اوتر جائیگا، اور وہ
خالص ہندوستانی چیز بن جائیگی،

ہندوستانی فن تعمیر کا سب سے بڑا ما بہ الامتیاز وصف یہ ہی کہ اوس مین جزئیات کی نہایت کثرت ہوتی ہو اور اوسکی ترکیب مین پیچیدگی پائی جاتی ہی، اسکے بخلاف یونانی فن عمارت اپنی سادگی مین ممتاز نظر آتا ہی، یہی خصوصیت ہندوستانی فن ادب مین بھی موجود ہے اور اسی وجہ سے ان دونون فنون (فن تعمیرات وفن ادب) مین تقریبًا اتحاد پیدا ہوگیا ہی ہندوستانی فنون لطیفہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ ہندوستانیون کے مزاج عقلی اور اینٹ پتھر کی ان صناعیون مین سخت مناسبت اور تعلق ہی، اور وہ زبان حال سے اسکی شہادت دیتے ہین چنانچہ اگر اشوری قوم کی طرح ہندوستانی قوم بھی مٹ جائے تو اونکی عبادت گاہون کے نقش و نگار اون کے مصنوعی بت، اور اونکی قدیم عمارتین، اون کی گذشتہ تاریخ پر شہادت دینگی، اور اون سے ہمکو خاص طور پر یہ معلوم ہوگا کہ ہندوستانی قوم مین چونکہ ترتیب و نظام کا ملکہ نہ تھا، اور اون مین خیالی قوت شدت کے ساتھ موجود تھی، اسلیئے وہ یونانیون کے فن تعمیر سے بالکل متاثر نہین ہوئی، یعنی ان عمارتون مین وہ حسن ترتیب، اور صفائی نہ پیدا کرسکی جس نے یونانیون کو تمام دنیا سے ممتاز کردیا تھا، اور اس طرح ہم کو اس سبب کا علم ہوجائیگا جس کی بنا پر یونانیون کا اثر بالکل عارضی طور پر ہوا، اور جس قدر اوّل اوّل ہوا تھا اُس سے آگے نہ بڑھا، ان آثار پر غور و فکر کرنے سے اوس خیال کی صداقت کو بہ دلائل ثابت کیا جاسکتا ہی، جو اون لوگون کے دلون مین پیدا ہوتا ہی، جو ہندوستانی قوم کی عقلی خصوصیات سے اجمالی واقفیت رکھتے ہین، کیونکہ یہ ثابت ہوچکا ہی کہ سلاطین ہند اور شاہان ایران (ارجندی) مین باہم تعلقات قائم تھے، اور ایرانی تمدن یونانی اثر سے خاص طور پر متاثر تھا، ہندوستان کے بادشاہون نے متعدد بار، بالخصوص سن عیسوی کی دو ابتدائی صدیون مین یونانی فنون لطیفہ کو ہندوستان مین منتقل کرنا چاہا لیکن وہ اوس کو قائم نہ رکھ سکے، بلکہ جن بادشاہون نے اس قسم کی کوشش کی تھی اونکی حکومت کے زوال کے

ساتھ وہ بھی مٹ گیا، اس کی وجہ صرف یہی ہی کہ یونانی فنون لطیفہ، اور ہندوستانی قوم کے مزاج عقلی مین اس قدر تنافر اور اجنبیّت تھی کہ وہ اونکو صرف سلطنت کی جبری قوت سے قبول کر سکتی تھی، بلکہ تنافر کا اثر اس درجہ نمایان تھا کہ خود ان بادشاہون کے زمانے مین بھی ہندوستان کا ملکی فنون لطیفہ یونانی فنون لطیفہ سے بالکل متاثر نہین ہوا، کیونکہ خود اُنکے ملتے ہین، بلکہ اسکے بعد بھی ہندوستانیون نے جو عمارتین تعمیر کین ہم کو اون مین یونانی فن تعمیر کا اثر نظر نہین آتا حالانکہ وہ اثر اس آسانی کے ساتھ نمایان ہوسکتا ہی، کہ ایک کامل ہندی وضع کی عمارت مین صرف بعض جزئیات بالخصوص فرش سے یہ معلوم ہوسکتا ہی کہ اسکو یونانی کاریگر نے تعمیر کیا ہی،

یونانی فنون لطیفہ، اور ہندوستانی قوم کے جذبات کے اختلاف وتباین کا یہ نتیجہ ہوا کہ جس طرح یونانی فنون لطیفہ دفعتہً ہندوستان مین آیا تھا اسیطرح دفعتہً فنا بھی ہوگیا، اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ وہ ملک مین بزور حکومت آیا تھا، کیونکہ کسی قوم کا فنون لطیفہ اسطرح جلد فنا نہین ہوتا، بلکہ اوس مین تغیرات ہوتے ہین تبدیلیان ہوتی ہین، اور جدید فنون لطیفہ کا اثر قدیم فنون لطیفہ مین صاف نظر آتا ہے، لیکن یونانی فنون لطیفہ دفعتہً ہندوستان مین آیا، اور دفعتہً فنا ہوگیا، اور جس طرح آج ہندوستانی طرز تعمیر پر اون عمارتون کا کوئی اثر نمایان نہین ہوتا جن کو انگریز دو سو برس سے ہندوستان مین تعمیر کر رہے ہین، اُسی طرح ہندوستان مین یونانی فنون لطیفہ بھی بے اثر رہا،

یورپ اگرچہ ہندوستان پر ایک صدی سے حکومت کر رہا ہی، لیکن جس طرح آج سے ۸ سو برس پیشتر یونانی فنون لطیفہ بے اثر تھا اوسی طرح یورپین فنون لطیفہ کا بھی ہندوستان پر کوئی اثر نہین پڑا، صاف نظر آتا ہی کہ فنون لطیفہ کی ترتیب ونظام کے متعلق دونون قومون کے خیالات سخت مختلف ہین، اور اسی بنا پر اگرچہ ہندوستانیون کے نزدیک اہل عرب بھی یورپین

قوموں کی طرح بیگانہ تھے، لیکن کل ہندوستان نے عرب کے فنون لطیفہ کی تقلید کی، چنانچہ ملک کے جن حصوں پر اہل عرب کا اثر نہیں پڑا، وہان کی عبادت گاہیں عربی نقش ونگار سے خالی نظر آتی ہیں، یہ سچ ہے کہ جس طرح زمانہ قدیم میں شاہ کنیشکا[1] نے اپنے دور حکومت میں یونانی فن تعمیر کو منتقل کیا تھا، اسی طرح آج بھی چند راجہ مثلاً مہاراجہ گوالیار نے یورپین طاقت سے مبہوت ہوکر قدیم ہیئن، اور یونانی طرز پر یورپین وضع کے محل تعمیر کیے ہیں، لیکن کنیشکا کے زمانے کی طرح خود ملکی فن عمارت، اس سرکاری فن عمارت سے بالکل متاثر نہیں ہوا، اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ یونانی اور ہندوستانی فن تعمیر نے گذشتہ زمانے میں بعینہ اسطرح دوش بدوش زندگی بسر کی جس طرح آج وہ یورپین فن عمارت کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہے، تاہم ان میں کسی نے اپنے ہمنشین کا اثر قبول نہیں کیا، اور اس بنا پر یونانی اور ہندوستانی آثار قدیمہ میں کلاً وجزاً دور کی مناسبت بھی نہیں معلوم ہوتی، یہ ایک ایسی چیز ہے جو ہندوستان کے آثار قدیمہ کے مطالعہ سے صاف نمایاں ہو سکتی ہے، لیکن اسکا یہ سبب نہیں ہے کہ ہندوستانیوں میں فطرۃً دوسری قوموں کے فنون لطیفہ کی نقل وتقلید کا مادہ نہیں ہے، کیونکہ جن قوموں کے فنون لطیفہ انکے مذاق کے موافق تھے، اس کی نقل انھوں نے کر لی ہے، بلکہ اسکی اصل وجہ جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں یہ ہے کہ دونوں کی روح میں سخت تنافر واختلاف ہے،

عمارتوں کے مشاہدات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستانی قوموں نے ابتداءً ایرانیوں سے فنون لطیفہ کو لیا، لیکن یہ سلاطین ارخیدئین کے زمانے کے ایرانی نہ تھے، بلکہ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے اشوری اور مصری قوموں سے تمدنی سبق سیکھا تھا، یہ مسلم ہے کہ ۳۳۰ قبل مسیح میں جب سکندر نے سلاطین اخمیدئین کے نظام سلطنت کو درہم برہم کر دیا، اس کے دو برس پہلے سے ایران ایک

[1] اسکی حکومت کابل و کشمیر سے لیکر دریائے نربدا تک تھی، پشاور دار السلطنت تھا، سال تخت نشینی بہ اختلاف روایات ۷۸ء یا ۱۲۰ء

شاندار تمدن کا مالک تھا، یہ سچ ہی کہ اوس وقت اونھون نے فنون لطیفہ مین کوئی خاص جدت نہین پیدا کی تھی، تاہم مصری اور اشوری فنون لطیفہ کی آمیزش نے اون کی صناعیون کو ایک نئے قالب مین نمایان کیا تھا چنانچہ پرسوپولس (اصطخر) کے بچے کھچے آثار سے اسکا اندازہ ہوسکتا ہے، جن مین مصر کے عظیم الشان دروازے اور اشور کے پردار بیل نظر آتے ہین، اور کہین کہین یونانی فنون لطیفہ کی جھلک بھی نظر آتی ہی، ان تمام واقعات کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کی تمام عظیم الشان قومون کے فنون لطیفہ ایشیار کوچک مین سمٹ کر آگئے تھے،

بہرحال ہندوستانیون نے اگرچہ براہ راست ایرانیون سے فنون لطیفہ کو حاصل کیا، لیکن درحقیقت یہ وہی کلدان اور مصر کے فنون لطیفہ تھے، کیونکہ خود ایرانیون نے اونھی قومون سے فنون لطیفہ کی تعلیم پائی تھی، اور اون مین کسی قسم کا تغیر نہین پیدا کیا تھا، ہندوستانی آثار قدیمہ کی تحقیقات سے اوس ماخذ کا پتہ چلتا ہی جس سے ابتدا مین اونھون نے فائدہ اوٹھایا تھا، اس لحاظ سے جو لوگ اس حقیقت کا سراغ لگانا چاہتے ہین، اونکو اپنا مطمح نظر صرف ہندوستانی قدیم ترین آثار کو بنانا چاہئیے، کیونکہ ہندوستانی روح کی یہ خصوصیت ہی کہ وہ جس جدید روش کو اختیار کرتی ہی، اوس مین چندہی دنون کے بعد اس قدر تغیرات پیدا کردیتی ہے، کہ نقل واصل مین کلیتہً اختلاف پیدا ہوجاتا ہی، ہندوستانیون نے یونانیون کو چھوڑکر صرف اس بنا پر ایرانیون سے فنون لطیفہ کی تعلیم حاصل کی کہ ایرانی فنون لطیفہ کو ہندوستانی مزاج عقلی سے جو مناسبت تھی وہ یونانی فنون لطیفہ کو نہ تھی، کیونکہ یونانی عمارتین بالکل سادہ اور نقش ونگار سے خالی ہوتی ہین، اس لئے ہندوستانی قومون کو اون سے کوئی دلاویزی نہین پیدا ہوتی تھی اسکے بخلاف ایرانی آثار مین نقش ونگار، زیب وزینت، اور سامان آرائش کی اسقدر کثرت ہوتی ہی جو ہندوستانیون کے دلون کو فریفتہ کرلیتی ہے، اور یہ ایک ایسی فطری مناسبت تھی کہ ایرانی

فنون لطیفہ نے صرف زمانہ قدیم ہی مین جبکہ ایران مصر اور اشور کے تمدن کا مالک تھا ہندوستان پر اثر نہین ڈالا، بلکہ اسکے کئی صدیون کے بعد جب مسلمانون نے ہندوستان کو فتح کیا تب یہ اثر نمایان ہوا، جس کی وجہ یہ تھی کہ ہندوستان مین آنے سے پہلے ایرانی ممالک مین مسلمانون کا گذر ہو چکا تھا، اور اونکا تمدن قدیم قومون کے تمدن سے بہت کچھ سرمایہ حاصل کر چکا تھا اس لیے مسلمان ایرانی فنون لطیفہ کو خاص طور پر ہندوستان مین لائے، لیکن اون مین اشوری قوم کے آثار قدیمہ کی جھلک بھی نظر آتی ہے، عظیم الشان مسجدون کے دروازے اور ملمع اینٹین صرف اشوری اور کلدانی قومون کی یادگارین ہین، چونکہ یہ تمام فنون لطیفہ ہندوستانیون کے جذبات کے موافق تھے، اسلیئے اونھون نے اونکی نقل کی، لیکن قدیم یونانی، اور موجودہ یورپ مین فنون لطیفہ چونکہ ہندوستانیون کے مذاق کے بالکل مخالف ہے، اس لیئے ہندوستان پر اونکا کوئی اثر نہین پڑا،

اس تفصیل سے ثابت ہوگیا کہ ہندوستانی اور یونانی فنون لطیفہ مین جیسا کہ علمائے فن عمارت کا خیال ہی، کوئی تعلق نہین ہی، بلکہ ایرانیون کے ذریعہ سے اونھون نے مصر اور اشور سے راہ و رسم پیدا کی ہے، اس لحاظ سے اگرچہ ہندوستان نے براہ راست یونان سے کچھ نہین لیا، لیکن درحقیقت اون دونون کا ماخذ تمدن کا وہ عام سرچشمہ اور تہذیب کا وہ عام خزانہ ہے جسکو ایک مدت مین مصر اور اشور نے جمع کیا تھا، ہندوستان اور یونان دونون کا راس المال صرف وہی ہی، البتہ اتنا فرق ہی کہ یونانیون نے فنیقی (فینشین) قوم اور ایشیائے کوچک کے رہنے والون کے ذریعہ سے اوس سے فائدہ اوٹھایا، اور ہندوستانیون نے ایرانیون کے توسط سے اس سرمایہ کو اپنے یہان منتقل کیا، اس بنا پر اصل مین یونانی اور ہندوستانی تمدن کا مبدء ایک ہی، البتہ چونکہ ان دونون قومون کی روح مین اختلاف تھا، اس لیئے تمدن کی ان دونون شاخون مین بھی

الگ الگ خصوصیتین قائم ہوگئین،

چونکہ فنون لطیفہ کو ہر قوم کے مزاج عقلی کے ساتھ خاص تعلق ہے، اور اسی بناپر قومونکے اختلاف سے اوس مین بھی اختلاف پیدا ہوتا رہتا ہے، اس لیئے باوجود مذہبی اتحاد کے قومیت کے اختلاف سے ہندوستانی فنون لطیفہ مین جن اختلافات کا پیدا ہونا لازمی تھا وہ پیدا ہوئے چنانچہ ہندوستان کے مختلف حصون مین جو آثار موجود ہین وہ اسکی شہادت دیتے ہین، انکے طرز تعمیر مین باہم اسقدر اختلاف ہو کہ مذہبی عقائد کو چھوڑ کر ہمکو اوسکی ترتیب و تقسیم مین ملکی یعنی قومی حیثیت کا بھی لحاظ رکھنا پڑے گا، شمالی ہند اور جنوبی ہند کی عمارتین اگرچہ ایک ہی زمانے مین تعمیر کی گئین اور ان تعمیر کرنے والون کا مذہب بھی ایک تھا تاہم اون مین باہم کسی قسم کی مشابہت نہین پائی جاتی، مسلمانون کے زمانے مین بھی جبکہ تمام ہندوستان ایک طاقتور سلطنت کے زیر اثر تھا، یہ اختلاف قائم رہا، اور ملکی اختلافات کے لحاظ سے خود اسلامی آثار مین بھی اسکی جھلک نظر آتی ہو، چنانچہ احمد آباد، آگرہ اور بیجاپور کی مسجدین اگرچہ صرف ایک خدا کی پرستش کے لئے تعمیر کیگئین، لیکن ان مین بہت کم مشابہت پائی جاتی ہو اور یورپ کے دور ترقی کے آثار اور گاتھک آثار مین جو معمولی درجہ کی مشابہت ہو، وہ ان مساجد مین اس سے بھی کم پائی جاتی ہو،

یہ اختلاف صرف عمارتون تک محدود نہین، بلکہ وہ مجسمون کی ہیئت اور صنعت دونون سے نمایان ہوتا ہے، چنانچہ سانچی کے اوبھرے ہوئے نقش و نگار، اور برہات کے مجسمون کے موازنہ سے اسکی تصدیق ہوتی ہو، حالانکہ یہ سب ایک ہی زمانے مین بنائے گئے ہین، اور بوندیلکھنڈ، میسور اور جنوبی ہند کے آثار مین یہ اختلاف اور بھی نمایان طور پر نظر آتا ہو، یہان تک کہ معمولی درجہ کی مصنوعی چیزین بھی اسکے اثر سے خالی نہین نظر آتی، میسور، اور گجرات کے بنے ہوئے لکڑی کے کام

اور اوڑیسہ اور ساحل بمبئی کے بنے ہوئے زیور مین ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی امتیاز کر سکتا ہے

اِس مین شبہہ نہین کہ دیگر مشرقی عملداریون کی طرح ہندوستان مین بھی سب سے پہلے مذہبی عمارتین وجود مین آئین، لیکن مشرق مین جسقدر مذہب کا اثر ہی، اوس سے زیادہ خود قوم کا ہے،

یہ روح جو ہر قوم کو اوسکی منزل مقصود تک پہونچاتی ہی، وہ جس طرح نظام سیاست اور فنون لطیفہ پر اپنا اثر ڈالتی ہی، اوسیطرح مذہب کو بھی ایک خاص روش کی طرف لی جاتی ہی، وہ تمام تمدنی عناصر کی بحث مین ہمارے آگے آگے ہوتی ہے، اور وہ ایک ایسی طاقت ہی جس سے بالاتر کوئی طاقت نہین، اوس مین اون ہزارون پشتون کی قوت موجود ہی، جس نے اوسکو پیدا کیا ہی، اور وہ اونکی نسلون کے افکار و خیالات کا خلاصہ ہے

تیسرا باب

قومون کی تاریخ پر اِس حیثیت سے نظر کہ اُسکا ماخذ قومونکا اخلاق ہے

پہلی فصل

نظامات سیاسیہ کیونکر ہر قوم کی روح سے پیدا ہوتے ہین؟

ہر قوم کی تاریخ، عموماً و دائماً اوسکے مزاج عقلی سے ماخوذ ہوتی ہی، اسکی مختلف مثالین، یہ بحث کہ فرانس کی سیاست کا منبع وہان کی قومی روح ہی، یہ بحث کہ ان نظامات مین اگرچہ بظاہر تغیر محسوس ہوتا ہی لیکن اُنکی حقیقت نہایت راسخ و پائدار ہوتی ہی، یہ بحث کہ ہمارے تمام سیاسی فرقون کا مقصد ایک ہی، ان فرقون کے رنگ اور اونکے نام، یہ بحث کہ تمام سیاسی فرقون کا مذہب یہ ہی کہ نفوذ و قوت کو محدود، اور ہر شخصی حرکت کو حکومت کے مصالح پر قربان کر دیا جائے، یہ بحث کہ شورش فرانس شخصی حکومت کے قایم ہونے سے پیدا ہوئی، یہ بحث کہ ہر قوم کے سیاسی نظام کا ماخذ ہمیشہ اوسکا قومی نظام اخلاق ہوتا ہی،

تاریخ اپنی حیثیت عمومی مین اون نتائج کی شرح ہی جن کو قومون کی روح نے پیدا کیا ہی اس لیے جس طرح مچھلی کے آلات تنفس کی نشو و نما پانی مین ہوئی ہی، اوسی طرح تاریخ کا سرچشمہ بھی قومون کی یہی روح ہے، جو شخص کسی قوم کے مزاج عقلی سے ناواقف ہے، اوسکے نزدیک اوسکی تاریخ اون غیر مرتب واقعات کا مجموعہ ہو گی جن کو بخت و اتفاق نے پیدا کیا ہی، لیکن جو شخص اس روح کی حقیقت سے واقف ہی، اوسکو نظر آتا ہی کہ قومی زندگی ہر قوم کے نفسی اخلاق کا ایک قدرتی اور لازمی نتیجہ ہی، اگر تم کو مختلف قومون کے مظاہر زندگی مختلف نظر آئین، تو تمکو یقین کر لینا چاہیے کہ ان اختلافات کے تار و پود قومی روح سے وابستہ ہین،

قومی روح کا روشن ترین مظہر نظام سیاست ہی، اور بعض مثالون کے ذریعہ سے نہایت آسانی کے ساتھ یہ حقیقت واضح ہو سکتی ہے،

فرانس اون ملکون مین ہی جن مین ایک عام انقلاب پیدا ہوچکا ہی، بظاہر چند سالون مین اوسکا نظام سیاست بالکل بدل گیا ہی، اور سیاسی فرقون مین سخت مغائرت پیدا ہوگئی ہی، لیکن اگر ہم اون خیالات کا جو بظاہر متناقض معلوم ہوتے ہین، غور سے مطالعہ کرین اور اون سیاسی فرقون کے متعلق جنمین ہمیشہ جنگ قایم رہتی ہی، دقت نظری سے کام لین، تو معلوم ہوگا کہ ان سب کی حقیقت ایک ہے اور اوسکے اندر سے فرانس کی قومی روح علانیہ جھلک رہی ہی، انتہا پسند، شخصیت پرست، سوشلسٹ غرض تمام فرقے مختلف رنگ کی جھنڈیون کے نیچے، ایک ہی منزل مقصود کی طرف جا رہے ہین اور سب کا نصب العین صرف یہ ہی کہ افراد کو حکومت کے اندر فنا ہوجانا چاہیئے، ہر فرقہ یہ چاہتا ہے کہ قوت ونفوذ سلطنت کے دامن مین اسطرح سمٹ کے آجائین، کہ ہر چیز کی باگ اوسکے ہاتھ مین آجائے، سلطنت ہی ہر چیز کی ترتیب دے، اوسی کی طرف تمام چیزین سمٹ آئین، معمولی سے معمولی جزئیات کے متعلق بھی وہ افراد کی زندگی کو قانونی شکنجہ مین جکڑ دے، اور اون کو تھوڑا بہت دنیا کے جھگڑے بکھیڑے سے نجات دلائے، بادشاہ، شاہزادہ، (امپراطور) پریسیڈنٹ غرض عنان حکومت کسی کے ہاتھ مین بھی ہو، لیکن مقصد سب کا ایک ہی، اور یہی مقصد فرانس کی قومی روح کی ترجمانی کرسکتا ہی، اور فرنچ قوم اس کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف نہین جا سکتی،[1]

پس ایک طرف تو ہمارے نظام عصبی کا تموج، اور ہمارا آسانی کے ساتھ بدلنے والا مذاق ہم سے کہتا ہی، کہ "کاش اس حکومت کے بجائے جو ہر وقت اپنا نظام سیاسی بدلتی رہتی ہے۔

---

[1] ایک روشن خیال شخص موسیو (ڈیبون وائٹ) فرماتے ہین کہ فرنچ قوم کی روح کا مابہ الامتیاز وصف یہ ہے کہ جبتک سلطنت ترغیب وتحریص نہ دلائے، وہ کسی تمدنی کام مین کامیابی نہین حاصل کر سکتی،

کوئی دوسری حکومت ہوتی تو ہماری حالت بہتر ہو جاتی، دوسری طرف سے مردون کی آوازین آتی ہین کہ "ہم صرف الفاظ اور ظاہری قالب مین تبدیلی پیدا کرتے ہین" لیکن قوم کی غیر شاعرانہ روح کا اثر ہم پر اس شدت کے ساتھ پڑ گیا ہی کہ اوسکے ہوتے ہوئے ہم کو یہ محسوس نہین ہوتا کہ ہمارا موجودہ خیال بالکل غلط ہے،

شورش فرانس کے بعد جو نظام حکومت قایم ہوا، اوس کو اگرچہ ہمارے قدیم نظام سے بظاہر کوئی مشابہت نہین ہی لیکن درحقیقت اوس نے غیر محسوس طور پر شخصی حکومت کا قالب اختیار کر لیا، اسلیئے اوس نے قدیم نفوذ و قوت کو اور بھی محدود کر دیا، اگر لوئس سیز دہم اور لوئس چہاردہم اپنی قبر سے اوٹھکر اس انقلاب کے نتائج کو دیکھتے، تو اپنے شخصی اغراض کے لیئے اونھون نے جو بیرحمیان کی تھین اونپر اگرچہ فطرۃً ملامت کرتے لیکن با اینہمہ اونکو نظر آتا کہ یہ جو کچھ ہوا ٹھیک اونکی قدیم روش کے مطابق ہی، وہ اعتراف کرتے کہ اگر اونھون نے کسی وزیر کو اس طرز حکومت کی وصیّت کی ہوتی، تو اوسکو بہت زیادہ کامیابی نہ ہوتی، وہ کہتے کہ شورش سے پہلے فرانس مین جو حکومتین قایم ہوئین، اون مین سب سے زیادہ قدیم خود وہ نظام حکومت ہی، جو شورش کے بعد قائم ہوا اون کو اس امر کا یقین ہو جاتا کہ اگرچہ تقریبًا ایک صدی سے مختلف طرز کی مختلف حکومتین قایم ہوتی رہین، لیکن ان مین کوئی بھی قدیم نظام کو نہ بدل سکی، کیونکہ جو انقلاب قانون طبعی کے مطابق ہوتا ہی، اوسکا قدرتی نتیجہ یہی ہی، اور سلاطین کی شخصی تقلید جس نے قوم کی روح کو غلام بنا لیا ہے ہمیشہ اسی طرح قایم رہے گی، تاہم اونکو یہ فرق ضرور نظر آتا کہ جب سے حکام و شرفا کے طبقہ کو ملازمت پیشہ لوگون کے گروہ سے بدل دیا گیا ہی، ایک ایسا جمہوری نظام قایم ہو گیا ہی، جو قدیم نظام سے زیادہ خطرناک ہی، کیونکہ اوس مین کوئی سیاسی انقلاب نہین پیدا ہو سکتا، اس سے پہلے دوسرے نظام قایم ہو چکے ہین، وہ قوم کا قدرتی کفیل ہی، اوسکے نتائج کی ذمہداری کسی خاص شخص پر عاید نہین

ہوتی، اور اوسکی مستمر زندگی سے روز بروز اوسکا بول بالا ہوتا جاتا ہے، اور یہی وہ خصوصیات ہین
جو ایک شخصی حکومت کا خاصہ لازمی خیال کی جاتی ہین لیکن باینہمہ وہ اس پر بہت زیادہ ملامت
نہین کرین گے، کیونکہ اون کو معلوم ہو کہ لیٹن قومین آزادی سے زیادہ مساوات پر جان دیتی ہین
اسلیئے وہ تمام استبدادی طریقیون کو اس شرط پر قبول کر سکتی ہین، کہ اونکا سررشتہ ایک فرد کے ہاتھ
مین نہ ہو، یا دو اشخاص کی کثرت، اور قواعد کی بہتات نے افراد کو جس طرح جکڑ کر استبداد کی قوت
مین غیر معمولی اضافہ کر دیا ہو وہ اون سے مخفی نہین رہ سکتا، ان نتایج پر نگاہ ڈالنے سے اونکو یہ بھی معلوم
ہو جائیگا، کہ جب اس دور حکومت کا نظام مکمل ہو جائیگا، تو وہ ہر چیز کو اپنے دامن مین سمیٹ لیگا، اور پھر
تمدنی فوائد کے لیئے کسی قسم کے قانون کی ضرورت نہ ہوگی، افراد کی ہر شخصی حرکت فنا ہو جائیگی، اور
بغیر کسی دوسری شورش کے سوشیالزم تمام ملک مین لنگر انداز ہو جائیگا، لیکن اسکے ساتھ اونکو شاہانہ
دماغ کی روشنی مین یہ بھی نظر آئیگا کہ سوشیالزم درحقیقت شخصی نظام حکومت کا ایک اعلیٰ ترین مظہر
ہے، اور شورش فرانس نے اِس بلند منارہ تک ملک کو نہایت سرعت کے ساتھ پہونچا دیا ہو اِس
مثال کے مقابل مین انگریزی قوم ہو جس کا مزاج عقلی فرنچ قوم سے بالکل مختلف ہو اور اسی وجہ سے
دونون کے نظام حکومت مین کسی قسم کا ارتباط و اتصال نہین پایا جاتا، انگریزی حکومت کے تخت پر
بادشاہ یا پریسیڈنٹ کوئی بھی متمکن ہو، جیسا کہ برطانیہ اور ولایات متحدہ امریکہ مین یہ دونون مختلف
حالتین نظر آتی ہین، لیکن انگریزی قوم کے طرز حکومت مین کسی قسم کا اختلاف نہین پیدا ہوتا ان
دونون حالتون مین سلطنت کا اثر سمٹ کر محدود، اور افراد کا اثر پھیل کر غیر محدود ہو جاتا ہے،
اِس نظام حکومت مین بندرگاہ، محکمہ انہار، ریلوے، اسکول، کالج، غرض رفاہ عام کے تمام کام اشخاص کے
ساتھ تعلق رکھتے ہین خود حکومت انکا انتظام نہین کرتی، اور یہ روش لیٹن قومون کی روش کے
بالکل مخالف ہو، اس وقت افراد کی ذاتی حرکت کی نشوونما کا سب سے زیادہ روشن مظہر امریکہ ہے،

کیونکہ انگلستان مین ۲۵ سال سے سلطنت آہستہ آہستہ اسکو روک رہی ہی، اسلیئے اِس مین ب
بہت کچھ ضعف آگیا ہے،

جن اخلاق کا اثر قوم کے نظام حکومت پر پڑتا ہی اون کو شورش، جمہوری نظام سلطنت
استبداد پسند حکومت، غرض کوئی چیز نہ پیدا کر سکتی، نہ اون کے ذریعہ سے وہ فنا ہو سکتے، یہ بار بار کہا
جا چکا ہی کہ ہر قوم کے لئے ایک خاص طرز حکومت موزون ہوتا ہی، اوسکے سوا عقل کسی دوسرے
نظام حکومت کو جائز نہین رکھتی، ہم عنقریب بیان کرین گے کہ کسی قوم کو اوسکے مزاج عقلی کے نتائج
سے مفر نہین ہو سکتا، ہوا جب ریگ کے ذرون کو اوڑاتی ہی تو بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ قدرت نے قانون
جذب و کشش کی خلاف ورزی کی ہی، حالانکہ درحقیقت ایسا نہین ہو سکتا، اسیطرح دو ایک دن سے
زیادہ کوئی قوم اپنے مزاج عقلی کی مخالفت نہین کر سکتی، یہ ایک لغو خیال ہی کہ "قومونکا انجام کار
حکومت اور نظام حکومت کے ہاتھ مین ہی" اوس کے عواقب و نتائج کا مرکز اوسکے باہر نہین بلکہ اوسکے
اندر ہی، اگر حکومت کسی قوم کو اوسکے جذبات و خیالات کے مخالف تکلیف مالا یطاق دینا چاہتی
ہے، تو وہ اوسکا جوا اپنے کندھے سے اوتار کر پھینکدیتی ہی، ہر حکومت کا وجود قوم کے جذبات و
خیالات کا آئینہ ہوتا ہے،، اور اسلیئے کسی نظام حکومت کو کلیتہً اچھا یا برا نہین کہا جا سکتا،
شاہ داھومی[1] جس قوم پر حکومت کرتا تھا اوس کے لحاظ سے اوسکا طرز جہانبانی نہایت موزون تھا،
لیکن آج یورپ کا اعلیٰ سے اعلیٰ نظام حکومت بھی وس ملک کے لیئے موزون نہین ہو سکتا، یہ ایک
صداقت آمیز حقیقت ہی، لیکن بدقسمتی سے آج مدبران سیاست اس سے بالکل ناواقف ہین، اور
اسلیئے اونکا خیال ہی کہ حکومت ایک تجارتی مال ہی جسکو ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف
منتقل کیا جا سکتا ہی، اور جو نظام حکومت دار السلطنت کا ہی، اسی اصول پر نو آبادیون مین بھی حکومت

[1] افریقہ کی ایک قدیم سلطنت کا نام جو اب فرانس کے قبضہ مین ہی،

کی جاسکتی ہی، لیکن یہ خیال اوسی قدر غلط ہی جس قدر ایک شخص مچھلی کو اس غلط دلیل کی بناپر ہوا مین زندہ رکھنا چاہتا ہی کہ،، دنیا کے تمام جانور ہوامین سانس لیتے ہین ،،

قومون کے مزاج عقلی کا یہ اختلاف اونکو مدت تک ایک نظام حکومت کے زیر اثر نہین رہنے دیتا، یہی وجہ ہی کہ انگریز، آئرش، سلافی، ہنگرین، عرب، اور فریخ قومون نے سخت دشواریون اور متصل شورشون کے بعد ایک قانون کے آگے سرجھکایا اور اسی بناپر جو سلطنتین مختلف قومون پر حکومت کرتی ہین، وہ نہایت سرعت کے ساتھ فنا ہوجاتی ہین، ہندوستان مین مغلون اور انگریزون نے بے شبہہ ایک طویل زمانے تک اس اُصول کے خلاف حکومت کی ہی، لیکن اولاً تو اسکا سبب یہ ہی کہ خود یہان کی مختلف قومون مین اس شدت کے ساتھ منازعت و مخاصمت رہتی ہے کہ اجنبیون کے خلاف ان مین قومی اتحاد نہین پیدا ہوسکتا، دوسری وجہ یہ ہے کہ خود اِن اجنبی سلطنتون نے اپنی سیاسی روشن ضمیری سے ان قومون کے اخلاق و عادات کا ادب و احترام کیا ہی، اور اونکو اپنے مذہب و قانون کے ماتحت زندگی بسر کرنے کی آزادی دی ہی،

قومون کے مزاج عقلی اور اوسکے نتائج کے متعلق معلومات کا اسقدر [illegible] ذخیرہ ہے کہ اگر اونکا استقصا کیا جائے تو متعدد جلدون کی ضرورت ہوگی، اور آج تک تاریخ نگاری کی جو روش چلی آتی ہی، وہ دفعتہ بدل جائیگی، میرے نزدیک اِن معلومات کو سیاست اور تربیت کا اصول زرین قرار دینا چاہیئے، جن کی وجہ سے متعدد غلطیون سے نجات ملیگی اور بہت سے انقلابات کا خاتمہ ہوجائیگا،



دوسری فصل

نظریات سابقہ کا انطباق؛ انقلابات ولایات متحدہ امریکہ

اور

امریکہ کی اسپینی جمہوریت پر

انگریزی قوم کے اخلاق، امریکن روح کیونکر پیدا ہوئی؟ حالات معاش کی وجہ سے جو انقلاب
پیدا ہوا ہے اوس کی مشکلات، پست درجہ کی قومون کے فنا کرنے کا قطعی فیصلہ، حبشی اور
چینی، باوجودیکہ دونون کا نظام ایک ہی، لیکن اس کا کیا سبب ہے کہ ولایات متحدہ
ترقی پذیر اور جمہوریت اسپینہ روبہ تنزل ہے؟ اسپینی جمہوریت امریکہ مین جو خودمختاری
پھیل گئی وہ قوم کے انحطاط کا لازمی نتیجہ تھا،

اوپر کے اجمالی اشارات سے ثابت ہوگیا ہوگا کہ ہر قوم کے نظام حکومت کا مبدر اوسکی قومی
روح ہی، اور وہ اوس مین اگرچہ سطحی اور عارضی تغیرات پیدا کرسکتی ہی، مگر اوس کی حقیقت کو نہین
بدل سکتی، اب ہم اس فصل مین واضح مثالون سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہین، کہ یہ روح قوم کے مستقبل
اور اوسکے نتائج عمل پر کس قدر قابو رکھتی ہی؟ اور نظام حکومت اوسکے مقابل مین کس قدر بے اثر
چیز ہے؟ اِس وقت مین مثال کے طور پر ایک ایسے ملک (یعنی امریکہ) کو پیش کرتا ہون جس مین
ایک ہی قسم کی آب وہوا اور ایک ہی قسم کے ماحول مین، یورپ کی دو متمدن، ذہین، اور
طباع قومین پہلو بہ پہلو آباد ہین، اور اون مین نظام اخلاق کے سوا کوئی چیز مابہ الامتیاز نہین،

لہ افسوس ہی کہ اس فصل مین بہت سے نامانوس نامون کی تصحیح ہم نہ کرسکے،

امریکہ دو بر اعظموں سے مرکب ہی جن کے درمیان ایک برزخ حائل ہی، دونون کا رقبہ قریب قریب برابر ہی، اور دونون کی سرزمین مین بھی کوئی فرق نہین، ایک کو انگریزون نے فتح کیا ہی اور اوسمین اپنی نوآبادی قائم کی ہی، اور دوسرے حصہ مین اسپینی قوم آباد ہی، دونون کا نظام حکومت جمہوری ہے، اور چونکہ جنوبی حصہ کی جمہوریت نے ولایات متحدہ کے جمہوری نظام کو اپنی طرف منتقل کر لیا ہے، اسلیئے دونون کی جمہوریت مین ہمرنگی پائی جاتی ہی، غرض قومیت کے سوا کسی حیثیت سے ان دونون قومون مین اختلاف و تباین نہین ہوسکتا، اس لحاظ سے ہم کو دیکھنا چاہیے کہ اس اختلاف قومی کا کیا اثر ہے؟

سب سے پہلے اجمالی طور پر اون سکسن انگریزون کی اخلاقی حالت کا تذکرہ کرنا ضروری ہی جو ولایات متحدہ مین آباد ہین، کیونکہ تمام دنیا کی قومون مین صرف یہی ایک ایسی قوم ہی جس کے اخلاق و عادات مین اتحاد، ہمرنگی، اور ہمواری پائی جاتی ہی، اسلیئے اوسکے مزاج عقلی کی تحدید نہایت آسان ہے،

اخلاقی حیثیت سے انگریزی قوم کے مزاج عقلی کا امتیازی وصف قوت ارادی ہی، غالبًا قدیم زمانہ مین رومن قوم کے سوا ایسا بے نظیر عزم، ایسی بلند ہمت، اسقدر ضبط نفس، اسقدر استقلال اسقدر نشاط، اسقدر شدید مذہبی احساس، اسقدر قومی احترام اور اس قدر احساس فرائض (سنس آف ڈیوٹی) دنیا کی کسی قوم مین نہین پایا جاتا لیکن عقلی حیثیت سے اس قوم کے اون امتیازی اوصاف کو جو اسی قوم کے ساتھ مخصوص ہین اور دوسری متمدن قومون مین نہین پائے جاتے آسانی کیساتھ نہین بیان کیا جا سکتا زیادہ سے زیادہ اسقدر کہا جا سکتا ہی کہ عملی حیثیت سے اوسکے تصورات و خیالات نہایت پختہ اور صحیح ہین، اور وہ محض وہمی باتون مین پڑ کر گمراہ نہین ہوتی، اس کو دوسری عبارت مین یون ادا کیا جا سکتا ہی کہ اوسکا ذوق عقلی حقائق واقعیہ کو شدت کے ساتھ محسوس کرتا ہے، اور نظریات کلیہ یعنی خیالی تصویریون کا اوسپر بہت کم اثر پڑتا ہی، عقلی دائرہ کی عدم وسعت اوسکو

کم درجہ کے مذہبی عقائد کی طرف متوجہ نہین ہونے دیتی، ان عام اوصاف کے ساتھ انگریزون کا مستقبل اس قدر روشن ہی کہ گویا اونھون نے اپنی زندگی کی تمام منزلین متعین کر لی ہین، اور اب وہ اسکو دوسری بہتر زندگی سے بدلنا نہین چاہتے، ہر انگریز اپنے وطن، اپنے خاندان، اور اپنے آقا کا حق شناس ہوتا ہے، اور مستقبل کی غیر متبدل توقعات نے اجنبی قومون کو اونکی نگاہ مین سبک کر دیا ہے، قدیم رومن قومین اپنے زمانۂ عروج مین بربرہ کو جس نگاہ کے ساتھ دیکھتی تھین، اب انگریز غیر قومون کو، اور غیر قومون کے اخلاق و عادات کو اوسی نگاہ سے دیکھتے ہین، اس بنا پر وہ اجنبیون کا قومی احترام نہین کرتے، ہر انگریز مدبر غیر قومون کے معاملے مین اون چیزون کو بے تکلف استعمال کر سکتا ہی جن کو اگر وہ اپنے ملک مین رائج کرتا تو ہر طرف سے اوس پر اعتراضات کیئے جاتے اگرچہ فلسفیانہ حیثیت سے یہ ایک اخلاقی کمزوری ہے، لیکن قومی ترقی کے لیے اس سے زیادہ کوئی چیز مفید نہین اسلیئے انگریزون کی یہ سب سے بڑی طاقت ہی، اور خود انگریزی سپہ سالار ولسلی نے اوس کی طرف اشارہ کیا ہی جب بحر مانش[1] مین ایک ایسے راستے کے بنانے کی تجویز پیش ہوئی جو بر اعظم یورپ مین سلسلۂ اتصال قایم کر دے تو انگریزون نے اس کو منظور نہین کیا، اس موقع پر لوگون نے کس قدر سچ کہا کہ "چینیون کی طرح انگریز بھی غیر قوم کے اثرات کو اپنے ملک مین پھیلانا پسند نہین کرتے اوصاف مذکورہ بالا انگریزی قوم کے ہر طبقے مین پائے جاتے ہین، اس لیئے اونکا اثر انگریزی تمدن کی ہر شاخ پر پڑا ہی، جو شخص چند دنون کے لیئے بھی انگریزی ممالک کا سفر کریگا اوسپر یہ حقیقت واضح ہو جائیگی، اُسکو ایک معمولی سے معمولی مزدور کے گھر مین بھی ایک مستقل طرز معاشرت اور بے نیازانہ زندگی نظر آئیگی، اوسکا گھر بے شبہہ نہایت تنگ ہوگا، لیکن وہ ہمسایون کی کشمکش سے بالکل الگ تھلگ نظر آئے گا۔

---

[1] بلجیم کا ایک تجارتی شہر۔

وہ دیکھے گا کہ ایک انگریز ریلوے اسٹیشن پر جہان لوگ دوڑ دوڑ کر بھیڑ بکری کی طرح ایک دوسرے پر
گرے پڑتے ہین، ایک دیوار کی آڑ مین جس پر اس لئے پہرہ پڑتا ہی کہ لوگون کو گاڑیون کی ٹکر
سے بچایا جائے چپ چاپ کھڑا رہتا ہی، اوسکے سامنے انگریزی قوم کا عزم و استقلال ایک آزاد
اور خود مختار زندگی رکھنے والے طالب العلم کی طرح ، ایک محنتی مزدور کے کامون مین بھی نمایان ہوگا،
اوس کو محسوس ہوگا کہ ہر انگریز پروفیسر تعلیم سے زیادہ تربیت اخلاق پر زور دیتا ہی، کیونکہ وہ
سمجھتا ہی کہ دنیا کی کُل اخلاق ہی کے ذریعہ سے چلائی جاسکتی ہی، مختصر یہ کہ اگر وہ انگریزون کی
عام زندگی پر نظر ڈالے گا تو اوس کو معلوم ہوجائیگا کہ دیہاتی اسپتالون کی اصلاح، بندرگاہون کی
تعمیر، ریلوے کا قیام، غرض انگریزون کے اکثر کام افراد کی قوت سے چلتے ہین، ان مین حکومت
کا کوئی حصہ شامل نہین ہوتا، اِس بنا پر اگر وہ ان حالات کا بغور مطالعہ کرے گا، تو اوس کو
تسلیم کرنا پڑیگا، کہ انگریزی قوم کو اگرچہ دوسری اجنبی قومین، نہایت خشک، روکھی، اور اکھڑ
قوم سمجھتی ہین، لیکن دنیا مین صرف وہی ایک ایسی قوم ہی جسکو آزادی کے حقیقی معنون مین آزاد کہا
جاسکتا ہی، کیونکہ اوس نے اپنے اوپر حکومت کرنے کا طریقہ معلوم کرلیا ہی، اس لئے اوس نے
حکومت کے دائرہ کو نہایت تنگ کردیا ہی، اگر انگریزی قوم کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم
ہوگا کہ وہ دنیا کی سب سے پہلی قوم ہی جس نے اپنے آپ کو کلیسیا اور بادشاہ دونون کی حکومت سے
آزاد کرلیا ہی، پندرھوین صدی سے مقنن دارسٹیکو انگریزی قانون اور رومن لا کا جو مقابلہ
کررہا تھا، اوسکا نتیجہ یہ نکلا کہ ان دونون مین رومن لا کو خود مختار بادشاہون نے وضع کیا ہی، اور
اسکا مقصد افراد کی زندگی کو اپنے اوپر قربان کرلینا ہی، لیکن انگریزی قانون قوم کی مجموعی کوششونکا
نتیجہ ہی، اسلئے وہ قوم ہی کی حمایت کرتا ہی،

ایسی خوش اخلاق قوم جس جگہ ڈیرا ڈالدیگی، اوسکا بول بالا ہوجائیگا، اور عظیم الشان

حکومت قائم کریگی، لیکن اگر اوس کی زیر اثر قوم بجائے خود ضعیف ہوگی تو وہ اس قوم سے اچھی طرح فائدہ نہ اوٹھا سکیگی، چنانچہ شمالی امریکہ کے سُرخ رنگ کے باشندے اس قوم کے فیض تربیت سے فائدہ نہ اوٹھا سکے بلکہ فنا ہوگئے، لیکن اگر اوس قوم کی تعداد زیادہ ہوئی، اور اوس مین مفید کامو نکے کرنے کا مادہ بھی ہوا جیسا کہ ہندوستانیون کا حال ہی، تو وہ انگریزون کی سخت فرمانبردار ہوجائیگی، اور زیادہ تر اونہی کے فوائد کے لیئے کام کریگی،

انگریزی قوم نے اپنے مزاج عقلی کے ذریعہ سے جو ترقیان کی ہین اگرچہ اوس کے آثار ہر جگہ نظر آتے ہین، تاہم وہ جدید ممالک مین خصوصیت کے ساتھ نمایان ہوتے ہین، مثلاً امریکہ ایک نیا ملک تھا جس کے باشندے صرف چند وحشی تھے، وہان زراعت کا نام و نشان تک نہ تھا، اِس بناپر اگر کوئی شخص وہان آباد ہونے کی غرض سے جاتا تو اوس کو اپنی ذات کے سوا کسی اور سے اعانت کی توقع نہین ہوسکتی تھی، لیکن انگریزی قوم وہان جاکر آباد ہوئی اور اس قدر ترقیان کین کہ دنیا کا کوئی فرد اوس سے ناواقف نہین، ابھی اوس کی ترقی کا زمانہ ایک صدی سے زیادہ ممتد نہین ہوا، لیکن وہ ترقی کے میدان مین دنیا کی عظیم الشان سلطنتون کے دوش بدوش کھڑی ہوسکتی ہی، اور بہت کم قومین اوسکا مقابلہ کرسکتی ہین، چنانچہ جو لوگ جمہوریت امریکہ کے باشندون کی رفتار ترقی کا صحیح اندازہ کرنا چاہتے ہین، انکو موسیو روزیہ اور موسیو یورچیہ کی کتابون کا مطالعہ کرنا چاہیئے جن سے معلوم ہوگا کہ انگریزی قوم مین اپنے اوپر حکومت کرنے، اعمال بھہ کے لیئے کمپنیان بنانے شہرون کے بسانے، مدرسون اور بندر گاہون کے قائم کرنے، اور ریلوے لائینون کے جال پھیلانے کا مادہ کس شدّت کے ساتھ موجود ہے؟ امریکہ مین پولیس، اور پالٹیکس کے سوا سلطنت کا اثر تمام چیزون مین اس قدر کم پایا جاتا ہی کہ ایک شخص کو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہان سرے سے کوئی

سلطنت ہی قائم نہین ہی، لیکن جو لوگ انگریزی قوم کے اخلاق سے معرّا ہین، وہ امریکہ مین مشکل ترقی کرسکتے ہین، اور یہی وجہ ہے کہ جو لوگ وہان جاکر آباد ہوجاتے ہین، وہ امریکہ کی قومیت پر کوئی اثر نہین ڈالتے بلکہ سچ تو یہ ہی کہ امریکہ کی آب وہوا مین انگریزون کے سوا کوئی شخص زندگی بسر ہی نہین کرسکتا اور جو لوگ انگریزون کے اخلاقی اوصاف کے ساتھ متصف نہین اُنکو وہ سرزمین آہستہ آہستہ مٹا دیگی کیونکہ وہان کے جغرافیانہ طبعی حدود، دریا اور پہاڑ کے بجائے عزم واستقلال ہین، اس بنا پر نازک مزاج اٹالین تو وہان بھوکون مرجائیگا، اور آئرش اور حبشی ذلیل نوکرون کی زندگی بسر کرینگے،

امریکہ کی عظیم الشان جمہوریت کو اگرچہ یقینی طور پر حریّت زار کہا جاسکتا ہے، لیکن یہین مساوات ومواخات کا وجود نہین پایا جاتا مساوات ومواخات صرف لیٹن نژاد الفاظ ہین تعاون ارتقا ران کو اپنی کسی دفعہ کا جزو بنانا گوارا نہین کرتا امریکہ مین نسل وخاندان کا اثر اسقدر شدید اور عالمگیر ہے کہ اس سے کسی فرد کو مستثنیٰ نہین کیا جاسکتا، یہی وجہ ہی کہ وہان کی قومیت اپنی اصلی حالت مین محفوظ ہے، جو لوگ ضعیف، متوسط الحال، اور ذاتی قابلیت سے محروم ہین، امریکہ مین اُنکا گذر نہین ہوسکتا، اور اس کمزوری سے اس قسم کے افراد اور اس قسم کی قومون کو یقیناً فنا ہونا پڑے گا، چنانچہ اپوروج کو جب وہان کی جغرافیانہ خصوصیات نے غیر مفید ثابت کیا تو ان مین کچھ لوگ بھوک سے مرگئے، اور کچھ لوگون کو بندوق کی گولیون نے اوڑا دیا، اور جو چینی مزدور امریکہ کے خاص باشندون کے کامون مین خلل انداز ہورہے ہین، عنقریب اُنکا بھی یہی حشر ہوگا[1] امریکہ سے انکی جلاوطنی کا قانون پاس ہوچکا ہی لیکن چونکہ اسکے لیے عظیم الشان

[1] امریکہ مین ایک قانون جاری تھا، جسکے رو سے قوم اگر کسی کالے آدمی کو مجرم سمجھتی تھی تو خواہ وہ عدالت مین پیش کیا جاتا یا نہ کیا جاتا، عدالت اوسکو سزا دیتی یا نہ دیتی، لیکن خود اوسکو پھانسی تک کی سزا دیسکتی تھی یہ قانون اگرچہ اب منسوخ ہوگیا ہی لیکن لاایا غربیہ اور جنوبیہ مین جہان امریکہ کی اصل قوم آباد نہین اب تک جاری ہے

مالی مصارف کی ضرورت تھی اسلیئے اب تک نافذ نہ ہوسکا حالانکہ اسکے لئے معاوضہ عاجلانہ کی
ضرورت ہی، تاہم معدنی صوبون مین اسکی ابتدا ہوچکی ہی، اسی طرح قانوناً غیر ملک کے غریب
جلاوطن لوگون کا سد باب کردیا گیا ہے، لیکن وہ حبشی جو امریکہ کی خانہ جنگی کا اصلی سبب ہوئے
تھے، اونکا اب تک کوئی قطعی فیصلہ نہین ہوا ہے، کیونکہ یہ لوگ اس قدر معمولی درجہ کے کام کرتے
ہین کہ خود ہر امریکن اسکو اپنے لیئے ننگ وعار خیال کرتا ہی، قانونی حیثیت سے اگرچہ یہ لوگ بھی امریکہ کے
باشندون کے ساتھ مساویانہ حقوق رکھتے ہین، لیکن عملی طور پر اون کے ساتھ جانورون کی طرح برتاؤ کیا جاتا ہی
اور جب اِن سے کوئی جرم سرزد ہوتا ہی تو تمام قوم فوراً اون کو سوسائٹی سے الگ کردیتی ہی، اس مسئلہ مین
تمام امریکن قوم انھین قدیم اصول کی پابند ہی جو لنش کے قانون نے قایم کئے تھے، اِن مین
پہلا اصول یہ ہی کہ جو لوگ جرائم کا ارتکاب کرتے ہین اون کو لوگ گولی مار دیتے ہین، یا پھانسی پر
لٹکا دیتے ہین، چنانچہ گذشتہ سال مین جن لوگون پر اس قانون کا نفاذ کیا گیا اون کی تعداد ایک
ہزار سے زیادہ تھی، اِس متمدن ملک کے دامن پر بے شبہہ یہ ایک نہایت سیاہ داغ ہے، لیکن
اِس کی جگمگاہٹ اس سیاہی کی متحمل ہوسکتی ہی، یورپ اور ولایات متحدہ مین جو فرق ہی، اوسکی
تشریح صرف اس مختصر فقرہ مین کی جاسکتی ہی، کہ یورپ اوس قوم کے نتائج اعمال کا منظر ہے جس مین
افراد کی جگہ حکومت نے لے لی ہی، اور ولایات متحدہ اون افراد کی ہمت کا مرقع ہین جو ہر سرکاری
کشمکش سے آزاد ہین، لیکن اِس فرق مراتب کا منشا اخلاق کے سوا اور کچھ نہین ہوسکتا، یہ بالکل یقینی
ہے کہ امریکن ممالک مین اشتراکیت کو کوئی جگہ نہین مل سکتی، کیونکہ اشتراکیت استبدادی حکومت کے
رفتار ترقی کی آخری منزل ہی، اِس بنا پر وہ صرف اونھی فرسودہ سال قومون مین نشو ونما پاسکتی ہے
جنھون نے صدیون تک ایک ایسے نظام حکومت مین زندگی بسر کی ہے، جس نے اپنے اوپر
حکومت کرنے کا ملکہ اون سے سلب کرلیا ہی،

اب امریکہ کے اس حصے کو چھوڑکر ہم کو اسکے دوسرے حصے کی طرف متوجہ ہونا چاہئے جسمین ایک ایسی قوم آبادہی جسکی ذہانت وطباعی مین اگرچہ کوئی شبہہ نہین کیا جاسکتا، تاہم وہ اون اخلاقی اوصاف سے معرّا ہے، جن کے نتائج کی تفصیل اوپر گذرچکی ہی، قدرتی پیداوار کے لحاظ سے جنوبی امریکہ دنیا کا سب سے بڑا زرخیز ملک ہی، اوسکا رقبہ یورپ کے رقبہ سے دوگنا ہی، اور اوسکی آبادی یورپ کے دسوین حصہ کے برابر ہی، وہان زمین کا مالک وہ شخص ہوتا ہی جو اوسکی کاشت کرتا ہی اسلیئے وہ ہر شخص کے لیئے وقف عام ہے، باشندون مین اسپینیون کی تعداد غالب ہی، اوس مین متعدد جمہوری ریاستین مثلاً ارجنٹائن[1]، برازیل، چلی، پیرو وغیرہ قایم ہین، اور اون مین ہر ایک ریاست نے ولایات متحدہ کے نظام د اختیار کیا ہے، اس لحاظ سے یہ تمام ریاستین ایک ہی قانون کے زیر اثر ہین لیکن بااینہمہ اون مین ہمیشہ ایک قومی طوائف الملوکی قائم رہتی ہی جسکا اصلی سبب قومیت کا اختلاف اور اون اساسی اخلاق کا نقدان ہی، جو ولایات متحدہ کے باشندون مین پائے جاتے ہین اوسکی زمین جس قدر سرسبز ہے، اوسیقدر اوسکو ہر قسم کے نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہین، ہمیشہ افلاس اوس پر چھایا رہتا ہی، اور استبداد اوس کو مارڈالتا ہی،

جو لوگ امریکہ کی آئینی جمہوریت کے حالات تنزل سے پوری طور پر واقف ہونا چاہتے ہین اونکو موسیو ٹی شیلا کی کتاب پڑھنی چاہیئے جسمین بتایا گیا ہے کہ اس انحطاط کا سبب صرف اس قوم کا مزاج عقلی ہے، کیونکہ وہ عزم و ارادہ اور تمام ملکات فاضلہ سے معرّا ہی، اور اسی اخیر شرف و مزیت سے بے بہرہ رہنے کا یہ نتیجہ ہے کہ اسکا تنزل تمام یورپ مین ضرب المثل ہے، مصنف موصوف نے وہان کے ایک اہم شہر یعنی بوینوس ایریس کا ذکر ان الفاظ مین کیا ہی" جس شخص مین رائی کے برابر زندہ احساس، اور ذرہ کے برابر بھی اخلاق موجود ہی، یہ شہر اوسکی اقامت کے قابل نہین،،

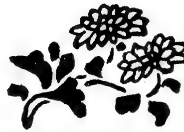
---

[1] ریاست ارجنٹائن کا دار الحکومت ۱۲

اور جمہوریت ارجنٹائن کے متعلق جو تنزل مین اس سے بہت کم ہی لکھا ہی،
"جو شخص اِس جمہوریت کے تجارتی معاملات پر نگاہ ڈالے گا، اوس کے چہرے پر اوس بدعہدی اور بے اعتباری کو دیکھکر شرم کی ایک تہ چڑھ جائیگی جو ہر جگہ آفتاب کی طرح نظر آتی ہے،"
اگر یہ دعوی کیا جائے کہ "ہر نظام حکومت کا مبدء قومیت ہے، اور ایک نظام حکومت دوسری قوم مین منتقل نہین کیا جاسکتا، تو اسکی دلیل مین صرف امریکہ ہی کو پیش کیا جاسکتا ہی، ولایات متحدہ کے آزادانہ طرز حکومت نے پست درجہ کی قومون مین منتقل ہو کر جو قالب اختیار کر لیا اس سے واقف ہونے کا دل مین شوق پیدا ہوتا ہے، موسیو مثلاً امریکہ کی اسپینی جمہوریت کے متعلق فرماتے ہین "وہ اون اُمرا کے ہاتھ مین ہی، جو زار روس بلکہ اس سے بھی زیادہ مطلق العنانی کے ساتھ حکومت کرتے ہین، کیونکہ یورپ کی طرح انکا محاسبہ ومراقبہ نہین کیا جاتا، تمام عہدہ دار اونکے دست پر در ہین، رعایا جس کو چاہتی ہو آزادی کے ساتھ انتخاب کرتی ہی، لیکن اوسکے انتخاب کا کوئی اعتبار نہین کیا جاتا، جمہوریت ارجنٹائن صرف نام ہی کی جمہوریت ہی ورنہ درحقیقت وہ شخصی حکومت ہے، جس کو چند لوگون نے سیاست کی منڈی بنا لیا ہی"
برازیل اگرچہ اس تنزل سے محفوظ ہی، لیکن یہ شاہی حکومت کا احسان ہی، جس نے اسکو مطلق العنانی کی خواہشون کے جنگل مین جانے نہین دیا، لیکن چونکہ یہ نظام حکومت ایسی ضعیف الارادہ اور کم ہمت قوم کی حالت کے لحاظ سے کسی قدر زیادہ آزاد تھا، اسلیے دوسری مرتبہ اسکا ڈہانچہ بگڑ گیا، اور اوسکے ہاتھ تمام قوم مین بھی طوائف الملوکی پھیل گئی اور مدبران سلطنت نے چند سال مین رعایا کی تمام دولت تقسیم کر لی، پھر اس کے بعد فی صدی ساٹھ روپیہ کے حساب سے ٹیکس مین اضافہ کر دیا،
لیٹن قومون کا یہ انحطاط صرف امریکہ کی سیاسی حالت ہی سے نمایان نہین ہوتا بلکہ تمدن کے کل عناصر مین بھی آثار پائے جاتے ہین، یقیناً ایک دن اِس بدبخت اور کس مپرس جمہوریت کا

خاتمہ وحشت پر ہو گا، کیونکہ اوسکی صنعت اور تجارت دونون غیر قومون یعنی انگریزون جرمنون، اور امریکیون کے ہاتھ مین چلی گئی ہین، یہانتک کہ فالیاریزو ایک انگریزی شہر ہوگیا ہی، اگر غیر ملک کے باشندے نہ ہوتے تو چلی مین کیا دھرا تھا؟ اگر اس مین اون اجنبیون کی آبادی نہ ہوتی تو اوسمین تمدن کا وہ آب و رنگ نظر نہ آتا، جسکے لیئے تمام یورپ اسکی طرف آمادہ سفر ہے، جمہوریت ارجنٹائن مین ۴۰ لاکھ سفید رنگ کے باشندے ہین جنکی اصل اسپینیون سے ملتی ہی لیکن ان مین ایک کے ہاتھ مین بھی کوئی اہم صنعت نہین، بلکہ کل کی کل اجنبیون کے دست تصرف مین ہی،

لیٹن قوم کا یہ حیرت انگیز انحطاط، ایک ایسے ملک کے پہلو بہ پہلو جہان انگریزی ترقی کے آثار نمایان ہین، رنج وغم کے جذبات کو قدرتی طور پر ابھار دیتا ہے، لیکن یہ ایک مشاہدہ ہے، اور ایسا مشاہدہ جس سے زیادہ صحیح طور پر کسی دوسرے طریقے سے نوامیس نفسیہ پر استدلال نہین کیا جا سکتا،



تیسری فصل

قومی روح کے تغیر و تبدل سے قوم کے اطوار زندگی بھی بدل جاتے ہین

اجنبی قومون کا اثر قوم کی روح اور قوم کے تمدن کو بدل دیتا ہے، روما کی مثال، روما کا تمدن برابرہ کی فوجی غارتگری سے برباد نہین ہوا، بلکہ اون کے اختلاط و امتزاج سے اوسپر زوال آیا، سلطنت روم کے زوال کا خیال بھی برابرہ کے دل مین نہین آیا تھا، اونکی غارتگری نے فتح کی شکل اختیار نہین کی، فرنگ کے قدیم رؤسا نے ہمیشہ اپنے آپ کو سلطنت روم کا سرکاری ملازم سمجھا، اونھون نے روم کی عظمت کا ہمیشہ احترام کیا، اور اوسکے قایم رہنے کی فکر مین مصروف رہے، بربرہ کے رؤسا نے گال قوم کے ملک یعنی فرانس مین شاہ روم کی سیادت سے ساتوین صدی مین سرکشی کرنا شروع کی رومن تمدن کا انقلاب کلی اس بنا پر نہین ہوا کہ اسکی بنیاد مین کسی قسم کا تزلزل واقع ہو گیا بلکہ اس بنا پر کہ ایک جدید قوم نے اس تمدن قدیم کی نقل و تقلید کی، ولایات متحدہ مین موجودہ دور کی غارتگریان، ان غارت گریون کی وجہ سے بہت سے اندرونی جھگڑون کا مواد فراہم ہوتا ہے، اور الگ الگ مستقل حکومتون مین ملک کی تقسیم ہو جاتی ہے، فرانس مین اجنبیون کی غارتگری اور اوس کے نتایج،

گذشتہ مثالون سے ثابت ہوا ہوگا کہ تمدن کا مبدء اصلی، نظام حکومت نہین بلکہ ہر قوم کا نظام اخلاق یعنی اوسکی فطرت ہی، اسی طرح جہان ہم نے تاریخی قومون کی پیدایش پر بحث کی ہی وہان بتایا ہے کہ جب اجنبی قومون کے ساتھ اونکا سلسلۂ توالد و تناسل قایم ہوتا ہے،

تو اون مین ضعف کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہین اور جو قوم اجنبیون کے میل جول سے الگ تھلگ رہی ہی، صرف اوسی نے اپنے آپ کو اِس اضمحلال طبعی سے بچایا ہے، اور اپنی اجتماعی قوت کو محفوظ رکھا ہی، چنانچہ ہندوستان مین قدیم آرین قوم، اور آج تمام نو آبادیون مین انگریزون نے اسی اصول پر عمل کر کے اپنی قومی خصوصیات کی محافظت کی ہی، صرف اجنبی قوم کے چند افراد کا وجود قومی روح کے بدلنے کے لیے کافی ہی، کیونکہ قوم اگرچہ خود اون افراد کے ذاتی اثر سے بچ سکتی ہے لیکن وہ اون کی آیندہ نسل، اونکے تاریخی آثار، اور اونکے آبا و اجداد کے کارنامون کے اثر سے کیونکر محفوظ رہ سکتی ہی؟

یہ ہمارے گذشتہ بیانات کا نتیجہ ہے، لیکن جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تمام تمدنی شاخین صرف قومی روح سے نکلی ہین، تو اس روح کے تغیر سے تمدن و تہذیب مین بھی تغیر کا پیدا ہونا لازمی ہے، زمانہ گذشتہ مین اسکی متعدد مثالین موجود ہین اور آیندہ زمانے مین مستقبل بھی اسی قسم کی مثالون کو پیش کرے گا، چنانچہ اس کلیہ کی سب سے بہتر مثال روما کے تمدنی انقلاب مین ملتی ہی، مورخین کا خیال ہی کہ یہ انقلاب بربر کی غارتگری کا نتیجہ تھا، لیکن غور و فکر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت روم کا زوال جنگی لوٹ مار کا نتیجہ نہین، بلکہ مصالحت آمیز غارتگری کا نتیجہ ہے، صرف یہی نہین کہ بربر نے تمدن روم کی بنیاد کو متزلزل کرنا نہین چاہا، بلکہ اونھون نے اوسکا احترام کیا، اور اپنے آپ کو اوسکے قالب مین ڈھالنے کی کوشش کی، چنانچہ اونھون نے رومیون کی زبان کو سیکھنا چاہا اور اون کے نظام حکومت اور فنون لطیفہ کی محافظت کی اور اپنی سلطنت کے آخری زمانہ یعنی شاہ المیر و نیجنین کے عہد تک اس موروثی تمدن کو محفوظ رکھا چنانچہ شاہ شارلمان اعظم کے تمام کارنامون پر اسی تمدن کا رنگ چڑھا ہوا ہے، لیکن ہم کو بداہتہً معلوم ہے کہ یہ ایک محال کام تھا جس کو بربر انجام دینا چاہتے تھے، اسی بنا پر جب صدیون کے بعد بربر کی

ایک نئی نسل پیدا ہو گئی تو طرز معاشرت کے اتحاد نے اونکی ایک جدید قوم پیدا کر دی، اور اوسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اوس قوم نے ایک جدید نظام حکومت اور جدید فنون لطیفہ بلکہ ایک جدید تمدن پیدا کر دیا، یہ سچ ہی کہ یہ تمدن قدیم رومن تہذیب کے اثر سے بالکل آزاد نہ تھا، تاہم اسمین بھی شبہہ نہین کہ رومن تمدن کے بقاو قیام کے لیے جو کوششین کی گئی تھین وہ بالکل ضائع گئین، اور شورش اور علمی ترقی دونون اسکے فنون لطیفہ اور نظام حکومت کا اعادہ کرسکین اس بنا پر سلطنت روم پر بربر غارتگری کا آغاز اگرچہ پہلی صدی عیسوی سے ہو چکا تھا، اور آخر کار وہ لوگ اسکو نگل بھی گئے، تاہم درحقیقت اونھون نے رومن تمدن کو مردہ نہین کیا، بلکہ اُسکے قائم رکھنے کی کوشش کی، اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ برابرہ نے رومیون سے جنگ نہین کی، بلکہ صرف اونکے ساتھ آہستہ آہستہ میل جول پیدا کرنا شروع کیا، اور اسطرح رومیونکی تعداد روز بروز کم ہوتی گئی، تب بھی تاریخی روش مین کوئی تغیر نہ پیدا ہوگا، اور نتیجہ وہی ہوگا جو اوپر گذر چکا ہی یعنی صرف یہ اختلاط اگر سلطنت روم کی بنیاد کو متزلزل نہ کر دیتا تو کم از کم اوسکی روح کو تو ضرور فنا کر دیتا، اس لحاظ سے یہ کہنا بالکل صحیح ہی کہ رومن تمدن مین دفعۃً انقلاب نہین پیدا ہوا بلکہ صرف اجنبی قومون کے ہاتھ مین پڑنے سے رفتہ رفتہ اس مین تغیر پیدا ہونے لگا چنانچہ بربر غارتگری کی تاریخ پر اجمالی نظر ڈالنے سے بھی اسکی تائید ہوتی ہی،

علمائے آثار قدیمہ خصوصاً فوسٹیل دی کولانج کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف بربر کی اس مصالحت آمیز غارتگری نے سلطنت روم کی بنیاد متزلزل کر دی اور اوس فوجی غارتگری نے جسکی مدافعت رومی خود بربر سپاہیون کے ذریعہ سے کرتے تھے، اوس کے تمدن کو خفیف سی ٹھیس بھی نہین لگائی، کیونکہ شاہان قدیم کے زمانے سے رومن فوج مین بربرون کی بھرتی ہونے لگی تھی، اور جس قدر روم کی دولت و ثروت مین اضافہ ہوتا جاتا تھا اور لوگ عیش پرستی کی وجہ سے

فوجی خدمت سے جان چراتے تھے، اوسی قدر یہ روش وسعت اختیار کرتی جاتی تھی، چنانچہ چند ہی صدیون مین تمام فوجی مناصب اور سرکاری عہدے اجنبی قومون سے بھر گئے، اور تمام فوجی نظام وزغوط، برجونڈی، اور فرنک سے مرکب ہوگیا اور چونکہ تمام فوجی اور ملکی عہدے بربر کے ہاتھ مین آگئے تھے، اسلیئے رفتہ رفتہ تمام صوبے خود مختار ہونے لگے یہ سب کچھ ہوا تاہم سلطنت کے نفوذ و قوت کا یہ اثر تھا کہ بربر کسی قسم کے انقلاب پیدا کرنے کی جرات نہ کرسکے، یہان تک کہ اونکا جو فرد خود روم کی حکومت کر رہا تھا وہ بھی کسی قسم کا انقلاب نہ پیدا کرسکا چنانچہ ۴۷۶ء مین جب ادواکر شاہ ہیرول نے روما پر تسلط حاصل کرلیا، تو اوس نے نہایت عجلت کے ساتھ شاہ قسطنطنیہ سے درخواست کی کہ اسکو پاتریس (سردار) کے خطاب کے ساتھ اٹلی کی حکومت کی اجازت دیجائے، اور اونکے تمام رؤسا مین سے کسی نے اس روش کی مخالفت نہین کی بلکہ تمام صوبون پر روم کے نام سے حکومت کرتے رہے، لیکن ملک مین کسی قسم کا تصرف کرنے یا نظام حکومت کے بدلنے کا خیال ایک دن بھی اونکے دل مین نہین پیدا ہوا یہان تک کہ کلوقیس اپنے آپ کو ہمیشہ ایک رومی عہدہ دار سمجھتا رہا، اور جب شاہ روم نے اسکو قنصل کا خطاب دیا تو وہ فخر و غرور کے نشہ مین چور ہوگیا، چنانچہ ۳ سال تک اسکے جانشینون نے روم میں شاہنشاہی قوانین کے مطابق حکومت کی، اور تمام لوگون کو اوسکے ادب و احترام پر آمادہ کیا، ساتوین صدی عیسوی تک یہی حالت قائم رہی، لیکن اونکے بعد بربر نے اسقدر جرات کی کہ گال مین سکّے ڈھالے اور اس پر اپنی تصویر بنائی، حالانکہ اس زمانے مین سکون پر صرف سلاطین روم کی تصویرین ہوتی تھین، اسی زمانے مین بربر نے سلطنت روم کی سیادت سے انکار کیا، اس بنا پر جن مورخین نے اِس سے دو سو برس پہلے سے فرانس کے تاریخی زمانے کی ابتدا کی ہے، اور وجودہ پادشاہون مین دس بادشاہون کا اضافہ کردیا ہے، اونھون نے سخت غلطی کی ہے،

روم پر بربر غارت گری فتوحات کی شکل مین ظاہر نہین ہوئی کیونکہ رعایا کو ان کی جائداد

زبان، اور قانون پر قایم رہنے دیا گیا، اسلیئے قیاس غالب یہ ہی کہ سلطنت روم کا زوال اس تدریجی رفتار کے ساتھ ہوا کہ اس زمانے کے لوگون کو خبر بھی نہ ہونے پائی، ملک صدیون سے متعدد صوبون مین تقسیم ہو چکا تھا جس پر گورنر شاہی لقب کے ساتھ حکمران تھے لیکن اِن گورنرون نے یہ خود مختارانہ حکومت نہایت تدریجی ترقی کے ساتھ حاصل کی تھی، اس بنا پر سیرو فنجین کے زمانہ تک یہ لوگ نظام حکومت مین کسی قسم کی تبدیلی نہ پیدا کر سکے، روم مین عام انقلاب کی ابتدا اُسوقت سے ہوئی جب ایک جدید تاریخی قوم عالم وجود مین آئی اور قوانین فطرت کے مطابق اوسکے ساتھ ساتھ لازمی طور پر ایک تمدن جدید کی نشو ونما بھی ہوئی،

قومون کی زندگی کا یہ ایک غیر متبدل قانون ہی جسکے نئے نئے نتایج ہمیشہ ظاہر ہوتے رہتے ہین، اس قانون کے پیش نظر رکھنے کے بعد ہم کو اس زمانے مین ایسی مصالحت آمیز غارتگریان نظر آتی ہین۔ جو اوس غارتگری سے بہت کچھ مشابہ ہین جس نے تمدن روم کو بالکل بدلدیا تھا، آج تمدنی وسعت کی بنا پر یہ عام خیال پیدا ہو گیا ہی کہ بربر کا زمانہ گذر گیا اور اونھون نے وسط ایشیا اور افریقہ مین اقامت اختیار کر لی اسلیئے اونکو کوئی قابل لحاظ قوم نہین قرار دیا جا سکتا ہمکو انکا ڈر جو کچھ ہے صرف اقتصادی حیثیت سے ہی کہ وہ اوسی کے لیئے ہم سے لڑتے بھڑتے رہتے ہین، بے شبہہ ہم بھی ان قدیم بربرون سے بحث نہین کرتے لیکن گفتگو اون بربرون کے متعلق ہی جنکو ہم اپنے آپ سے دور سمجھتے ہین، حالانکہ وہ رومن شاہنشاہی کے بربرون سے بھی زیادہ ہمسے قریب ہین، کیونکہ اُنکی آبادی تمام متمدن قومونکی نگاہ کے سامنے ہی، اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ ایک طرف تو ہمارا تمدن نہایت کثیر الاجزا، شاخ در شاخ، اور گرہ در گرہ ہو گیا ہی، اور جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین، افراد کے درمیان بہت زیادہ فرق مراتب ہو گیا ہی، دوسری طرف ہر قوم مین اون غیر متمدن افراد کی کثرت ہوتی جاتی ہی جو اس ترقی یافتہ تمدن کے متحمل نہین ہو سکتے، یہ قومی ضعف روز بروز بڑھتا

جاتا ہی، اوس مین وسعت پیدا ہوتی جاتی ہی اور عنقریب اس غارتگری کا دور شروع ہونیوالا ہی، ان جدید براہ راست تارک الوطن ہوکر ولایات متحدہ امریکہ کو لوٹنا شروع کردیا ہی اور اس عظیم الشان قوم کا تمدن اون کی وجہ سے معرض خطر مین ہی جب تارک الوطنی کا رواج کم تھا، اور تارک الوطن لوگ صرف انگریز تھے تو امریکہ کی زمین نہایت آسانی کے ساتھ اون کو جذب کرلیتی تھی، اور انگریزون ہی کی تارک الوطنی نے امریکہ کی عظمت کا سنگ بنیاد رکھا، لیکن آج امریکہ مین غیر متمدن قومون کا ایک سیلاب آگیا ہے، اور اوسکی سرزمین نہ اون کو جذب کرنا چاہتی اور نہ جذب کرسکتی ہی ۱۸۸۱ء سے لیکر ۱۹۰۸ء تک تقریباً سات ملین (ایک ملین دس لاکھ کا ہوتا ہی) تارک الوطن امریکہ مین داخل ہوئے اور اونمین تقریباً سب کے سب غیر متمدن قومون سے تعلق رکھتے تھے اور اون کی قومیت بالکل مختلف تھی، شکاگو کی تمام آبادی مین اس وقت امریکن باشندون کا چوتھائی حصہ بھی نہین ہے وہان کی کل آبادی کی تعداد (۱۰۱۰،۰۰۰) ہی جسمین (۴۰،۰۰۰) جرمن (۲۲،۰۰۰) آئرش (۵۰،۰۰۰) پول (پولوتی) (۵۵،۰۰۰) تشیک وغیرہ ہین ان مہاجرین مین اور امریکہ کے خاص باشندون مین کسی قسم کا میل جول نہین ہی، یہان تک کہ یہ لوگ اپنے جدید وطن امریکہ کی زبان بھی سیکھنا نہین پسند کرتے، وہان بہت سے ایسے تارک الوطن بھی ہین جنکا پیشہ اسقدر قلیل النفع ہے کہ وہ اوس پر قناعت نہین کرسکتے، اسلیئے ملک کے سب سے بڑے دشمن بنگئے ہین، ریلوے لائنون کے مزدورون نے جب اسٹرائک کردی تھی تو اون لوگون نے شہر مین آگ لگانے کا تہیہ کرلیا تھا یہان تک کہ حکومت کو مجبوراً توپ سے کام لینا پڑا، انہی لوگون مین سے اوس قبیح المنظر سوشیالزم کے سادھو اور منک پیدا ہوتے ہین جس نے بڑے بڑے ایوانون کی دیوارین ہلا دی ہین اور جو یورپ مین بھی طبعی ضعف کی وجہ سے اپنا قدم جماتی جاتی ہے، لیکن ایک امریکن اوس سے سخت نفرت رکھتا ہی،

امریکہ کی عظیم الشان جمہوریت میں ان مذاہب مختلفہ کی بنا پر جو نزاع قائم ہو گئی ہی، وہ عنقریب مختلف طرز معاشرت رکھنے والی قومون کی عام جنگ بنجائیگی، یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ امریکہ کے اصلی باشندون، اور اجنبیون مین جو جنگ عنقریب ہونے والی ہی، اسمین اجنبیون کو فتح وظفر حاصل نہ ہو سکیگی، اور یہ معرکہ ایک ایسے مقبرہ کا سنگ بنیاد رکھے گا جو ماریوس کے ہاتھون سائمبر کی تباہی کا منظر دوبارہ دنیا کے پیش نظر کر دیگا، لیکن اگر تارک الوطنی کا سلسلہ اسی وسعت کے ساتھ جاری رہا، اور جنگ مین تاخیر ہوئی تو ان اجنبیون کا کامل استیصال نہ ہو سکیگا اور ولایات متحدہ کا بھی وہی حال ہوگا جو سلطنت روم کا ہوا یعنی اسکی تقسیم الگ الگ سلطنتون مین ہو جائیگی، اور ان مین باہم متصل لڑائیان قائم ہوتی رہینگی جیسا کہ یورپ و ہسپینی امریکہ مین ہوتا رہتا ہی،

صرف امریکہ ہی کو ان غارت گریون کا خوف نہین ہی، بلکہ یورپ مین قومون مین فرنچ قوم کو بھی اسکا خطرہ ہی کیونکہ فرانس ایک زرخیز ملک ہی، اور اوسکی آبادی مین اضافہ نہین ہوتا، اسکے آس پاس کی قومین نہایت مفلس ہین، اور اون کی مردم شماری مین روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہی اس بنا پر فرانس کیطرف اونکی مہاجرت یقینی ہی، فرانس مین مزدوری کی شرح مین جو اضافہ ہوا ہی، وہ بھی اسکا موید ہے، کیونکہ فرانسیسی اسکے ذریعہ سے زرعی اور صنعتی کامون مین اجنبیون کے قبول کرنے پر تمام قوم کو مجبور کر رہے ہین، فرانس کے تارک الوطنون کو جو فوائد حاصل ہو سکتے ہین، وہ بالکل بدیہی ہین، نہ اونکو فوجی خدمت پر مجبور کیا جاتا، اور نہ اون سے ٹکس لیا جاتا، اور اگر لیا بھی جاتا ہی، تو چونکہ وہ لوگ مستقل قیام نہین رکھتے، اور اون کے کام زیادہ محنت طلب نہین ہین، اور اونکو بہ نسبت اپنے ملکون کے زیادہ اجرت دینا پڑتی ہی، اسلیئے اونکو بہت کم ٹکس ادا کرنا ہوتا ہی، فرانس مین صرف دولت ہی اونکو کھینچ نہین لاتی، بلکہ اسکی بڑی وجہ یہ ہی کہ دوسرے ممالک ہمیشہ اس قسم کے قوانین وضع کرتے

سائمبر یورپ کا ایک فرقہ تھا جس نے ... قبل مسیح فرانس پر حملہ کیا تھا، اور اوسکے ... کہ ماریوس نے اوسکو پامال کر دیا تھا،

رہتے ہین جن کی رو سے وہ ان ممالک کی طرف رخ نہین کر سکتے،

اجنبیون کی اس غارتگری کا خطرہ اسلیئے اور بھی زیادہ ہوتا جاتا ہی کہ جو لوگ یہان آتے ہین وہ نہایت پست طبقہ سے تعلق رکھتے ہین، اور صرف ذرائع معاش کی کمی سے اون کو اپنا وطن چھوڑنا پڑتا ہے، ہم انسانیت کے فطری اقتضائے محبت سے اونکا خیر مقدم کرتے ہین، اسلیئے اون کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہی، آج سے چالیس سال پہلے اون کی تعداد (۴۰۰۰۰۰) سے کم تھی، لیکن اب یہ تعداد بڑھکر (۱۲۰۰۰۰۰) تک پہونچ گئی ہی، اونکی نوعیت مین بھی روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہی، اگر ہم صرف اٹالین قوم پر نظر ڈالین تو مرسیلیا اٹالین نو آبادی معلوم ہوتی ہی، بلکہ اٹلی کی نو آبادیون مین کوئی نو آبادی ایسی نہین ہی جس مین اٹالین باشندون کی تعداد مرسیلیا کے اٹالین تارک الوطنون کے برابر ہو اور اگر تارک الوطنی کی یہ رفتار اسی طرح جاری رہی تو عنقریب فرانس کی آبادی مین ایک ثلث جرمن اور ایک ثلث اٹالین عنصر نظر آئیگا، پھر ایسی حالت مین فرانس کے قومی اتحاد بلکہ خود فرنچ قوم کی ہستی کا کیا حال ہوگا؟ جنگ کی بڑی سے بڑی مصیبت کے نتایج اس سے زیادہ آسان ہین۔[1] گذشتہ قومون نے الہامی طور پر اجنبی قومون سے نفرت کرنا سیکھا تھا کیونکہ وہ جانتی تھین کہ قومونکی عزت صرف ملکی باشندون کے وجود کے ساتھ وابستہ ہی، ملک کی آبادی کی کثرت سے اسکا کوئی تعلق نہین، اس سے ثابت ہوتا ہی کہ تمام تاریخی اور تمدنی مسائل کا سنگ بنیاد، قومی عناصر کا اتحاد ہی جسکے آگے ہر قسم کے اتحاد ہیچ ہین!

[1] لیکن کوئی قوم اجنبیونکی اس غارتگری کو روک نہین سکتی، کیونکہ وہ اقتصادی مسائل کا نتیجہ ہی، اسلیئے کسی قوم کو اس سے مفر نہین ہو سکتا، البتہ بعض ذرائع سے اوسکی نشو و نما کو روکا جا سکتا ہی، مثلاً ہر ۲۵ سالہ اجنبی باشندے کو دو برس کے لیئے جبری فوجی خدمت پر مجبور کرنا چاہیے، اور جو شخص اوس پر ایک سال کا اور اضافہ کرے، اوسکو مالی معاوضہ دینا چاہیے، اسی طرح ہر اوس شخص سے جو فرانس کی قومیت مین شامل ہو یا نہو لیکن ۵ سال سے کم کا باشندہ ہو آمدنی یا اُجرت کا چوتھائی حصہ ٹکس مین لیا جا سکتا ہی، جو پرسیڈنٹ اس قسم کا قانون پاس کرے وہ اس امر کا مستحق ہی کہ وہ اوسکی یادگار کے طور پر اوسکا مجسمہ قائم کیا جائے،

چوتھا باب

قومون کے اوصاف نفسیہ مین کیونکر تغیر پیدا ہوتا ہے

پہلی فصل

قومون کی زندگی پر اُصول تمدن کا اثر

جن اصول پر تمدن کا دار مدار ہے اونکی تعداد نہایت کم ہی، اِن اُصول پر وجود اور عدم دونون دیر مین طاری ہوتے ہین، یہ اُصول جب تک ملکر راسخہ نہ بن جائین، قوم کے اخلاق پر اثر نہین کرتے اس حالت مین وہ اخلاق کا ایک جزو بن جاتے ہین، ان اصول کے بدیر انقلاب پذیر ہونے کی وجہ سے ایک کافی مدت تک تمدن قایم رہتا ہے، یہ اُصول کیونکر استحکام و ثبات حاصل کرتے ہین، اِس ثبات و استحکام مین عقل کو کچھ دخل نہین ہے، تاکید، اور مخفی قوت کا اثر، پیغمبرون اور مذہبی پیشوا ؤن کا اثر، مختلف جماعتون مین پھیل کر ان اُصول کی صورت مسخ ہوجاتی ہی، جس وقت کوئی اصول ثبات اور رسوخ حاصل کر لیتا ہے اوسیوقت تمدن کی تمام شاخون مین اوسکا اثر نمایان ہوجاتا ہی، ہر زمانے مین مطمح نظر کا متحد ہونا اور ایک ایسی متوسط اور متحد جماعت کا پیدا ہوجانا جس کے اعمال و عقائد مین یکجہتی ہو صرف اِن اُصول کے اتحاد کا نتیجہ ہوتا ہے، عادات اور رائے عام کا اثر، اس اثر کا وزن ابتلاء و امتحان کے زمانے مین جبکہ قدیم اصول کی قوت فنا ہوجاتی ہی، اور اوسکی جگہ جدید اصول کی طاقت سے پر نہین ہوتی ہلکا ہوجاتا ہی، صرف اتحاد ہی کے زمانے مین ہر رائے پر آسانی کے ساتھ بحث کی جاسکتی ہی، مذاہب کا دائمی وجود اوسی وقت تک قایم رہ سکتا ہی، جب تک اون کے متعلق بحث و مناظرہ نہ کیا جائے، قومین جب اپنے

اصول اور مذاہب کو بدل دیتی ہین تو مجبوراً انکو اپنا تمدن بھی بدلنا پڑتا ہی،

اگرچہ ہر قوم کے نفسی اخلاق کی بنیاد نہایت مستحکم اور پائدار ہوتی ہی تاہم جس طرح مرور زمانہ اور قانون توارث کے تغیرات زمانی کے ساتھ خصائص جسمانی مین تغیر و تبدل ہو جاتا ہے، اسی طرح ان اخلاق مین بھی تغیر و تبدل کی صلاحیت موجود ہی، اور نظام اخلاق کا یہی تغیر تمدنی انقلاب کا سب سے بڑا سبب ہی،

ان نفسی تغیرات کے متعدد اسباب ہین۔ مثلاً (۱) ضروریات زندگی (۲) آب و ہوا اور جغرافیانہ حالات کا اثر۔ (۳) علوم و فنون صنعت و حرفت تعلیم و تربیت اور عقائد و مذاہب وغیرہ کی ترقی، اس سے پہلے ہمنے ایک کتاب مین اِن تمام موثرات پر استقصار کے ساتھ بحث کی ہے۔ اسلیئے اِس کتاب مین اون کی تفصیل کی ضرورت نہین۔ اس فصل اور اسکے مابعد کی فصل مین صرف چند مخصوص موثرات کے اثر اور اوسکے علل و اسباب پر بحث کرنا کافی ہی،

قومون کی قدیم تاریخ کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ تمدن کی ترقی کا تمامتر وار مدار صرف چند اُصول پر تھا، اور اگر ان قومون کی تاریخ مین صرف اِن اُصول سے بحث کی جاتی تو وہ اسقدر طویل نہ ہوتین، کیونکہ اِن اُصول کی وجہ سے جو تمدن صدیون مین پیدا ہوتا ہے، اور جس کے بہترین اجزا یعنی علوم۔ فنون لطیفہ، اخلاق و عادات اور فلسفہ کی بنیاد صرف ایک یا دو اساسی اُصول پر قایم ہوتی ہے، وہ اعلےٰ درجہ کا ترقی یافتہ تمدّن خیال کیا جاتا ہے،

قومی روح پر ان اصول کا حقیقی اثر اوسوقت تک نہین ہوتا جب تک بتدریج اونکا خمیر پختہ نہ ہو جائے اور عالم عقل کی بلندی سے اوتر کر وہ انسان کے غیر شاعرانہ مرکز عمل مین نہ آجائے کیونکہ اس وقت وہ نظام اخلاق کا ایک جزو بن جاتے ہین، اور قوم کی

زندگی پر اونکا اثر پڑتا ہے، اس طریقہ پر جب ان اصول کا خمیر تیار ہوجاتا ہی، تو چونکہ وہ عقل کی حکومت سے آزاد ہوجاتے ہین، اسلیئے شدت کے ساتھ اونکا اثر پڑتا ہی، ہم کو علانیہ نظر آتا ہی کہ جس دل پر کسی مذہبی یا غیر مذہبی اصول کے اثر کا استیلار ہوجاتا ہی، اوسکا یقین عقل سے بالکل متاثر نہین ہوتا، بلکہ دوسرے اصول کو کسی نہ کسی طرح توڑ مروڑ کر اپنے مسلمہ اصول کے ساتھ ضم کرلیتا ہے،

اِس مسئلہ کے ثابت ہوجانے کے بعد کہ جبتک اصول عالم شعور سے اوتر کر غیر شاعرانہ دنیا مین نہ آجائین قومی زندگی پر اونکا اثر نہین پڑتا، بہت سے عقدے حل ہوجاتے ہین، اونکے بدیر تغیر پذیر ہونے کا سبب معلوم ہوجاتا ہی، یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ جن اصول پر تمدن کا دارمدار ہی اون کی تعداد نہایت کم ہوتی ہی، یہ حقیقت منکشف ہوجاتی ہی کہ ان مین ایک طویل زمانے کے بعد انقلاب پیدا ہوسکتا ہی، اور درحقیقت یہ نہایت مسرت کی بات ہی کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو تمدن ایک مدت تک زندہ نہ رہتا، اسی طرح یہ بھی نہایت خوش قسمتی کی بات ہی کہ نئے اصول مین ثبات و رسوخ کی قابلیت موجود ہوتی ہی، کیونکہ اگر صرف قدیم اصول ہمیشہ قائم رہتے، تو دنیا مین تمدن کو کبھی ترقی نہ ہوتی، لیکن چونکہ یہ قدیم اُصول بہت دنون کے بعد تغیرات کو قبول کرتے ہین اسلیئے جس طرح جدید اُصول کئی نسلون مین جاکر فنا ہوتے ہین، اسیطرح کئی پشتون کے گذرنے پر اونکا اثر نمایان ہوتا ہے، لیکن دنیا کی سب سے زیادہ متمدن قوم وہ ہے جس کے اساسی اصول کے فنا و بقا کی مدت مین اتحاد ہو، یعنی جتنے دنون تک وہ قائم رہے ہین، اوتنے ہی دنون مین وہ فنا بھی ہون، لیکن جن قومون کو خوش قسمتی کا یہ موقع نہین ملا وہ فنا ہوگئین اور تاریخ مین صرف اونکا نام ہی نام باقی ہے،

اس بنا پر قومون کی تاریخ مین صرف اصول کی کثرت، اور اونکے ظہور کی قلیل مدت کا

لحاظ نہین رکھنا چاہیئے، بلکہ اسکے برعکس ان اصول کی قلت' انکے بدیر تغیر پذیری، اور اونکے شدید اثر
پر بھی نگاہ ڈالنی چاہیئے، بہرحال تمدن کو صرف چند اساسی اصول نے پیدا کیا ہی' اُنہی کے بقار کے ساتھ
وہ قایم رہتا ہی، اور اُنہی کے بدلنے سے بدل جاتا ہے، قرون وسطی کی زندگی صرف دو
اصول پر قائم تھی، یعنی مذہب اور امرا کی سیادت، اُس زمانے کے فنون لطیفہ، لٹریچر، غرض عام قومی
زندگی کا وجود انہی دو ستونون پر قایم تھا، اسکے چند دنون کے بعد جب ایک نئے دور کا آغاز ہوا تو
اون مین کسیقدر تغیر پیدا ہوا لیکن جب یورپ کے دماغ پر یونانی دور جدید نے اثر ڈالنا شروع کیا تو
فنون لطیفہ فلسفہ، انشا پردازی' اور لٹریچر، غرض عام قومی زندگی مین انقلاب پیدا ہونے لگا، اسکے
بعد سنن قدیمہ کی قوت بالکل فنا ہوگئی، اور نقل کی جگہ عقل نے لے لی، اب تمدن نے ایک نیا قالب
اختیار کیا، اور مذہب کے تمام ارکان متزلزل ہوگئے، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جس نظام اجتماعی کی بنیاد
مذہبی اصول پر قایم تھی اوسکے منہدم ہونے کا بھی خوف پیدا ہونے لگا،

لیکن صرف یہی ایک مثال کافی نہین، ہم کو متعدد مثالون سے ثابت کرنا چاہیئے کہ خیالات
و افکار کیونکر پیدا ہوتے ہین؟ کیونکر ثبات و رسوخ اختیار کرتے ہین؟ کیونکر اون مین تغیر و زوال آتا ہی؟
اگر ہمکو جزئیات کے استقصار کا موقع ملتا تو ہم بتاتے کہ تمدن کے تمام عناصر مثلاً فلسفہ، مذہب
فنون لطیفہ اور لٹریچر وغیرہ کی بنیاد صرف چند اساسی اصول پر قایم ہی، جو بہ تدریج نشو و نما پاتی
ہین، خود علوم بھی اِس کلیہ سے مستثنی نہین ہین، چنانچہ علم طبعی صرف اس اصول پر قایم ہے کہ "
قوت کبھی فنا نہین ہوتی"،

یہ اُصول اگرچہ روشن دماغ لوگون کی تحقیقات کا نتیجہ ہوتے ہین، تاہم اونکی تاریخ سے
ثابت ہوتا ہی کہ اونھون نے نہایت مشکل اور نہایت تدریجی طور پر رسوخ و استحکام حاصل کیا ہی،
اِس زمانے مین اگرچہ ہر چیز نہایت سرعت کے ساتھ ترقی کرتی ہی، اور اہل نظر کی تحقیقات

ذاتی منافع اور خواہشات نفسانی سے متاثر نہین ہوتی تاہم اب بھی ایک بنیادی علمی اُصول کے استحکام و وضاحت کے لیئے ۲۵ سال کی مدت درکار ہوتی ہے، دوران خون کا اُصول بذات خود نہایت واضح تھا اور اوسکے متعلق بہت کم اختلاف ہوا، لیکن اس سے کم مدت مین وہ بھی ثابت نہ ہوسکا،

تمام اصول کی تولید وظہور بالکل یکسان طور پر ہوتی ہے، اس مین علمی اُصول فلسفیانہ اصول، فنون لطیفہ کے اُصول، اور لٹریچر اور انشاپردازی کے اُصول مین باہم کسی قسم کا اختلاف نہین پایا جاتا، اول اول ایک مختصر گروہ جوان اصول کی منادی کرتا ہے، اونکا پابند ہوتا ہی، اسکے بعد اون پر وہ لوگ عمل کرتے ہین، جو اپنی قوت یقین، اور اقتدار سے قوم پر اثر رکھتے ہین، اِن لوگون کا اثر خطبہ و تقریر کی بہ نسبت تعلیم و تلقین کے ذریعہ سے زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ قوت بیانیہ مین حقیقی تشفی کا عنصر نہین ہوتا، مخاطب متکلم کی اطاعت یا تو اِس بنا پر کرتا ہی، کہ متکلم کے نفوذ و قوت کا اوسکو اعتراف ہی، یا خود متکلم مخاطب کے مذاق کے مطابق خطاب کرتا ہے، لیکن اگر وہ صرف عقل کو اپنا مخاطب بنائے تو اوسکا کچھ بھی اثر نہین پڑ سکتا، بالخصوص جماعت تو صرف متواتر تاکیدون ہی سے متاثر ہوتی ہی، اور تاکید کی قوت تاکید کرنے والے کے ذاتی اثر پر موقوف ہے،

ان اُصول کی منادی کرنے والے جب اپنے قرب وجوار کے لوگون کو متاثر کر لیتے ہین، تو انھین مین سے اور لوگ اِن اُصول کے اعلان کرنے کے لیئے کھڑے ہوجاتے ہین، اب ان جدید اُصول پر بحث مباحثہ شروع ہوجاتا ہی، بالخصوص ابتدائی حالت مین چونکہ یہ اصول متعدد قائم و ثابت چیزون سے ٹکراتے ہین، اسلیئے اُنکا عام طور پر معارضہ کیا جاتا ہی، لیکن اِس سے ان منادی کرنے والون کا جوش ایمان اور ترقی کرجاتا ہی، اور وہ اپنے اصول کی مدافعت نہایت عزم و استقلال کے

ساتھ کرتے ہین، صرف اسلیئے نہین کہ وہ اِن اُصول کی صداقت وحقانیت کا اعتقاد رکھتے ہین، کیونکہ وہ لوگ خود بھی صحیح طور پر اونکی صداقت کا علم نہین رکھتے، بلکہ صرف اسلیئے کہ اونھون نے ان اُصول کو اختیار کرلیا ہی اور اونکی منادی کر رہے ہین، اسوقت دونون فریق مین سخت کشمکش پیدا ہوتی ہی، لیکن اس تصادم وتجاذب کی علت صرف یہ ہوتی ہی کہ منادی کرنے والے باوجود ان تمام مزاحمتون کے اُن کو قبول کرتے ہین، اور دوسرا گروہ اسی شدت کے ساتھ اونکا انکار کرتا ہی، اِس حالت مین اگرچہ ایک فریق کو شدت کے ساتھ اونکا انکار ہوتا ہے، اور دوسرا گروہ حتوا تر تاکید دون کے ساتھ اون کو منوانا چاہتا ہی، لیکن دلائل عقلیہ اس کشمکش سے بالکل علیحدہ رہتے ہین، کیونکہ زیادہ تر اصول کے اعتراف وانکار کا تعلق احساس کے ساتھ ہوتا ہی، اور وہ دلیل سے بہت کم متاثر ہوتا ہی یہ جنگ جس قدر شدت اختیار کرتی جاتی ہی، ان اصول کو آہستہ آہستہ نشوونما ہوتی جاتی ہی، اور جو اُصول پہلے سے ثابت وقایم تھے اونکو وہ اپنے اندر جذب کرتے جاتے ہین، کیونکہ اونکا ثبات استقلال کا مقتضی ہوتا ہے، اور وہ قدیم اُصول کا معارضہ اور مقابلہ کرنا چاہتے ہین، اس تدریجی نشوونما کے چند ہی دنون کے بعد یہ اُصول اپنے حامیون اور مددگارون سے بے نیاز ہوجاتے ہین، اور صرف نقل وتقلید کے ذریعہ سے عام طور پر پھیل جاتے ہین، کیونکہ علوم جدیدہ کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے، کہ انسان کے ابوالآبا بندرون کی طرح، خود انسانون مین بھی نقل وحکایت کا مادہ شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے،

جب ان اصول کا دور نشر واشاعت اس حد تک پہونچ جاتا ہی، کہ صرف سرمایان خیال یعنی نقل وتقلید کے ذریعہ سے وہ پھیلنے لگتے ہین، تو اُنکی کامیابی کا زمانہ شروع ہوجاتا ہی، رائے عام جن اصول کو جس قدر سرعت کے ساتھ قبول کرلیتی ہی، اوسیقدر اونمین مخفی اور موثر طاقت زیادہ ہوتی ہی یہی طاقت اونکو رفتہ رفتہ دماغ کی طرف لیجاتی ہی اور وہمین اونکو مرکوز کردیتی ہی، اور اونمین

اونکا قابل اطمینان بلکہ پیدا کردیتی ہی، اور وہ خاک کے ذرون کی طرح تمام خیالات، بلکہ اوس ملکے
تمام اعمال مین سرایت کرجاتے ہین، اور موروثی عادات کا ایک جزو بن جاتے ہین، اور مدتون
اون کو محفوظ رکھتے ہین،

جن اُصول پر تمدن کی بنیاد قائم ہوتی ہی، اون مین بعض صرف علی طبقون کیساتھ مخصوص ہوتے
ہین مثلاً جن اُصول پر فنون لطیفہ اور فلسفہ کا دار مدار ہی، اون کو عوام سے کوئی تعلق نہین لیکن انہین
بعض اُصول کی ہمہ گیری پست درجہ کے لوگون کو بھی شامل ہوجاتی ہی، بالخصوص مذہب ور پالیٹکس کا
تعلق تو زیادہ تر عوام ہی کے ساتھ ہوتا ہے، لیکن اِس حالت مین اِن اُصول کی صورت بالکل
مسخ ہوجاتی ہی، اور جب وہ اُن سادہ لوح لوگون کے قلوب مین مرتکز ہوجاتے ہین، جو بغیر
بحث ومباحثہ کے اون کو قبول کرلیتے ہین تو پہاڑ کی طرح اٹل ہوجاتے ہین، اور سیلاب کی طرح
پھوٹ بہتے ہین، چنانچہ ہر قوم مین اس قسم کے لاکھون آدمی مل سکتے ہین جنھون نے اپنے اُصول
راسخہ کے لیئے اپنی جانین بے دریغ قربان کردی ہین یہی وہ عالم ہی جس مین عظیم الشان واقعات
ظہور پذیر ہوتے ہین، جو تاریخ مین ایک انقلاب عظیم پیدا کردیتے ہین، لیکن اس انقلاب کی سرخیل
صرف عوام کی جماعت ہوتی ہی، دنیا مین آجتک نتشاپردازصناع، اور فلاسفہ کا گروہ نہ کسی عالمگیر
مذہب کا علمبردار رہا، نہ اُن سلطنتون کی بنیاد ڈالی جو کرۂ ارضی کے اِس سرے سے اوس سرے تک
پھیل گیئن نہ اوس نے وہ مذہبی اور سیاسی شورشین برپا کین جنھون نے یورپ کی کایا پلٹ دی
بلکہ ان انقلابات کے بانی صرف وہ اَن پڑھ لوگ ہوئے جنھون نے اُصول کے اذعان اعتقاد
اور اون کی حمایت کے مقابل مین اپنی جانون کو متاع حقیر خیال کیا، اسی گروہ کے بل پر بادیہ نشینان
عرب نے یونان اور روم کے پرچے اوڑا دیئے، اور دنیا مین ایک ایسی عظیم الشان سلطنت
قائم کرلی جو تاریخ مین یادگار رہی، اور یہی علمی گروہ شورش فرانس کے زمانے مین تنہا تمام

یورپ کے مقابل مین کھڑا ہو گیا، کسی عقیدہ کی قوت و نفوذ کو صرف وہی عقیدہ ضعیف کر سکتا ہی جو قوت و نفوذ مین اوسکے برابر ہو، اِس بنا پر ایمان کا دشمن صرف ایمان ہی ہو سکتا ہی، اور جو مادی قوت عقیدہ کی راہ مین حائل ہو جاتی ہی وہ جب تک ضعیف احساس، اور کمزور عقیدہ کی پابند ہے اوس وقت تک اوس کے مقابل مین عقیدہ ہی کو فتح حاصل ہوگی، لیکن اگر کوئی عقیدہ ایسے عقیدہ کے ساتھ ٹکرائے جسکی قوت اوسکے برابر ہی، تو جنگ مساویانہ حالت کے ساتھ قایم رہیگی، اور فتح وظفر کا فیصلہ اون خارجی حالات پر معلق رہے گا، جو ان مین فریق غالب کو محیط ہین، ان حالات مین قوت اخلاق، اطاعت کیشی، اور حُسن نظام کو خاص طور پر اہمیّت حاصل ہی، اگر ہم عرب کی ابتدائی فتوحات کی تاریخ کا مطالعہ کرین (اور ابتدائی فتوحات عادةً زیادہ مشکل اور اہم ہوتی ہین) تو ہم کو معلوم ہوگا کہ جن دشمنون سے اونکا مقابلہ ہوا اونکے فوجی نظام کی بنیاد اگرچہ نہایت مستحکم تھی لیکن اُنکے نظام اخلاق مین سخت ضعف آگیا تھا، چنانچہ اوّل اوّل جب عربون کی فوج نے ملک شام کی طرف پیشقدمی کی تو اونکا مقابلہ بیزنٹائن فوج سے ہوا جو صرف اون کرایہ دار مزدورون سے مرتب کی گئی تھی جو کسی مقصد کے لئے قربانی کرنے پر آمادہ نہ تھے، لیکن عربون کے جوش ایمان نے اون کی قلیل جماعت کی قوت مین دس گنا اضافہ کر دیا تھا اسلیئے ایک ایسی فوج کے درہم برہم کرنے مین جو کسی اعلیٰ مقصد کے لیئے جنگ نہین کرتی تھی، اونکو کوئی دقت پیش نہین آئی اسیطرح یونان کا ایک مختصر گروہ تمدن کے عشق مین متوالا ہو کر اوٹھا، اور (زرکیس) اعظم کی فوجون کے پرے کو اولٹ دیا، لیکن اگر اسکے چند ہی صدی پہلے وہ لوگ، رومانی فوج سے دست و گریبان ہوئے ہوتے تو نتیجہ بالکل برعکس ہوتا، اِن مثالون سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہی کہ اگر اخلاقی حیثیت سے دو مساویانہ قوتون مین تصادم ہو تو اُسی کو فتح حاصل ہوگی جس کا نظام مستحکم اصول پر قائم ہی یہی وجہ ہی کہ فرانس مین اہل عہد کا لشکر فنڈان کی فوج پر غالب آگیا، کیونکہ اگرچہ

دونون فوجین قوت اعتقاد مین مساوی تھین، لیکن پہلی فوج کا نظام نہایت عمدہ تھا،

اِس تفصیل سے ثابت ہوتا ہی کہ فتح ہمیشہ ایمان دارون ہی کو ہوتی ہی، اس مین مذہب اور سیاست کی تفریق نہین، بلکہ قوت اعتقاد کا نتیجہ دونون جگہ یکسان طور پر ظہور پذیر ہوتا ہے سوشیالزم کی بنیاد اگرچہ نہایت بدترین اُصول پر قائم ہے، لیکن اگر یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ مستقبل صرف اونکے ہاتھ مین رہیگا، تو اسکی صرف یہ وجہ ہے کہ اس زمانے مین سوشیالسٹ فرقہ کے سوا کسی گروہ کا عقیدہ پختہ اور صحیح نہین ہے، چنانچہ اس زمانہ مین جس گروہ کے ہاتھ مین عنان حکومت ہی، وہ اپنی قوت یقین کو اس بیدردی کے ساتھ ضائع کرچکا ہی، کہ خود اون برابرہ کے سیلاب کو بھی نہین روک سکتا جو ہر طرف سے اومنڈ کر اوسکا محاصرہ کرنا چاہتا ہی،

جب یہ اُصول، تغیر و تبدل، جنگ و جدل، اور نشر و اشاعت کے مختلف دورون سے گذر چکتے ہین، اونکی آخری صورت قایم ہوچکتی ہے، اور تمام قوم کی روح مین سرایت کرچکتے ہین، تو وہ ایک مسلّمہ عقیدہ اور ناقابل انکار حقیقت بن جاتے ہین اور اسکے ساتھ اون عقائد عامہ کے ساتھ مدغم ہوجاتے ہین، جن پر قومی زندگی کی بنیاد قایم ہوتی ہے، اور اون کی تعمیم، اون کو نہایت موثر بنا دیتی ہی، تاریخی حیثیت سے آگسٹس اور لوئیس چہاردہم کے زمانے مین ان اصول کا عمل تولید مکمل ہوچکا تھا، اونکی آخری صورت قایم ہوچکی تھی بحث و مباحثہ کا دروازہ بند ہوچکا تھا اور وہ تمام قوم کے خیالات و افکار پر چھا گئے تھے یہ اُصول اسی درجہ کو پہونچکر روشنی کے منارے کا قالب اختیار کرلیتے ہین اور جو چیز اونکے سامنے پڑتی ہی، اونکی چمک سے جگمگا اوٹھتی ہی،

جب کوئی نیا اصول قایم ہوتا ہی، تو تمدن کی تمام چھوٹی بڑی شاخون سے اوسکا کچھ نہ کچھ اثر ضرور نمایان ہوتا ہی، لیکن اوسکا پورا اثر اوس وقت ظاہر ہوتا ہی، جب وہ تمام قوم کی روح مین سرایت کرجاتا ہی، اوسکی ترتیب اس طرح شروع ہوتی ہی کہ وہ سب سے پہلے اون بلند خیال لوگون کے

دماغ سے جنھون نے اوسکو پیدا کیا ہی، اوتر کر اوسکے نیچے کے طبقہ مین نمایان ہوتا ہی، پھر قالب بدلتا ہوا اس سے بھی کم درجہ کے لوگون پر اثر کرتا ہے، یہان تک کہ رفتہ رفتہ تمام قوم پر چھا جاتا ہی، اب اوسکی کامیابی کا دور ختم ہو جاتا ہی، اور اس حالت مین اوسکو نہایت مختصر الفاظ مین بیان کیا جا سکتا ہی یہان تک کہ بعض اوقات، صرف ایک لفظ مین اُسکی تشریح کی جا سکتی ہی، لیکن یہ لفظ اسقدر موثر ہوتا ہی کہ دلون کو دفعتہً ہلا دیتا ہی، قرون وسطی مین اس قسم کے الفاظ کی مثال کے لیے "جنت" اور "دوزخ" سے بہتر لفظ نہین مل سکتا، یہ دونون لفاظ اگرچہ نہایت مختصر تھے تاہم ادن مین اس قیامت کا اثر تھا، کہ ہر چیز کو متاثر کر لیتے تھے، اور سادہ دل لوگون کے سامنے ہر چیز کی حقیقت کو واضح کر دیتے تھے، مزدوری پیشہ جماعت کے لیے اس زمانہ مین سوشیالزم کا لفظ بھی اسی قسم کا عجیب وغریب اثر رکھتا ہی، وہ ہر جماعت کے سامنے مختلف مناظر کو پیش کر دیتا ہی، لیکن اس تاثیر کا راز صرف اونکی سادہ لوحی مین مضمر ہے، وہ ایک فرنچ فلسفی کے سامنے جنت کی صورت مین نمایان ہوتا ہے، جس مین تمام لوگ مساویانہ طور پر حکومت کے زیر سایہ سعادت کاملہ سے متمتع ہوتے ہوئے نظر آتے ہین، وہ ایک جرمن مزدور کے سامنے شراب کی بھٹی کی صورت مین ظاہر ہوتا ہے جس سے متصل دھوان اوٹھتا ہی اور جس کے دروازے پر حکام ہر آنے والے کے خیر مقدم مین سوٗر کے گوشت کی قاب، نمکین چقندر، اور بیٗر کی بوتلین پیش کرتے ہین، لیکن یہ بداہتہً معلوم ہی، کہ یہ لوگ دولت کی مقدار اور اون حصہ دارون کی تعداد سے بالکل ناواقف ہین جن پر وہ مساویانہ حیثیت سے تقسیم کیجائے گی، لیکن یہ کوئی تعجب انگیز بات نہین، اُصول کے استحکام و ثبات کا اصلی کمال یہی ہی کہ وہ ایک عام اور مجمل صورت مین مرتکز فی النفس ہو جاتے ہین، اور بحث و مباحثہ، اور شکوک و اعتراضات کا اونپر کوئی اثر نہین پڑتا،

کوئی اُصول جب آہستہ آہستہ اسقدر ثبات و استحکام حاصل کر لیتا ہی کہ ایک مُسلمہ

عقیدہ بن جاتا ہے تو وہ مدتون تک کامیاب حالت مین قائم رہتا ہی، اور اوسکے متزلزل کرنے کیلئے جو دلائل قائم کئے جاتے ہین وہ بالکل ناکامیاب ہوتے ہین، یہ سچ ہے کہ اُصول قدیم کی طرح اس اصول جدید پر بھی کسی نہ کسی دن پیری کے آثار طاری ہوجاتے ہین، لیکن جبتک اوس پر تغیر و تبدل کے بہت سے دور نہ گذر جائین، اوسکے بڑھاپے کا زمانہ نہین آتا اور یہ تغیرات متعدد نسلون کے بعد ظہور پذیر ہوتے ہین، تاہم اس حالت فرسودگی مین بھی وہ بالکل بے اثر نہین ہوتا جسکی وجہ یہ ہی کہ چونکہ وہ قدیم موروثی اُصول کے ساتھ مدغم ہو کر ایک مدت تک زندہ رہ چکا ہے، اور اوس کے مقابل مین تمام قوم نے ان قدیم اصول کے احترام کو قایم رکھا ہی، اِس بناپر اگرچہ ہر قدیم اصول کا نام بدل جاتا ہی، اور دلون کے اندر سے اوسکی آواز بازگشت نہین آتی، تاہم قلوب پر اونکا اثر قائم رہتا ہی، اسی طرح ہر قدیم رائے، ہر قدیم عقیدہ، اور ہر قدیم عادت ہمیشہ زندہ رہتی ہی اور ایک منٹ کے لیے بھی نکتہ چینی کی متحمل نہین ہوسکتی، بہتر تو یہ ہی کہ اِس قسم کی خطرناک بحث کبھی نہ چھیڑی جائے اور یہ نہایت خوش قسمتی کی بات ہی کہ ہر شخص خود اِس قسم کے مباحث سے الگ رہنا چاہتا ہے، کیونکہ نقد و بحث کا ملکہ بہت کم لوگون مین پایا جاتا ہی، اور لوگ عموماً تقلید کے غلام ہوتے ہین، یہی وجہ ہی کہ تمام دنیا ان اصول کو صرف اونکی اشاعت یا تعلیم و تربیت کی بناپر قبول کرلیتی ہی، اور اسی بناپر ہر قوم اور ہر زمانے کی غالب تعداد مین ایک ہی قسم کے خیالات و افکار مشترک طور پر پائے جاتے ہین، اور اسی اشتراک نے اون مین اسقدر مشابہت و ہمرنگی پیدا کردی ہی، کہ اگر ایک طویل زمانے کے بعد، اُن کے فنون لطیفہ، اونکے اخلاق و عادات، اور اُن کا فلسفہ ایک شخص کے سامنے پیش کیا جائے، تو اوسکو فوراً معلوم ہوجائیگا کہ ان لوگون نے کس زمانے مین زندگی بسر کی ہی، اِس مشابہت کی وجہ صرف اسلاف کی وہ تقلید ہی، جو وراثت، تربیت، آب و ہوا، اور سر یان خیال وغیرہ کے ذریعہ سے پچھلی نسلون نے کی ہی، یہ سچ ہی کہ پچھلی نسلین اپنے اسلاف کی بعینہٖ تصویر نہین ہین،

تاہم خیالات واحساسات کی کیفیت مین دونون متحد ہوتی ہین، اور اس سے لازمی طور پر ایک ہی قسم کے نتائج پیدا ہوتے ہین،

لیکن ہمارے لیئے یہ نہایت خوشی کی بات ہی، کیونکہ قومی روح صرف تقلید، احساس اُصول، عقائد، اور خیالات وتصورات کی مجموعی ترکیب ہی سے پیدا ہوتی ہے، اور اس روح کی تمام طاقتون کا دارمدار اسی مجموعہ کی طاقت پر ہی، اور اوسی کے بل پر قومونکی زندگی قائم رہتی ہے، چنانچہ جب اس مین ضعف آتا ہی تو قوم کی نبیاد متزلزل ہوجاتی ہی، اسلیئے وہی قوم کی حقیقی طاقت اور وہی قوم کی اصلی حکمران ہی، عام طور پر کہا جاتا ہی کہ ایشیائی بادشاہ عموماً استبداد پسند ہوتے تھے، اور خواہشات نفسانی کے سوا اُنکا کوئی اُصول نہ تھا، لیکن یہ ہوا پرستی بھی ایک ایسے دائرے مین گھری ہوئی تھی جس سے کبھی باہر نہین نکل سکتی تھی کیونکہ جس مجموعی قوت کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے وہ ممالک مشرقیہ مین نہایت شدت کے ساتھ پائی جاتی ہی، چنانچہ مذہبی تقلید کے اُصول ہمارے یہان بالکل متزلزل ہوگئے ہین، لیکن مشرق مین اپنے پورے استحکام کے ساتھ قائم ہین اور ایشیا، کا سب سے بڑا استبداد پسند بادشاہ بھی اس قدیم روش کو نہین ٹھکرا سکتا کیونکہ ہر ایشیائی آدمی کے اعتقاد مین یہ دونون چیزین بادشاہون سے زیادہ طاقت رکھتی ہین،

آج ہر متمدن آدمی ایک ایسے دور سے گذر رہا ہی جو تاریخی حیثیت سے ابتلا، وامتحان کا سخت ترین زمانہ ہی یہ ایک ایسا دور ہی جس مین ہمیشہ معتقدات پر بحث کی جاتی ہے، کیونکہ قدیم اصول جو تمدن کا اصلی ماخذ تھے، اپنے نفوذ وقوت کو کھو چکے ہین، اور جدید اصول کو اب تک ثبات واستحکام حاصل نہین ہوا ہی، آج کوئی شخص یہ نہین جانتا کہ دلون پر رائے اور عادت کا کیا اثر ہوتا ہی؟ اور ان دونون قوتون پر حملہ کرنے کا کیا نتیجہ ہوگا، لیکن اگر وہ قدیم تمدن کی تاریخ کا یا کم از کم آج سے دو یا تین صدی پیشتر کے واقعات کا مطالعہ کرے تو اوسکو انکی حقیقت معلوم ہوسکتی ہی

بعض جاہل قصہ گو لوگون کا بیان ہو کہ یونانی بالکل آزاد تھے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہو، وہ سر سے پاؤن تک عادت اور عقیدہ کے غلام تھے، اونکے گرد معتقدات کا ایک دائرہ کھنچا ہوا تھا جس کی وہ پرستش کرتے تھے، اور کوئی شخص اس عام قومی روش پر نکتہ چینی کرنے کی جرأت نہین کر سکتا تھا بلکہ وہ سب سے بڑھکر اوسکا پرستار بننا چاہتا تھا، یونانی دنیا نے مذہبی، یا شخصی، غرض کسی قسم کی آزادی کا خواب تک نہین دیکھا بلکہ ایتھنز کے قواعد کی رو سے کوئی ملکی آدمی جماعت سے باہر رہ کر زندگی ہی نہین بسر کر سکتا تھا، اسی طرح وطنی عید کے جشن نکرنے کا اُسکو اختیار حاصل نہ تھا، قدیم زمانے کی آزادی صرف یہ تھی کہ آدمی اپنے مفتوحہ ممالک کے اصول کا غلام بن جائے، اور اوس زمانے مین اگر کسی ملک کے باشندون کو یہ اجازت دیجاتی کہ وہ اپنے خیالات مین آزاد ہو جائین، تو یہ ملک اون جماعتون کے درمیان جنمین ہمیشہ جنگ قائم رہتی ہو ایک دن بھی محفوظ نہ رہے، اب خدا، نظام حکومت، اور مذاہب سب کے سب گوشہ نشین ہو گئے ہین، لیکن یہ دور اوس دن سے شروع ہوا ہو جب سے ان چیزون مین آزادانہ بحث جائز سمجھی گئی ہے، لیکن اس زمانے کے تمدن نے تقریباً اُن تمام اصول کو فنا کر دیا ہے جن سے عادت اور عقیدہ کو مدد ملتی تھی اسلئے اُنکا اثر بالکل زائل ہو گیا ہو، اور وہ فرسودگی کے اُس دور سے گذر رہے ہین جس مین اُصول قدیمہ کی حقیقت اوہام سے زیادہ نہین خیال کیجاتی، اور اب جب تک ان اُصول کی جگہ جدید اُصول نہ قائم ہو جائین، خیالات مین طوائف الملوکی قائم رہیگی، لیکن اس طوائف الملوکی کو یہ فضیلت حاصل ہو، کہ وہ بحث و مناظرہ کی متحمل ہو سکتی ہو، اس بنا پر ہر انشا پرداز، ہر فلسفی، اور ہر غور و فکر کرنے والے دماغ کو شکر گذاری کے ساتھ اس دور سے سرعت کے ساتھ فائدہ اوٹھانا چاہئیے، کیونکہ جب وہ گذر جائیگا تو پھر دوبارہ واپس نہ آئیگا، اس دور کو اگرچہ انحطاط و تنزل کا دور خیال کیا جاتا ہو تاہم اسمین عقل کو کامل آزادی سے فائدہ اوٹھانے کا موقع حاصل ہو، اسلئے وہ بہت دنون تک قائم نہین رہ سکتا، کیونکہ تمدن جدید کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یورپین قومین ایسے دور کی طرف

قدم بڑھا رہی ہین، جو بحث، اور مباحثہ، اور حریت و آزادی کا متحمل نہین ہو سکتا جسکی وجہ یہ ہو کہ کوئی جدید مذہب اُسوقت تک استحکام نہین حاصل کر سکتا جبتک اوسمین نقد و بحث کا سد باب نہ ہو جائے، اور قدیم مذاہب کی طرح وہ معارضہ کا متحمل نہو سکے، اس زمانے مین انسان اُن اصول پر ہمیشہ بحث کرتا ہو جن پر آیندہ تمدن کی بنیاد رکھی جائیگی، لیکن یہ نہایت خطرناک چیز ہو کیونکہ قومی زندگی پر سب سے زیادہ اساسی اُصول کے تغیر و تبدل کا اثر پڑتا ہو، شورش اور جنگ بہت زیادہ موثر چیز نہین، اون کی پیدا کی ہوئی خرابیون کی اصلاح ہو سکتی ہو، لیکن ان اُصول کے بدلنے سے تمام تمدنی شاخون مین تغیر پیدا ہو جاتا ہو، اسلیئے جس شورش سے تمام قومون کی زندگی معرض خطر مین پڑ جائیگی، وہ صرف وہ شورش ہو، جو خیالات و افکار مین پیدا ہو گی،

اگر ایک قوم کسی جدید اصول کو اختیار کرتی ہو، تو یہ کوئی خطرناک بات نہین، اصل خطرہ اوس حالت مین پیدا ہوتا ہو، جب قوم ایک اصول کو چھوڑ کر دوسرے اصول کو اختیار کرنا چاہتی ہو، کیونکہ جب تک وہ نئی عمارت کی بنیاد قائم نہین کر لیتی یہ خطرہ باقی رہتا ہے، یہ بھی کوئی خطرناک بات نہین کہ وہ اُصول بجائے خود صحیح نہین، آج تک ہم نے جن مذہبی خیالات کے ساتھ زندگی بسر کی ہو، وہ بھی غلط تھے خطرہ اون متعدد تجربون مین ہو، جو قوم کی حالت اور ان اصول کی موزونیت دریافت کرنے کے لیئے لازمی طور پر کرنے پڑتے ہین، کیونکہ جب تک متواتر تجربے نہ کر لیئے جائین، قوم کو ان اصول کے فوائد کا حال معلوم نہین ہو سکتا، موجودہ اشتراکیت (سوشیالزم) قوم کو انحطاط کے جس غار اور استبداد کے جن مناظر شنیعہ کی طرف لے جاتی ہو قوم کو اس سے ہوشیار کرنے کے لیئے اگر علم النفس اور علم الاقتصاد کی کامل مہارت ضروری نہین ہو، تو اُسکو اس انجیل جدید (اشتراکیت) کے قبول کرنے سے کیونکر رد کا جا سکتا ہو؟

تاریخ ہم کو بتاتی ہو کہ جس زمانے مین لوگ کسی عقیدہ کے قبول کرنے کے لیئے تیار

نہین ہوتے، اوس مین اوسکی دعوت کا کیا انجام ہوتا ہے؟ لیکن انسان تاریخ سے عبرت نہین
حاصل کرسکتا، شارلمان نے رومن سلطنت کو دوبارہ زندہ کرنا چاہا، لیکن چونکہ اتحاد کا اصول
آسانی کے ساتھ قایم نہین ہوسکتا تھا، اسلیے اوسکی کوششین بیکار ہوگئین، نپولین کی جد وجہد کا
بھی یہی انجام ہوا، فیلپ ثانی نے اپنی تمام ذہانت، اسپین کی پوری طاقت، اور اپنے عالمگیر اثر کو
اوس آزادانہ بحث کے مقابلہ مین جو پروٹسٹنٹ کے نام سے تمام یورپ مین پھیل رہی تھی صرف کردیا
لیکن بالآخر اوسکو بھی ناکامی ہوئی اور اس جنگ نے اسپین کو اسقدر برباد کیا کہ پھر دوبارہ نہ سنبھل
سکا ہمارے زمانے مین بھی ایک بوالہوس سر پر تاج پہن کر اوٹھا، اور اپنے عام قومی احساس کے اقتضاء سے
ایک وہی اصول کی دعوت دی یعنی متحد الجنس قومون مین اتحاد پیدا کرانا چاہا، اسکا نتیجہ ہوا کہ جرمنی
اور اٹلی مین یہ اتحاد پیدا ہوگیا اور یہ دونون ملک ہمارے قبضہ سے نکل کر ایک زمانہ دراز کے لیے
ہم سے علیحدہ ہوگئے، تمام قومین ایک بدترین مذہب کے جال مین گرفتار ہوگئی ہین، اور اونھون نے
فوجون کی تعداد مین اضافہ کرکے، براعظم یورپ مین مسلح پاسبانون کی ایک قطار کھڑی کردی ہے
لیکن اسکا نتیجہ افلاس کے سوا اور کیا ہوگا؟ اور اگر بالفرض اس فوج گران نے اپنی دولت
اتحاد، اور قوت کا کچھ حصہ محفوظ بھی رکھا تو اشتراکیت (سوشیالزم) جو شخصی حکومتون کو مٹا کر انکی
جگہ ایک عام قومی حکومت کرنا چاہتی ہے، اوسکو ایک نہ ایک دن ضرور فنا کردیگی،

قومون پر جن اصول کا اثر پڑتا ہے ان مین سب سے زیادہ قوی اصول قومیت کا
ہے، قدیم سیاست دان اوسکو نہایت اہم سمجھتے تھے اور اوسکو سیاست کا محور قرار دیتے تھے
لیکن اسکا نتیجہ کچھ اچھا نہین ہوا، کیونکہ یورپ نے اسکے مستحکم کرنے کیلئے جو کوششین کین، اونکی وجہ سے
وہ نہایت خطرناک جنگ مین مبتلا ہوگیا، اور اوسکو بغل مین ہتھیار رکھکر رات بسر کرنی پڑی اس
اصول کی حمایت مین جو جد وجہد جاری تھی اسکا سبب صرف یہ خیال تھا کہ قومون کی تعداد

وعظمت مین جس قدر اضافہ ہوتا ہی، اُسی قدر وہ خطرات سے محفوظ رہتی ہین، حالانکہ اس قسم کی
قومین نہایت آسانی کے ساتھ مفتوح ہوسکتی ہین، اور اب تو یہ بالکل ثابت ہوگیا ہی کہ چھوٹی چھوٹی
قومین تمام بلاؤن سے محفوظ رہتی ہین، چنانچہ اسکے ثبوت مین پرتگال یونان، سوئٹزرلینڈ، بلجیم
سوئیڈن، اور ریاستہائے بلقان کو پیش کیا جاسکتا ہی، اسی اتحاد نے اٹلی کو بالکل تباہ کردیا، اس
اتحاد سے اگرچہ اُسکے تمام صوبون کی آمدنی دوملیار ہوگئی، تاہم وہ سخت افلاس مین مبتلا ہوگئی
اور قریب تھا کہ وہان شورش برپا ہوجائے، حالانکہ اتحاد کے پہلے اگرچہ اوسکی آمدنی صرف ۵۰۰
ملین تھی لیکن تمام ملک سرسبز اور خوشحال تھا، لیکن خیالات کا سیلاب جب دلون سے ٹکرا جاتا ہی،
تو اوسکو کون روک سکتا ہی؟ وہ اپنا دورہ پورا کرکے رہے گا، اور اوس کی تائید وہ لوگ کرینگے
جن کے لیئے تقدیر نے سب سے پہلے اوسکی قربان گاہ پر چڑہانے کا فیصلہ کیا ہی، جس طرح بکری اپنے چرواہے کے
پیچھے پیچھے مذبح کی طرف نہایت اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ چلی جاتی ہی، اوسی طرح ہم کو بھی
اُصول کے سامنے سرتسلیم خم کردینا چاہیئے، کیونکہ اُصول اپنے دور انقلاب مین جب ایک خاص
نقطے پر پہونچ جاتے ہین تو اونکے مقابلہ مین دلیل بالکل بیکار ہوجاتی ہی، اور قوت بیانیہ اون پر
غالب نہین آسکتی، اگر کسی اصول نے کسی قوم کے دل پر تسلط حاصل کرلیا ہی تو وہ اونکی پابندیون سے
صرف دو طریقون سے آزاد ہوسکتی ہی، یا تو ایک طویل زمانہ گذر جائے، یا کوئی شورش برپا
ہو، اور کبھی کبھی تو ان دونون کی ضرورت ہوتی ہی، دنیا مین کتنے اوہام ہین جنکے ادب واحترام
کو انسان اپنے اوپر فرض کرلیتا ہی، پھر خود اون کے پردے کو چاک کردیتا ہے؛

دوسری فصل

انقلاب تمدن پر مذہبی عقائد کا اثر

مذہبی عقائد کے اثر کی اہمیت، مذہبی عقائد ہمیشہ قومون کی زندگی کا جزو اعظم تھے، اکثر تاریخی واقعات نظام حکومت، اور نظام تمدن، مذہبی اُصول سے ماخوذ ہین، ہر جدید مذہبی اصول کے ساتھ ایک نیا تمدن لازمی طور پر پیدا ہوجاتا ہی، مذہبی خیال کی قوت، مذہب کا اثر اخلاق پر، مذہب تمام ملکات، کو متحد المقصد بنا دیتا ہے، ہر قوم کی سیاست، صنعت و حرفت، اور اخلاق کی تاریخ اُسکے مذہبی عقائد سے پیدا ہوتی ہی، مذہبی عقائد کا ادنیٰ تغیر بھی قومی زندگی مین عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیتا ہے، اسکی مختلف مثالین،

تاریخ کا منارہ، تمدن کا ستون، قومون کی زندگی کا اہم اصول، اگر کوئی چیز ہے، تو وہ صرف مذہبی اُصول ہین، اِس بنا پر ہم اونپر ایک مستقل فصل مین بحث کرتے ہین،

مذہبی اُصول ہمیشہ قومون کی زندگی کا نہایت اہم عنصر، اور تاریخ کا نہایت نمایان جزو تھے، چنانچہ تاریخ کے عظیم الشان واقعات نے جو عظیم الشان نتائج پیدا کیئے، اون مین مذاہب کے بننے اور بگڑنے کا نتیجہ سب سے زیادہ اہم ہے، اور گذشتہ اور موجودہ زمانے مین جو اساسی مسائل قرار دیئے گیئے اون مین پہلا اساسی مسئلہ یہی مذہب تھا، اگر انسانیت اپنے معبودونکی موت پر راضی ہوتی تو آغاز تمدن سے جو واقعات ظہور پذیر ہوئے، اون مین یہ واقعہ سب سے زیادہ عظیم الشان ہوتا،

ہم کو یہ بھولنا نہ چاہیئے کہ تاریخ کے ابتدائی زمانے سے آج تک ہر نظام حکومت اور ہر نظام تمدن کا سنگ بنیاد مذہبی عقائد کی سطح پر رکھا گیا ہی، یہی معبود ہین جنھون نے انسانی زندگی کا سب سے

بڑا دور تمثیل کیا ہی، مذہب اِس سرعت کے ساتھ اخلاق پر اثر ڈالتا ہی، کہ اس معاملہ مین عشق کے سوا کوئی چیز اوسکا مقابلہ نہین کرسکتی، لیکن آخر عشق بھی تو ایک مذہب ہی ہے، یہ دوسری بات ہے کہ وہ شخصی مذہب ہی اسلیئے ہمیشہ قائم نہین رہتا، اگر تم اُس قوم کی حالت کا اندازہ کرنا چاہتے ہو جو صرف احساس خیال سے متاثر ہوکر بھڑ گئی، تو تم کو فتوحات عرب کو صلیبی لڑائیون کو، اندلس کی ظلم آرائیون کو، پریٹن[1] کے زمانے مین انگلستان کی حالت کو، فرانس مین سینٹ بارتھولومیو[2] کو، اور شورش فرانس کی ہر لڑائی کو پیش نظر رکھنا چاہیئے،

مرہمی

اوہام کے اندر ایک ایسا موثر جادو چھپا ہوا ہی، جو مزاج عقلی کو بالکل بدل دیتا ہی، انسان نے خود اپنے معبودون کو پیدا کیا، لیکن چند ہی دنون مین اِن معبودون نے اوسکو اپنا غلام بنالیا، مذہب خوف سے نہین بلکہ امید سے پیدا ہوا ہی، اسلیئے اُسکا اثر دائمی ہوتا ہی، یہ مذہب ہی کا اثر ہی کہ اُس نے انسان کی عقل کے سامنے سعادت کا دروازہ کھولدیا ہی اور اس بنا پر تمام موثرات سے ممتاز ہوگیا ہے، اور فلسفہ اس منزل سے اب تک کوسون دور ہی،

ہر تمدن، ہر فلسفہ اور ہر مذہب کی غایت یا کم از کم اوسکا نتیجہ، اون مخصوص حالات نفسیہ کا پیدا کرنا ہے، جنمین بعض اگرچہ مایۂ سعادت ہوتے ہین، اور بعض نہین ہوتے، تاہم خارجی حالات سے زیادہ، سعادت کا دارمدار انہی حالات نفسیہ پر ہی، بہت سی قربانیان آگ کے اوپر اپنے قاتلون سے زیادہ سعادت اندوز ہوتی ہین، اور بہت سے وہ کاشتکار جو اپنے ہاتھ سے ہل جوت کر

---

[1] PARITON انگریزی فرقہ پروٹسٹنٹ کی شاخ یہ لوگ بالکل زاہد خشک ہوتے ہین، ہر قسم کے لہو و لعب کو حرام جانتے ہین ہر بات مین مسیح کی زندگی کی تقلید کو واجب سمجھتے ہین،

[2] SAINT BARTHOLOMEW مسیحیونکے یہان بہت مقدس شہید سمجھے جاتے ہین، ۲۴ اگست سنہ ۱۵۷۲ء کو جو ان کے سالانہ فاتحہ کا دن تھا چارلس نہم شاہ فرانس نے فرقہ پروٹسٹنٹ پر مظالم شروع کیئے جنکا اندازہ اس سے ہوسکتا ہی کہ صرف مقتولین کی تعداد بہ اختلاف روایات ۳۰۰۰۰ سے لیکر ۶۰۰۰۰ تک پہونچتی ہی،

روٹی کے ایک ٹکڑے پر قناعت کر لیتے ہین، ایک دولت مند امیر سے جس کو افکار نے گھیر لیا ہے،
خوش قسمت ہوتے ہین،

یہ ایک نہایت افسوسناک بات ہو کہ تمدن جدید نے انسانی ضروریات کو غیر معمولی طور پر
وسیع کر دیا ہو، اور اونکے پورے کرنے کے بہت کم اسباب مہیا کیے ہین، اسلیئے دلون سے رضا و تسلیم کا
مادہ بالکل زائل ہو گیا ہو، کہا جاتا ہو کہ تمدن جدید ترقی کا فرزند رشید ہے، لیکن درحقیقت وہ اشتراکیت
(سوشیالزم) اور انارکزم کی ماں ہو، جن لوگون نے ایمان کی قوت کو کھو دیا ہو، اور یاس و حرمان نے
اون کے قلوب کا احاطہ کر لیا ہو، وہ انہی دونون الفاظ کا نعرہ بلند کرتے رہتے ہین، کیا ایک یورپین
جو ایک دائمی اضطراب مین مبتلا رہتا ہو جس کے اعصاب دماغی متزلزل ہو گئے ہین، جو اپنی تقدیر پر
قانع نہین ہے، اوس مشرقی آدمی کا مقابلہ کر سکتا ہو جو راضی برضائے الٰہی ہو؟ ان دونون کے درمیان
روحانی حالت کے سوا اور کسی چیز مین فرق نہین ہو، قومون کو صرف وہی شخص بدل سکتا ہو جو اوسکے
خیالات کو بدل کر اوسکے عقائد و اعمال مین انقلاب پیدا کر دیتا ہو، اس وقت سوسائٹی کا سب سے بڑا فرض
یہ ہو کہ ایسی کیفیات نفسیہ کے پیدا کرنے کی کوشش کرے جن کی وجہ سے ہر فرد سعادت مند ہو جائے
ورنہ قومون کی زندگی کا عنقریب خاتمہ ہونے والا ہے، دنیا مین آج تک جو قومین اوبھرین اون کا
دار مدار صرف اون خیالات پر تھا جنکے اندر دلون کے جذب و کشش کی قوت مضمر تھی، اور اون مین
جو قوم اوبھر کر بیٹھ گئی اُسکا سبب صرف اُنہی خیالات کی قوت کا زوال تھا، اس زمانے کا سب سے
غلط خیال یہ ہو، کہ انسان کی سعادت صرف خارجی اشیاء کے اندر ہو، لیکن یہ کسی کو نہین سوجھتا
کہ وہ خود ہمارے اندر پنہان ہو، ہمین اوسکو پیدا کرتے ہین، اور وہ بہت کم ہم سے الگ رہتی ہے،
ہم نے قدیم خیالات کی بنیاد ڈھا دی ہو، اسلیئے ہم کو نظر آتا ہو، کہ اس خیال کے بعد ہماری
زندگی فنا ہو جائیگی، اور اگر ہم نے اسکے عوض کوئی دوسرا اعتقاد قایم نہ کیا تو ہم برباد ہو جائینگے،

نوع انسان کے سب سے بڑے محسن جنکی یادگارین تمام قومون کو زرخالص کا مجسمہ قائم کرنا چاہئے وہ سحرآفرین لوگ ہین جنھون نے قومون کے لیئے خیالات پیدا کیئے ہین، یہ لوگ اگرچہ کبھی کبھی جماعت انسانی مین نمایان ہوجایا کرتے ہین لیکن عموماً بہت کم پیدا ہوتے ہین، انھی بزرگون نے اُمید ہائے فانی کے سامنے جن کے سوا انسان کسی دوسری حقیقت کو نہین جان سکتا، اور اس غیر متحرک ترش رو دنیا کے آگے، پرزور خیالات کا ایک پردۂ نورانی قائم کیا، انسانیت کی حقیقی تفسیر کی، اور خارزار زندگی کے تمام کانٹون کو ہٹا کر انسان کے لیئے جنت کا راستہ صاف کر دیا، جس کے ساتھ تمام اُمیدین وابستہ ہین،

اگر ہم سیاسی حیثیت سے بھی نگاہ ڈالین تو ہم کو معلوم ہوگا کہ مذہبی عقائد کا اثر کس قدر شدید ہے ؟ مذہب کی عظیم الشان قوت کا سبب صرف یہ ہی کہ وہ ایک زمانے مین قوم کے فوائد قوم کے احساسات اور قوم کے خیالات کو متحد کر دیتا ہی، اسلیئے وہ ان تمام عناصر کا جن سے قومی روح پیدا ہوتی ہی، دفعتہ قائم مقام ہوجاتا ہی، یہ سچ ہی کہ مذہبی قوت کے استیلا ء سے قوم کا مزاج عقلی نہین بدل جاتا تاہم تمام قوتون کا رخ صرف ایک مقصد کی طرف ہوجاتا ہے، یعنی تمام طاقتین اس جدید مذہب کی حمایت مین کھڑی ہوجاتی ہین، اور مذہب کی عظیم الشان طاقت کا راز اسی اصول کے اندر مضمر ہے، یہی وجہ ہی کہ دنیا کی جن قومون نے کارہائے نمایان کیئے ہین، اسی قسم کے مذہبی انقلاب کے زمانے مین کیئے ہین، اور دنیا کی بڑی بڑی سلطنتون کی تاسیس اسی دور انقلاب مین ہوئی ہی آنحضرت صلعم کے الہامی خیالات نے اسی طریقہ سے قبائل عرب مین اتحاد پیدا کیا، اور ان لوگون نے تمام قومون کو زیر و زبر کرکے عظیم الشان سلطنت قائم کرلی نفس اعتقاد کوئی چیز نہین ہی، اصلی چیز وہ قوت ہی جو عقائد کو دل مین مرتکز کر دیتی ہے، ایک وحشی سے وحشی دیوتا کی طرف بھی اگر لوگون کو دعوت دیجائے تو وہ بھی اسی طرح موثر ہوسکتی ہی،

بلکہ اکثر سنگدل و استبداد پسند معبودون کے اثر و نفوذ نے بھی نہایت وسعت حاصل کرلی ہے، کیونکہ جو معبود غیر متعصب اور نرم خو ہوتے ہین، اونکے پرستارون کے عزم و ارادہ مین شدت و صلابت نہین ہوتی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع صرف آپ کے تشدد[1] کی وجہ سے تمام دنیا پر چھاگئے، اور دنیا کے ایک بڑے حصے پر ایک مدت تک اُن کا تسلط، اور رعب قائم رہا لیکن ساکن القلب بودھا کی امت نے کوئی کارنمایان نہین کیا، اور تاریخ نے اون کو بالکل فراموش کردیا،

اِس تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ قومون کی سیاست مین ہمیشہ مذہب نے نمایان حصہ لیا ہے کیونکہ صرف وہی ایک ایسی قوت ہے جو نہایت سرعت کے ساتھ نظام اخلاق کو متاثر کرلیتی ہے، یہ سچ ہے کہ یہ معبود ہمیشہ باقی نہین رہتے، لیکن مذہب ہمیشہ قایم رہتا ہے، اسی مذہبی قوت کی بدولت فرانس نے جب ایک صدی تک تمام یورپ کا مقابلہ کیا تو دنیا نے دوبارہ مذہبی عقائد کے اثر کا اعتراف کیا، کیونکہ جو خیالات اِس زمانے مین دلون پر محیط ہوگئے تھے، اونھون نے بھی درحقیقت ایک جدید مذہب کی صورت اختیار کرلی تھی جس نے قوم کے قالب مین اپنی روح پھونک کر اوسکو دفعتہً اوبھار دیا تھا لیکن جو معبودان خیالات کے پردون سے نمایان ہوئے، اونکا قالب نہایت لطیف تھا، اسلیئے چندہی دنون تک قائم رہ سکے، تاہم کم از کم اُنکی زندگی تک اُن کا اثر شدید و عام رہا،

اگرچہ قومی روح کے انقلاب پر مذہب کو جو قدرت حاصل ہے وہ لازوال اور غیرفانی ہے تاہم اوسکی اصلی طاقت اتنی مدت تک قائم نہین رہتی کہ نظام اخلاق کو بالکل بدلدے، کیونکہ خواب و خیال کی یہ قوت روز بروز ضعیف ہوتی جاتی ہے، اور جو لوگ اوس کے نشے مین چور تھے

[1] تشدد نہین بلکہ عزم و استقلال، استبداد نہین بلکہ جمہوریت، تعصب نہین بلکہ حق کی حمایت،

آہستہ آہستہ بیدار ہوتے جاتے ہین، یہان تک کہ مذہب بھی اپنے انتہائی زمانے مین اوس رنگ
مین نمودار ہوتا ہی جس مین قوم نے اوسکو شرابور کردیا ہی، اگر انگلستان، اسپین، اور فرانس کے
اون تمام فرقون پر نظر ڈالی جائے، جو ایک ہی مذہب مین پیدا ہو گئے تھے تو نظر آئے گا کہ
اسپین مین پروٹسٹنٹ مذہب قائم ہی نہین ہو سکتا تھا، اور انگلستان محکمۂ احتساب (مجلس نکویزیشن)
کے قائم کرنے کی اجازت ہی نہین دیسکتا تھا، بلکہ اگر خود پروٹسٹنٹ مذہب کی پابند قومون کی
حالت پر بھی غور کیا جائے تو اون کے اساسی اخلاق بھی علانیہ نمایان ہو جائینگے، اور معلوم ہو جائیگا
کہ باوجود اس مذہب کی شیفتگی کے اونھون نے اپنے مزاج عقلی کی امتیازی خصوصیات یعنی
استقلال، عزم، تدبر، اور خودداری کو قائم رکھا ہی، اور ہوا پرست بادشاہون کی ذلیل اطاعت
پذیری کو ٹھوکر لگادی ہی،

ہر قوم کی سیاسی، اخلاقی، اور صنعتی تاریخ اگرچہ اوسکے مذہب سے پیدا ہوتی ہے لیکن جس طرح
مذہب نظام اخلاق پر اثر ڈالتا ہی، اوسی طرح خود نظام اخلاق سے متاثر بھی ہوتا ہی اس بنا پر ہر قوم
کی زندگی کے رکن اعظم صرف دو ہین، مذہب اور اخلاق، لیکن ہر قوم کا نظام اخلاق اپنے
اصلی اوصاف کے لحاظ سے ہمیشہ قایم رہتا ہے، اور اسی خصوصیت نے ہر قوم کی تاریخ
کو متحد اور جامع ومانع بنادیا ہی مگر مذہب اپنے اندر تغیر پذیری کی صلاحیت رکھتا ہی، اور اسی
تغیر کی بنا پر قومون کی تاریخ مین بہت سے انقلابات کی سرگذشت نظر آتی ہی،

معمولی مذہبی تغیر بھی متصل و متواتر انقلابات کا پیش خیمہ ہوتا ہی ہمنے گذشتہ فصل مین بیان
کیا ہی کہ اٹھارھوین صدی کے فرنچ، سترھوین صدی کے فرنچ لوگون سے بالکل مختلف
ہین، اسکی وجہ صرف یہی ہی، کہ سترھوین صدی کی عقل اٹھارھوین صدی مین عالم لاہوت سے
اوترکر علمی دنیا مین آگئی اور تقلید کا مقابلہ استدلال سے اور نقل کا مقابلہ عقل سے ہوگیا، اس بنا پر

صرف خیالات کے ان تغیرات نے دونون زمانون مین نمایان فرق پیدا کر دیا، اگر ہم زیادہ تحقیق کرین تو ثابت ہوگا کہ شورش فرانس، اور اوس کے بعد کے واقعات جو آیندہ بھی ہمیشہ ظہور پذیر ہوتے رہین گے صرف عقائد کے انقلاب کا نتیجہ تھے،

آج قدیم قومین رو بہ تنزل ہین، اور اسیلئے ضعف سے کانپ رہی ہین اونکے نظام کا ہر ستون پے در پے گر رہا ہی لیکن اسکی وجہ صرف یہ ہی کہ وہ اپنی قوت ایمان کو جس پر اونکے وجود کا دار مدار تھا آہستہ آہستہ کھوتی جاتی ہین، اور جس دن اس قوت کا کل سرمایہ ضائع ہو جائیگا، اون کی جگہ ایک جدید تمدن لے لیگا، جو جدید عقائد پر مبنی ہوگا کیونکہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہی، کہ جب قومون کے معبود پردۂ خفا مین چھپ جاتے ہین تو وہ بہت دنون تک زندہ نہین رہتین، اور جو تمدن ان معبودون کے ساتھ آیا تھا وہ بھی اون کے ساتھ رخصت ہو جاتا ہی، اِس بنا پر ہر قوم کو ہوشیاری کے ساتھ یقین کر لینا چاہیے کہ مرنے والے معبودون سے زیادہ کوئی چیز برباد کرنے والی نہین ہے،



تیسری فصل

اکابران قوم کا درجہ قوموں کی تاریخ مین

قومون کی عظیم الشان ترقیان صرف بلند خیال لوگون کے ہاتھ سے انجام پذیر ہوتی ہین، انکے درجہ کی حقیقت، وہ قوم کی تمام مجموعی کوششون کا مرتع ہوتے ہین، چند مثالین جو عظیم الشان انکشافات سے ماخوذ ہین، اکابر رجال کا درجہ سیاست مین، وہ قوم کے غالب خیال کا مرکز ہوتے ہین، ابلہ فریب بزرگون کا اثر، بڑے بڑے محققین قوم کے تمدن کو بدل دیتے ہین متعصب اور ابلہ فریب بزرگ تاریخ کے موجد ہین،

قومون کی تقسیم، اور اونکے باہمی امتیازات کے سلسلہ بحث مین یہ ثابت ہو گیا کہ مغرب و مشرق مین صرف یہ فرق ہو کہ مغرب مین ترقی یافتہ اکابران قوم کا ایک گروہ موجود ہو، جس سے مشرقی ترقی کا میدان بالکل خالی ہو، اس فصل مین ہم اسی گروہ کی حیثیت کو نمایان کرنا چاہتے ہین،

یہی ممتاز گروہ ہے جو قوم کی تمام طاقتون کا مرکز ہو اور اگر ہم اسکو نسل انسانی کے سلسلہ سے خارج کر دین، تو دفعتہً قوم کی عقلی سطح کا ارتفاع مبدل بہ پستی ہو جائے گا، علوم و فنون صنعت و حرفت، غرض تمام تمدنی ترقیان اسی گروہ کی ممنون احسان ہین، اور تاریخی دستاویز سے ثابت ہوتا ہو کہ ہم ان تمام چیزون مین اس کے قرضدار ہین،

اگرچہ تمام قوم ان ترقیون سے یکسان طور پر فائدہ اوٹھاتی ہو اور اگرچہ نوع انسانی کا یہ گل سرسبد انھین کے درمیان شگفتہ ہوتا ہو، تاہم قوم اوسکی پوری قدردانی نہین کرتی یہی وجہ ہے کہ اکثر بڑے بڑے لوگ خود اپنی قوم کے غیظ و غضب کا شکار ہو گئے، اور قوم کو اس کا احساس

بھی نہ ہوا کہ گذشتہ نسلون کے پودون نے انہی ترقی یافتہ دماغون کی بدولت نشو و نما پائی تھی یہ لوگ درحقیقت قوم کا سرمایۂ ناز ہین، اوران مین چھوٹے سے چھوٹا فرد بھی ہمارے لیئے مایۂ عز و افتخار ہے، کیونکہ یہ لوگ اتفاقی طور پر یا معجزانہ طاقت سے پیدا نہین ہوئے ہین، بلکہ وہ زمانہ گذشتہ کی طویل گردشون کا نتیجہ ہین اونہی کے قالب مین اونکی قوم اور اونکے زمانے کی عظمت نمایان ہوتی ہی اور ہر وہ چیز جس سے اونکی کوششونکی کلیان کھلتی ہین ترقی کی اشاعت کا سبب ہوتی ہے، اسلیئے اگر ہم مساوات عامہ کے خواب پریشان کو جس نے ہماری آنکھون پر پردے ڈالدیئے ہین، بھلادین، تو ہمین سب سے پہلے ان لوگون پر قربان ہونے کے لیئے تیار نظر آئین گے مساوات عامہ درحقیقت پست درجہ کے طبقون مین پائی جاتی ہی، اور عقلی ٹکڑگدے اگرچہ ہمیشہ اسکا خواب دیکھا کرتے ہین، لیکن انکا خواب انکی سب سے بڑی بدبختی ہی،

اِس خواب کی تعبیر صرف وحشی قومون پر صادق آسکتی ہی، ترقی یافتہ قومون کے افراد مین صرف اُس وقت مساوات پیدا ہوسکتی ہی، جب طبقۂ اعلیٰ کو گراکر پست درجہ کے طبقون کے برابر کردیا جائے،

لیکن عظماء رجال کی قدر و منزلت صرف تمدنی ترقی تک محدود نہین ہے، بلکہ اِسکا انحصار تمام تر اِس حقیقت مین ہے کہ "وہ تمام قوم کی مجموعی کوششون کا مظہر ہین" ان محققین کی تحقیقات بہت سی گذشتہ تحقیقاتون کا نتیجہ ہی، اور وہ صرف اونہی پتھرون کو عمارت مین لگاتے ہین جنکا نقشہ ہمارے اسلاف نے مدتون مین طیار کیا تھا، لیکن تمام مورخین کا فطری مذاق خیالات کی تفصیل بیان کرنا ہی، اسلیئے وہ ہر ایجاد کو کسی نہ کسی نام کی طرف ضرور منسوب کردیتے ہین، حالانکہ تمام بڑی بڑی ایجادین جنھون نے کرۂ ارضی کی ہیئت کو بدل دیا، کسی خاص شخص کی طرف منسوب نہین کی جاسکتین، مطبع، بارود، اسٹیم، اور تار کے موجدون کا نام کسکو معلوم ہی؟ اِس بنا پر

جو شخص ان ایجادات کی تاریخ کا غور سے مطالعہ کریگا اوسکو معلوم ہوگا کہ وہ درحقیقت بہت سی گذشتہ دماغ پاشیون کا نتیجہ ہین، اور اخیر موجد اس عمارت کا صرف ایک "بلند کنگرہ" ہے،

چنانچہ سب سے پہلے گلیلو[1] نے یہ دریافت کیا تھا کہ "اگر ایک قندیل فضا مین معلق کی جائے تو اُسکے نور کا تموج مساوی حرکت کے ساتھ نمایان ہوگا"، کرنومتر نے اسی سے گھڑی نئی ایجاد کا خیال پیدا کیا، اور ملاحون نے سطح آب پر راہ دکھانے کا آلہ، اسی سے ایجاد کیا، توپ کی بارود یونانی آگ سے رفتہ رفتہ ایجاد ہوئی اور آلات بخاریہ کی اختراع متعدد تسب انگیز کوششون کا نتیجہ ہے دنیا مین دفعتہً کوئی چیز وجود مین آہی نہین سکتی، اگر ایک یونانی ارشمیدس[2] سے سوگنا زیادہ عقل رکھتا ہو تب بھی وہ دفعتہً ریلوے ٹرین نہین بنا سکتا، اور اگر وہ اُسکو طیار بھی کرلے تو اوسکو چلا نہین سکتا کیونکہ اوس کے جاری کرنے کے لیئے علم آلات سازی (میکانک) کے اسقدر ترقی کی ضرورت ہے، جو آج اوسکو دو ہزار برس کے بعد حاصل ہوئی ہے

عام خیال یہ ہے کہ بانیان سیاست کو زمانہ گذشتہ کے تاریخی سلسلہ سے کوئی تعلق نہین ہے، لیکن درحقیقت وہ بھی موجدین اور مخترعین کی طرح دور ماضی کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہین لیکن ہیگل[3]، کوسن، اور کارلائل جیسے انشا پردازون کی آنکھون کو ان مدبرین کے انقلاب انگیز کارنامون نے بالکل خیرہ کردیا، اسلیئے اونھون نے ان کو خدا بنا دیا جو تنہا دنیا پر حکومت کرتا ہے اس مین شبہہ نہین کہ یہ لوگ قوم کی انقلابی حالت مین تغیر و تبدل پیدا کرنے کی پوری قدرت رکھتے ہین، لیکن صرف یہ قدرت اونکی زندگی کی تدریجی رفتار کو نہین بدل سکتی، یہان تک کہ کرامویل اور نپولین جیسے اولوالعزم لوگ بھی اس معرکہ سے عہدہ برا نہین ہوسکتے، بہت سے فاتح شہر دنکو لوہے اور آگ سے منہدم کرسکتے ہین، آدمیون کو ہلاک کرسکتے ہین، ملکون کو برباد کرسکتے ہین، لیکن

[1] ہیئت جدیدہ کا بانی (۱۵۶۴ تا ۱۶۴۲ء) باشندہ اٹلی، [2] اقلیدس و ہندسہ کا موجد، [3] جرمنی کا مشہور فلسفی (۱۷۷۰ تا ۱۸۳۱ء)

ہم کو اس قوت تخریب کے مغالطہ مین آکر اونکی اصلی حیثیت کے اندازہ کرنے مین غلطی نہین کرنی چاہیے
کیونکہ جب تک اونکی قوت ضرورت زمانہ کے قالب مین ڈھل نہ جائے اُنکا کوئی اثر قائم نہین
ہوسکتا، اِس بناپر اُنکی کامیابی کا حقیقی سبب اونکے وجود سے مدتون پیشتر موجود رہتا ہی، قیصر نے
روم مین اور روشو نے فرانس مین اسی طریقہ پر کامیابی حاصل کی اور اگر اونکے زمانے سے دو یا تین
صدی پیشتر اسی درجہ کے دو آدمی پیدا ہوتے تو ایک روم کی عظیم الشان جمہوریت کو کسی
استبداد پسند فرمانروا کے ارادہ کا تابع نہین کرسکتا، اور دوسرا فرانسیسی اتحاد کے قائم کرنے مین
کامیاب نہین ہوسکتا، اِس لحاظ سے صرف مدبران سیاست ہی وہ لوگ ہین جو قوم کی قریب تر
آنے والی ضرورتون کو مشخص کرتے ہین اور اون واقعات کو عالم ظہور مین لاتے ہین، جنکے اسباب
معدہ کو زمانہ پہلے سے مہیا کرچکا تھا اور قوم کو وہ راستہ دکھاتے ہین جس پر اوسکو چلنا چاہیئے، یہ
ممکن ہی کہ تمام قوم کو وہ راستہ پہلے سے معلوم نہ ہو لیکن تقدیر نے قومی انقلاب کے جو اسباب
جمع کردیئے ہین، وہ قوم کو جبراً اس شاہراہ پر ڈال ہی دیتے ہین، ان اسباب کی بناپر درحقیقت
بانیان سیاست بھی موجدین اور مخترعین کی طرح قوم کی قدیم اور مسلسل کوششون کے نتائج کو
نمایان کرتے ہین،

لیکن ہم کو اکابران قوم کے مختلف طبقات کے موازنہ مین اِس حد سے آگے نہین بڑھنا
چاہیے کیونکہ آیندہ زمانے مین اگرچہ تمدن پر موجدین و مخترعین کا عظیم الشان اثر پڑتا ہی لیکن عملاً
قوم کی سیاسی تاریخ پر انکا کوئی اثر نہین ہوتا، جسکی وجہ یہ ہی کہ ہل کے موجد سے لیکر تار کے موجد تک
بلکہ دنیا کے تمام مخترعین مین وہ اخلاقی اوصاف نہین پائے جاتے، جنکی سطح پر کسی مذہب کی بنیاد
ڈالی جاتی ہی، یا کوئی ملک فتح کیا جاتا ہی، غرض وہ قدرت کے اُن فیاضانہ عطیات سے بالکل محروم
ہوتے ہین، جنکے ذریعہ سے علانیہ دنیا کی تاریخ بدل دیجاتی ہے، یہ لوگ ان اوصاف سے اسلیے

معرا ہوتے ہین، کہ اونکو جن ایجادات کے متعلق طویل غور وفکر کی ضرورت ہوتی ہو وہ اس قدر دقت طلب اور پیچیدہ ہوتی ہین کہ ان کا اثر اون کے علم ویقین کو ضعیف کرڈالتا ہو، ایک وجہ یہ بھی ہے، کہ غور وفکر کرنے والون کو مادی فوائد کی بہت کم طمع ہوتی ہو، اس بنا پر وہ اونکی بہت کم پروا کرتے ہین ان اسباب کا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ موجدین ومخترعین صرف زمانہ کی روش کے مطابق تمدنی انقلاب پیدا کرسکتے ہین، لیکن متعصب، محدود خیال، اور مضبوط کیرکٹر کے مقتدایان قوم جدید مذاہب کو قائم کرسکتے ہین، سلطنتون کی بنیاد ڈال سکتے ہین اور نظام عالم کو الٹ پلٹ دیسکتے ہین، ایک پیٹرس راہب کی آواز نے یورپ کے ہزارون آدمیون کو مشرق کی طرف جھونک دیا، ایک محمد (صلعم) کی آواز نے دنیائے قدیم یعنی یونان اور روم کو تہ وبالا کردیا، اور لوتھر جیسے گمنام راہب نے تمام یورپ کو اوٹھاکر آگ اور خون کے سمندر مین ڈالدیا، لیکن دنیا نے گلیلو اور نیوٹن کی آواز کی طرف کان بھی نہین لگایا، غرض موجدین ومخترعین تمدن کی رفتار کو صرف تیز وسریع کردیتے ہین لیکن پیشوایان مذہبی، یک مستقل تاریخی دور کو پیدا کرتے ہین،،

تاریخ صرف اون واقعات کا مجموعہ ہو جن کے ذریعہ سے انسان نے ایک خیال قائم کیا، اوسکی پرستش کی، اور پھر اوسکو فنا کردیا، اگرچہ علمی حیثیت سے ان خیالات کی وقعت اس سراب سے زیادہ نہین، جس کی حرکت ریگستان مین ایک زود فنا چمک پیدا کردیتی ہو، لیکن جنلوگون نے اس سراب کو پیدا کیا ہو، اونھون نے دنیا کی کایا پلٹ دی ہو، اور اب بھی اگرچہ وہ عدم آباد مین سکونت پذیر ہین، تاہم تمام دنیا کی گردنین انکے نفوذ وقوت کے سامنے جھک جاتی ہین، اور قومون کے نظام اخلاق کی تبدیلیون پر قیامت تک اونکا اثر پڑتا رہیگا، اسلیئے ہمکو اونکی حیثیت سے اغماض نہین کرنا چاہیئے اور اس واقعہ کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ اونھون نے یہ کارہائے نمایان صرف اس وجہ سے انجام دیئے کہ وہ ہمہ تن اپنی قوم اور اپنے زمانے کے خیالات کا مرقع بنگئے، کوئی شخص اپنی قوم

ہین اوس وقت تک حرکت نہین پیدا کرسکتا جب تک اوسکے خیالات اس طرح تشکل نہ ہوجائین
جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہودیون کی اصلی ضرورت کو تشخص کیا تھا، اور اونکو ہزارون
برس کی موروثی ظالمانہ غلامی سے نجات دلائی تھی، بدھ اور عیسیٰؑ نے بھی جب اپنے زمانے کی ظلم
آرائیان دیکھین تو اونھون نے خدا کے لطف و محبت کو مذہبی صورت مین نمایان کیا اور در حقیقت
اس وقت لوگ اسی ابر کرم کے پیاسے تھے، محمد (صلعم) نے بھی ایک مذہبی اتحاد کے ذریعہ سے اُن
لوگون مین یگانگیت پیدا کی جو ایک دوسرے کے دشمن ہورہے تھے، نپولین کے زمانے مین ایک
قوم صرف جنگی غرور کے نشہ مین چور تھی، نپولین اونکے خیالات کا عملی پیکر بنگیا، اور اونکو لیکر پندرہ برس
تک یورپ کے گوشہ گوشہ مین صرف اُن مقاصد کی تکمیل کے لیئے دھاوے مارتا رہا جن کو ایک قسم کا
جنون کہا جاسکتا تھا،

حقیقت یہ ہی کہ انسانی اصول کا تشخص اور اون کی اشاعت صرف انھی رہنماؤن کا کام ہے
اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہی کہ نوع انسان کا اصل الاصول خود یہی رہنما ہین، ان اصول کو
صرف اوس وقت کامیابی حاصل ہوتی ہی جب بھولے بھالے مومنین مخلصین کی ایک جماعت انکی
حمایت پر آمادہ ہوجاتی ہی، اس حمایت پر ان اصول کے صداقت و بطلان کا کوئی اثر نہین پڑتا
بلکہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہی کہ جو اصول جس قدر لغو و باطل ہوتا ہی اوسیقدر لوگون کو اپنا فریفتہ
بناتا ہی، یہان تک کہ آج تک دنیا مین جو انقلاب پیدا ہوا ہے جس تمدن نے انحطاط کی صورت
اختیار کی ہی، اور اسکی جگہ جس نئے تمدن نے لی ہے، وہ سب اونھی غلط اصول کا نتیجہ تھے
جن کے تصور سے بھی عقل کو شرم آتی ہی، اس بنا پر ضعیف العقل لوگون کے لیئے صرف
آسمانی ہی بادشاہت کا دروازہ نہین کھلا ہوا ہے، جیسا کہ انجیل نے بار بار بشارت دی ہی،
بلکہ اگر یہ لوگ زلزلہ انگیز یقین رکھتے ہین تو دنیوی سلطنت کا تاج بھی اون کے سر پر نظر آسکتا ہے

ان مومنین کی جماعت نے جس عمارت کو صرف ایک دن مین تعمیر کر لیا ہے، فلاسفہ اونکی بربادی مین عمرین بسر کردیا کرتے ہین، لیکن بہتر ہوتا اگروہ اون کے سامنے سربسجود ہوجاتے کیونکہ یہ لوگ قوائے مخفیہ کے اوس سلسلہ کی ایک کڑی ہین، جو دنیا کی پاسبانی کرتی ہے اور یہی لوگ ہین جنھون نے تاریخ کے عظیم الشان واقعات کو پیدا کیا ہی،

یہ لوگ درحقیقت انسانون کے لیئے صرف اوہام وخیالات لیکر آئے، لیکن دنیا انہی اوہام باطلہ کے سہارے پر زندہ رہی، اور آیندہ بھی وہی اوس کا سرمایۂ حیات ہون گے، شاید یہ کہا جائے کہ ان خیالات کی کوئی حقیقت نہین ہے، بے شبہہ وہ ایک خواب وخیال ہین، لیکن با این ہمہ اونکا احترام کرنا چاہیئے، انہی کی برکت سے ہمارے آبا واجداد چاشنی امید سے لذت آشنا ہوئے، اون کے پیچھے پیچھے متوالون کی طرح پڑ لئے اور ہم کو قدیم وحشت سے نجات دلائی اور موجودہ دور تک پہونچایا، اسی طرح ان اوہام نے تمدن پر بھی بہت بڑا اثر کیا ہی، وہم ہی نے اہرام مصری کی بنیاد ڈالی، اور پانچ ہزار برس تک مصر کے چہرے کو پتھر کی چٹانون کے اندر مخفی رکھا، وہم ہی نے قرون وسطی مین اون تمام عظیم الشان گرجون کا سنگ بنیاد رکھا، اور ایک قبر پر قبضہ (بیت المقدس) حاصل کرنے کے لیئے تمام یورپ کو مشرق کی طرف جھونک دیا، وہم ہی نے اون مذاہب کو قائم کیا جنکی نصف دنیا پابند ہوگئی اور وہم ہی نے بڑے بڑے ملک آباد کئے اور بڑی بڑی سلطنتون کا قلع وقمع کردیا، الغرض دنیا نے جستجوئے حقیقت مین نہین بلکہ صرف توہمات کے پیچھے کوششین صرف کین وہ اگرچہ ان اغراض وہمیہ کو حاصل نہ کرسکی، تاہم اوس نے اس سفر مین ترقیون کی تمام منزلین طے کرلین حالانکہ وہ اوسکا اصلی مقصد نہ تھین،

پانچوان باب

نظام اخلاق کا انحطاط اور قومونکا زوال

پہلی فصل

تمدن زوال پذیر ہو کر کیونکر فنا ہوجاتا ہی؟

انواع نفسیہ کا انحطاط، وہ موروثی قابلیت جو ایک طویل زمانے مین پیدا ہوئی تھی کیونکر چند دنون مین معدوم ہوجاتی ہی؟ معراج کمال تک پہنچنے مین ہر قوم کو ایک طویل زمانے کی ضرورت ہوتی ہی، لیکن انحطاط کے تحت الثریٰ تک پہونچنے کے لیئے ایک مختصر مدت کافی ہی، ہر قوم کے اسباب انحطاط مین سب سے زیادہ موثر سبب اوس کے نظام اخلاق کا انحطاط ہے، تمام قومون مین تمدن کے انحطاط کا صرف ایک ہی طریقہ ہی، اور وہ اب تک قائم ہے،

بعض لیٹن قومون مین انحطاط کی کھلی ہوئی علامتین، خودغرضی کی نشو و نما، ہمت اور ارادہ کا ضعف، اخلاق و آداب کا انحطاط، نوجوانان جدید، کسی زمانے مین اشتراکیت (سوشیالزم) کا اثر بہت بڑھ جائیگا، اشتراکیت کے خطرات اور اوسکی قوت، اشتراکیت تمدن کو خالص وحشیانہ انقلاب کی طرف لے جاتی ہی، وہ قومین جنمین اشتراکیت کی حمایت ہوسکتی ہی،

انواع مادیہ کی طرح، انواع نفسیہ بھی ہمیشہ زندہ نہین رہتین، کیونکہ جن اسباب نے اونکو پیدا کیا ہی، وہ خود ہمیشہ قائم نہین رہتے، اسلیئے جب اِن حالات مین تغیر واقع ہوتا ہے، تو مزاج عقلی کے وہ عناصر بھی رفتہ رفتہ فنا ہوجاتے ہین جو ان اسباب سے وابستہ و مربوط

تھے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ نظام کائنات کا ایک عام فطری قانون ہی، جو جسم کی طرح،
عقل کو بھی محیط ہی، اس قانون کا اقتضا یہ ہی کہ ایک جسم کے پیدا کرنے کے لیئے جس قدر زمانہ
درکار ہے، اوس کے فنا ہونے کے لیئے اوس سے بہت کم زمانے کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ
جو عضو اپنے عمل کو چھوڑ دیتا ہی، اوس کی عملی قابلیت اسیوقت معدوم ہوجاتی ہی، جو مچھلیان سطح
آب کے نیچے، پتھر کی چٹانون مین رہتی ہین، اونکی بصارت روز بروز ضعیف ہوتی جاتی ہے
یہان تک کہ ایک مدت کے بعد یہ ضعف موروثی ہوجاتا ہی، اگر ہم انسان کی محدود زندگی
پر بھی نظر ڈالین تو ہمکو معلوم ہوگا کہ جو عضو متعدد وراثتون کے اثر سے کئی پشت مین پیدا
ہوا ہے، اگر اوس سے کام نہ لیا جائے تو وہ فوراً بیکار ہوجاتا ہی،

مزاج عقلی بھی اس قدرتی قانون کے دائرہ سے باہر نہین، اسلئے دماغ کے
جو اجزا اپنا عمل نہین کرتے اونکی مخصوص قوت فاعلی بیکار ہوجاتی ہے، اس سے ثابت
ہوتا ہے، کہ دماغ کی بعض قابلیتین جو ایک طویل زمانے مین پیدا ہوئی ہین ایک محدود
مدت مین زوال پذیر ہوسکتی ہین، شجاعت، جرأت، عزم و ارادہ، قوت استنباط، اور اس قسم کے
دوسرے اخلاقی محاسن بہت دنون مین پیدا ہوتے ہین، اور جب اپنا محل استعمال نہین
پاتے تو نہایت سرعت کے ساتھ فنا ہوجاتے ہین، یہی وجہ ہے کہ ہر قوم کی ترقی کے لئے ایک
طویل مدت کی ضرورت ہوتی ہی لیکن اوسکا تنزل نہایت سرعت کے ساتھ ہوتا ہی،

اگر ہم تاریخی حیثیت سے تمام قومون کے تنزل پر نگاہ ڈالین تو بلا استثنا ہر قوم کے
انحطاط کا اصلی سبب مزاج عقلی کا دہ تغیر ہوگا، جسکو صرف نظام اخلاق کی ابتری نے پیدا کیا ہی مجھکو
جہان تک معلوم ہی، قوم مین ذہانت اور طباعی کی کمی کسی سلطنت کے زوال کا سبب نہین ہوئی
اس بنا پر تمدن کے زوال کا سبب صرف ایک ہی ہی اور اوس کے پیش نظر رکھنے کے بعد ایک

شخص بعض شعراء کی طرح یہ سوال کرسکتا ہی کہ تاریخ جس نے بہت سے مجلدات کو بھر دیا ہی، وہ بہت سے صفحات کے مجموعے کا نام ہی، یا حقیقت مین یہ صفحے مکرر ہین؟

جب کوئی قوم تہذیب و تمدن کے زیور، اور نفوذ و قوت کے ہتھیار سے مسلح ہوجاتی ہی، اور اوس کو اپنی ہمسایہ قوم کے حملے کا خطرہ نہین رہتا تو وہ نہایت عیش و طرب کے ساتھ جو دولت کا لازمی نتیجہ ہی، زندگی بسر کرنے لگتی ہی، اسلئے اوس کے تمام فوجی محاسن برباد ہوجاتے ہین، تمدنی ترقی کے ساتھ ساتھ اوس کی ضرورتون مین اضافہ ہوتا جاتا ہی، ہر شخص کے دل مین خود غرضی اپنا قدم جما لیتی ہی، اور اوس کا مطمح نظر صرف یہ ہوتا ہی کہ جو مال و دولت اوس کے ہاتھ آئے، اوس سے نہایت سرعت کے ساتھ ذاتی فائدہ اوٹھائے، اِس بناپر تمام قوم عام مصالح سے اعراض کرنے لگتی ہے اور قوم کے وہ تمام اخلاقی محاسن فنا ہوجاتے ہین جو اوسکی عظمت کا حقیقی سبب تھے، اب اوس پر قرب و جوار کی وحشی یا نیم وحشی قومون کا حملہ شروع ہوجاتا ہی، کیونکہ تمدنی حیثیت سے اگرچہ وہ اوس کی ہمسری نہین کرسکتین، لیکن اونکا اعتقاد اوس سے بہت زیادہ قوی ہوتا ہی، حملہ کرنے کے بعد وہ اوسکے تمدن کی بنیاد کو ڈھا دیتی ہین، اور اوس کے کھنڈر پر دوسرے تمدن کی عمارت قائم کرتی ہین، رومؔ و ایرانؔ کی سلطنتون کا یہی حشر ہوا، اونکا نظام حکومت اگرچہ نہایت مستحکم تھا تاہم بربرہؔ نے رومؔ کا خاتمہ کردیا، اور عربون نے ایرانؔ کے پرخچے اوڑا دئیے، یہ بالکل یقینی ہی کہ اِن مغلوب سلطنتون مین عقل و ذہانت کی کمی نہ تھی، بلکہ ذہنی حیثیت سے فاتح کو مفتوح کے ساتھ کوئی مناسبت نہ تھی، کیونکہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ عقل اور سب سے بڑی ذہانت کا ظہور رومؔ ہی مین ہوا، اور شاہزادہ اول کے زمانے مین وہی رومؔ کے زوال کا سبب بنگئی، اسی زمانے مین بڑے بڑے انشا پرداز اور بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے، اور اس شاندار قوم کے تمام کارنامہائے زرین

اسی زمانے کی طرف منسوب ہین، لیکن اس زمانے مین اوس نے اپنی اخلاقی طاقت کو کھودیا اور ذہانت کتنی ہی ترقی کرجائے، لیکن اخلاق کی قائم مقام نہین ہوسکتی،

قدیم رومن لوگون کی ضروریات زندگی بالکل محدود تھین، اور اونکا اعتقاد نہایت قوی تھا، یہ اعتقاد تمام قوم کے رگ وپے مین سرایت کرگیا تھا، اور ہر شخص اوسپر جان ومال بلکہ اپنے اہل وعیال تک کو قربان کردیتا تھا، یہی دونون چیزین روم کی عظمت کا حقیقی سبب تھین، لیکن جب وہ مادی حیثیت سے تمام دنیا کا مرکز بنگیا، تو اوس مین ہر طرف سے اجنبی قومین آباد ہونے لگین، جن کو اخیر مین "ملکی باشندون" کا خطاب دیدیا گیا، حالانکہ اون کا مقصد صرف ملک کی شادابی سے فائدہ اوٹھانا تھا، خود ملک کی عزت واقتدار کی طرف اون کی توجہ نہ تھی، اب یہ عظیم الشان شہر اگرچہ تمام قومون کا دنگل بنگیا، لیکن روم روم نہین رہا، اوس کے چہرے پر اگرچہ زندگی کی ظاہری علامتین نظر آتی تھین، لیکن درحقیقت اوس نے مدتون پہلے اپنی حقیقی روح کو نکال کر پھینکدیا تھا،

بالکل اسی قسم کے متعدد اسباب ہمارے ترقی یافتہ تمدن کو بھی دہمکی دے رہے ہین، اور جدید علمی تحقیقات نے خیالات مین جو تغیر پیدا کردیا ہی اور اس نے جو جدید اسباب پیدا کردیئے ہین وہ ان پر مستزاد ہین، علم نے ہمارے قدیم خیالات کو دوسرے قالب مین بدل دیا ہے اور تمدنی اور مذہبی اصول کے اثر کو صفحۂ دل سے بالکل مٹادیا ہی، انسان کی آنکھون کے سامنے جو پردے پڑے ہوئے تھے، وہ اوٹھگئے ہین، اور اوس کو معلوم ہوگیا ہی کہ عالم وجود مین اوس کا کیا درجہ ہی؟ وہ اس سے بھی واقف ہوگیا ہی کہ خود فطرت کو اس درجہ کا احساس نہین ہی، وہ یہ بھی جان گیا ہی کہ وہ جس چیز کو "آزادی" کے نام سے پکارتا تھا، وہ غلامی کے اسباب کی ناواقفیت کا نتیجہ تھی، ورنہ دنیا مین وہ ایک غلام ہے جو نتیجۂ تقدیر مین گرفتار ہی، اوسکو

یہ بھی یقین ہے کہ فطرت کی آغوش لطف و محبت کے جذبات سے بالکل خالی ہی، اور انسان ترقی کے جن مدارج پر پہونچ گیا ہی، اون کو فطرت نے عناصر کے امتزاج و ترکیب سے پیدا کیا ہی، اور اس عمل ترکیبی مین قوی عنصر نے ضعیف کی گردن توڑ دی ہی، یہ خیالات اس قدر موثر ہین کہ اونکے اظہار سے لوگون مین خون کا سیلان منجمد ہوجاتا ہی، اور جن عقائد کی بناپر ہمارے آبا و اجداد پُرلطف زندگی بسر کرتے تھے، وہ اونکے یکسر مخالف ہین، ان خیالات نے دلون مین اضطراب انگیز شکوک پیدا کردیئے ہین، اور ضعیف العقل لوگون کو انارکزم کی مصیبت مین مبتلا کردیا ہی، جو اس زمانے کی سب سے بڑی امتیازی خصوصیت ہی، ان شکوک نے تعلیم یافتہ نوجوانون کے نظام اخلاق مین عظیم الشان انقلاب پیدا کردیا ہی، اور اون کے دلون مین یاس و حرمان کی تخم پاشی کی ہی، اس بناپر اونکی قوت ارادی بالکل مفقود ہوگئی ہی، اور وہ وقتی اور ذاتی فوائد کے غلام بنگئے ہین،

موجودہ دور کے ایک انشاپرداز کا یہ فقرہ کس قدر واقعیت پر مبنی ہی، کہ "اس زمانے کی قوت ادراک پر اضافی خوبیون نے تسلّط کرلیا ہی، صیغہ تعلیم کے ایک وزیر نے اپنی ایک تازہ ترین تقریر مین اسکی شرح ان الفاظ مین کی ہی" اس زمانے کی علمی فتوحات مین سب سے بڑی فتح یہ ہی کہ کلی اصول کی جگہ اضافی اصول نے چھین لی ہی" لیکن درحقیقت اس فتح کا پتہ قدیم زمانے مین بھی چلتا ہی، چنانچہ آج سے دس صدی پیشتر فلاسفہ ہند کا بھی یہی خیال تھا، آج یہ خیال دوبارہ زندہ ہوگیا ہی، لیکن یہ ہمارے لیئے کوئی خوشی کی بات نہین کیونکہ اصلی خطرہ اون عقائد کے عدم اذعان سے پیدا ہوتا ہی، جو قومی زندگی کے اصلی ستون تھے اور مجھے جہان تک معلوم ہی، ابتدا تاریخ سے آج تک کوئی تمدن، کوئی نظام، کوئی عقیدہ اضافی اصول کی بنیاد پر قائم نہین ہوا شاید یہ کہا جائے کہ بظاہر مستقبل سوشیالسٹ

گروہ کے ہاتھ مین نظر آتا ہی لیکن اِس کامیابی کی صرف یہ وجہ ہوسکتی ہی، کہ جو لوگ اون کے مذہب کی منادی کرتے ہین اونکا دعویٰ ہی کہ یہ مذہب حقائق کلیہ پر مشتمل ہے، اور جماعت صرف ان ہی لوگون کے حلقۂ اثر مین آتی ہی جو حقائق کلیہ کی دعوت دیتے ہین، اون کے سواوہ اور لوگون کی طرف رُخ نہین کرتی، اگر کوئی شخص پالٹیشن بننا چاہتا ہے تو اوس کو سب سے پہلے جماعت کی روح کا سراغ لگانا چاہیئے، اوس کے اخلاق کی حقیقت سے واقف ہونا چاہیئے، اور فلسفیانہ موشگافیون کو پس پشت ڈالدینا چاہیئے، کیونکہ اشیار کی حقیقت مین بہت کم تغیر ہوتا ہے، صرف اون کی صورتین بدلتی ہین، اور ہوشیار صرف وہ شخص ہے جو ان ظاہری صورتون سے کام لیتا ہے،

یہ سچ ہی کہ ہم کو صرف عالم کون کی ظاہری حقیقت کا علم ہوسکتا ہے، یعنی صرف وہ نفسی حالات معلوم ہوسکتے ہین جن کی قدر وقیمت بالکل اضافی ہی، لیکن باانیہمہ اجتماعی حالات کے لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہی، کہ ہر زمانہ، اور ہر قوم کے حالات، رسوم، اور نظام، کلی حیثیت رکھتے ہین، اور کوئی قوم اون کے بغیر زندہ نہین رہ سکتی، اگر ان کلیات مین شکوک پیدا ہوجائین تو یقین کرلینا چاہیئے کہ اِس قوم کے آخری دن آگئے،

ان حقائق کے اظہار مین کوئی مضائقہ نہین کیونکہ کوئی علم ان سے انکار نہین کرتا، البتہ اونکے مخالف مذاہب کا اثبات سخت خطرناک ہی، بالخصوص وہ سلبی فلسفہ، جس کی نسبت بعض اہل الرائے کا خیال ہی کہ وہ دیرپا زندگی حاصل کریگا لوگون کے دل مین یہ عقیدہ قائم کررہا ہی کہ موجودہ نظام بالکل ظالمانہ ہی اس مین کہین رحم کی جھلک نظر نہین آتی اور انسانون کے مختلف فطرتی طبقے ایک مضحکہ خیز ظرافت ہین۔ اِس بناپر وہ لوگون کو ہر چیز کا دشمن بنادیتا ہی اور اونکو اشتراکیت مادی ذہنیت

؎ انارکزم،

کی طرف مائل کرتا ہی، اس زمانے کے سیاست دان اگرچہ نظام حکومت کے اثر کا دل سے
اعتراف کرتے ہین، لیکن اُصول کے متعلق اونکا اعتقاد بھی نہایت ضعیف ہی، حالانکہ علمی تحقیقات
سے ثابت ہوگیا ہے کہ ہر نظام اُصول ہی سے متفرع ہوتا ہی، اور جب تک مقدمات کا وجود
نہ ہو نتیجہ کا وجود نہین ہوسکتا، اُصول درحقیقت کائنات کے اندرونی اثرات کا نتیجہ ہوتے ہین
اسلیئے اگر وہ فنا ہوجائین، تو تمدن اور نظام حکومت کی تمام مخفی بنیادین متزلزل ہوجائین،
اِس لحاظ سے قومون کے ابتلا و امتحان کا سخت ترین زمانہ وہ ہوتا ہی جب اصول اور عقائد
ساتھ ساتھ ایک ہی قبر مین دفن کردیئے جاتے ہین،

اگر ہم مقدمات سے نتائج کا استنباط کرین تو ہم کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ یورپ کی تمام بڑی بڑی
قومون مین انحطاط کی علامتین علانیہ ظاہر ہو رہی ہین، بالخصوص لیٹن قومون مین انحطاط شدت
کے ساتھ ظہور پذیر ہو رہا ہے، یقین کے ساتھ یہ نہین کہا جاسکتا کہ یہ انحطاط اونکی موروثی اور قومی
خصوصیات کا نتیجہ ہی، یا اوس کو تعلیم و تربیت، اور تقلید نے پیدا کیا ہی، تاہم یہ بدیہی ہی کہ وہ روز
بروز ہمت، ارادہ، عملی قابلیت، اور قوت استنباط کو کھوتی جاتی ہی اور عنقریب وہ صرف مادی
ضروریات پر قانع ہوکر بیٹھ رہیگی، حالانکہ اونمین روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہی، اور نسل کی ترقی مین
کمی ہوتی جاتی ہے، اجتماعی قوت پراگندہ ہو رہی ہے، فقراء سے لیکر بڑے بڑے امرا تک غصہ
اور تنگدلی کی عام مصیبت مین مبتلا ہو رہے ہین، اور اِس زمانے مین اِنسان بالکل اوس
جہاز کے مشابہ ہوگیا ہی جس کا کپتان ڈوب گیا ہی، اور وہ تن بہ تقدیر ہوا کے ساتھ ساتھ
چکر لگا رہا ہے، جدید علوم و فنون نے اوس گوشۂ فراغت کو جس مین معبودون کی بھرمار رہتی تھی
بالکل چٹیل میدان بنادیا ہی، اِس لیئے اِنسان نے خدا کو چھوڑ کر اپنے سررشتۂ امید کو بھی
ہاتھ سے چھوڑ دیا ہی، جماعت مین انفعالی قوت بڑھ گئی ہے، اور وہ ہر چیز سے شدت کے

ساتھ متاثر، اور اسلئے نہایت سرعت کے ساتھ تغیر پذیر ہو رہی ہی، اوسکے آگے کوئی دیوار نہین ہی جو اوس کی بیراہ روی کو روک سکے، اسلیئے وہ سیلاب کی طرح فوضویت کے جنون سے استبداد کی ذلت کی طرف متصل حرکت کر رہی ہی، صرف "کچھ کہہ دینا" اوس کو برانگیختہ کر دیتا ہے، وہ ہر روز ایک نیا خدا بناتی ہی، صبح کو اوس کے آگے سجدہ کرتی ہی، اور شام کو اوسکو دفن کر دیتی ہی، عام خیال ہے کہ وہ یہ جد و جہد آزادی کے لیئے کر رہی ہی، لیکن درحقیقت وہ آزادی کا خاتمہ کرنا چاہتی ہے، اور حکومت سے درخواست کر رہی ہی کہ اوس کے گلے مین طوق و زنجیر ڈالدے، وہ اپنی حقیر جماعت، اور فلسفیانہ حیثیت سے نہایت استبداد پسند حامیون کی اندہا دھند اطاعت کرتی ہی جو لوگ اوسکی رہنمائی کا دعویٰ کرتے ہین، وہ درحقیقت اوس کے پیچھے پیچھے چل رہے ہین وہ اون لوگون مین جو دماغی اضطراب کی بنا پر ہر روز نئے نئے لیڈرون کی اطاعت کرتے ہین، اور اوس روح استقلال مین جو ہر لیڈر کی ذلیل اطاعت سے ابا کرتی ہی، تفریق و امتیاز نہین کرتے حکومت کسی قسم کی ہو لیکن درحقیقت وہ ہر گروہ کا قبلۂ مقصود ہے، اور تمام لوگ اوس سے ایک نئی بندش کی درخواست کرتے ہین، اور اوس سے ایسی اعانت کے خواستگار ہوتے ہین، جو انسان کی گردن پر نہایت وزنی بوجھ لاد دیتی ہے، یعنی لوگ چاہتے ہین کہ قوم کے تمام چھوٹے بڑے کام نظام حکومت کے سخت اور استبدادانہ سلسلے مین جکڑ دیئے جائین، اور ہمارے نوجوان روز بروز اون کامون سے اعراض کرتے جاتے ہین، جن مین قوت استنباط ذاتی جد و جہد، عقل، ہمت، اور ارادہ کی ضرورت ہوتی ہے، وہ چھوٹی سے چھوٹی ذمہ داری سے گھبراتے ہین اور ذلیل سرکاری ملازمتون کی جائے پناہ مین چھپنا چاہتے ہین، تاجرون کو نوآبادیون کے قائم کرنے کا طریقہ معلوم نہین ہے،

اسلیئے نوآبادیون مین صرف ملازمت پیشہ لوگ رہتے ہین[1]، لیکن ان مین اور عام
جماعت مین کوئی فرق نہین ہے، جس طرح جماعت نے اپنی ہمت اور قوت عمل کو حملہ آورانہ جوش
اور غیظ و غضب سے بدلدیا ہی، اسیطرح ان لوگون نے بھی ان اخلاقی اوصاف کو شخصی جھگڑونکی صورت مین
نمایان کیا ہی، طلبا رمین ان محاسن کی جگہ ایک ایسے احساس نے لی ہی جسکا دامن عجز و درماندگی کے آنسوؤن سے
تر رہتا ہی، اور اوسکے مرقع مین حقائق اشیار کی صورتین گڈمڈ ہوگئی ہین جسکا نتیجہ یہ ہی کہ وہ نہایت وحشی آواز سے
اپنی بدبختی کا رونا رو رہے ہین، ہر انتہائی خودغرضی کا دورہ دورہ ہی، اور جس قوم کا یہ حال ہی اوسکے افراد کا
مقصد خودغرضی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہی؟ یہی وہ موقع ہی جہان انسانی ضمیر سر ڈالدیتا ہی، اخلاق
قدیمہ مین انحطاط کے بعد تدریجی زوال آجاتا ہی[2]، آدمی مین اپنے اوپر حکومت کرنے کی قابلیت باقی
نہین رہتی، اسلیئے وہ اپنے جذبات کو روک نہین سکتا، اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص اپنے اوپر حکومت

---

[1] اس موقع پر موسیو...مین ممبر صیغۂ نوآبادیات کی اوس اسپیچ کا ایک ٹکڑا درج کردینا مناسب ہوگا جو اونھون نے پارلیمنٹ مین
۹ نومبر ۱۸۹۹ء مین دی تھی اس تقریر مین اونھون نے کہا کہ "کوچن چین کی کل آبادی ۰۰۰،۰۰۰،۳ رہے جن مین ۱۶۰۰ فرنچ
ہین، ان مین ۱۲۰۰ سرکاری ملازم ہین، یہ ملک ایک مجلس کے زیر حکومت ہی جس کے ممبرون کا انتخاب خود یہی ملازمت
پیشہ لوگ کرتے ہین اور پارلیمنٹ مین اوسکا ایک قائم مقام رہتا ہی، پھر کیا یہ توقع کی جاسکتی ہی کہ ان ممالک مین انارکزم کی اشاعت
نہ ہوگی؟ (مختلف مقامات سے ہنسی اور شور) کیا آپ لوگون کو اس طریقۂ انتظام کا نتیجہ معلوم نہین ہی؟ اسکا یہ نتیجہ ہی کہ بجٹ کی ۲۲ ملین
کی میزان مین سے نو ملین صرف دفاتر نگل جاتے ہین، مینے ۱۸۹۸ء مین ملازمون کو کم کرنا چاہا تھا، اسلیئے بجٹ مین ۵۰۰،۰۰۰
فرنک کی کمی کردی تھی، اکتوبر مین یہ کارروائی عمل مین آئی اور سوء اتفاق سے دسمبر مین وہ وزارت ٹوٹ گئی جسکا مین ممبر تھا، اسکا
یہ نتیجہ ہوا کہ مینے جن لوگون کو ملازمت سے علیحدہ کردیا تھا وہ مارچ مین اپنی اپنی جگہ پر پھر واپس آگئے،

[2] بعض مخصوص فرقون کا اخلاقی تنزل اور بھی زیادہ خطرناک ہی، مثلاً ججون کے ٹرسٹی جو زمانۂ قدیم مین نہایت متدین ہوتے
تھے اس زمانے مین انکا اخلاقی انحطاط اپنے انتہائی درجہ کو پہونچ گیا ہی، سرکاری رپورٹ سے ثابت ہوتا ہی کہ (بقیہ حاشیہ صفحہ آیندہ پر)

نہین کر سکتا، اوس پر کوئی دوسرا حکومت کرے گا،

اس حالت کا بدلنا سخت مشکل کام ہی کیونکہ سب سے پہلے ہمین اوس افسوسناک لیٹن طریقہ تربیت کو بدلنا پڑیگا، جو ہمکو قوت استنباط اور ہمت سے (اگر ہم مین دراثتہً یہ جوہر موجود ہین) معرّا کر کے ہمارے ملکہ استقلال عقلی کو بالکل فنا کر دیتا ہی، کیونکہ تعلیم یافتہ نوجوانون کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ امتحانات مین گوئی سبقت لیجائین، اور یہ ایک ایسا بدترین مقصد ہے جس مین صرف قوت حافظہ سے کام لینا پڑتا ہے، اور اس کا یہ نتیجہ ہی کہ تمام قومی کامون کو صرف وہ لوگ انجام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہر ۱۰۰۰ ٹرسٹیو مین ۴۲ پر فرد قرارداد جرم لگائی حالانکہ اس تعداد مین پوری قوم کی نسبت ایک شخص سے زیادہ نہ تھی، مین نے ایک سرکاری اخبار مین جو ۳۱ جنوری ۱۸۹۵ء کو شایع ہوا تھا وزیر عدالت کی ایک یادداشت پڑھی تھی جو اونھون نے پریسیڈنٹ کی خدمت مین بھیجی تھی، اس مین وہ فرماتے ہین وہ ۱۸۴۲ء سے ان مصائب مین اور اضافہ ہو گیا ہی جنھون نے قوم کو پریشان کر رکھا ہی، یہان تک کہ ایک مہاجن کو ۱۸۷۶ء مین نیابت کو ٹرسٹیون کی طرف خاص طور پر توجہ دلانا پڑی، کیونکہ اوسوقت جو مصیبتین نازل ہو رہی تھین اونھون نے ایک ایسی خوفناک صورت اختیار کر لی تھی جو پہلے کبھی نظر نہین آئی تھی، کیونکہ اس قسم کے افسوسناک واقعات مین اضافہ ہوتا جاتا تھا ۱۸۶۰ء مین ان واقعات کی تعداد ۶۳ تھی ۱۸۸۱ء مین ۱۴۱ ہو گئی ۱۸۹۱ء مین ۲۵۴ تک پہونچ گئی اور ۱۸۹۳ء مین اسکی تعداد ۱۰۰۱ ہو گئی، ان ٹرسٹیون نے ۱۸۹۰ء اور ۱۸۹۳ء کے درمیان مین جس قدر خیانتین کین اونکی تعداد ۲۶۲ ملین تھی ۱۸۹۳ء مین ۱۰۳ ٹرسٹیون کو اونکے عہدے سے علیحدہ کر دیا گیا یا اون کو استعفا دینے پر مجبور کیا گیا اور اگر ہم ان واقعات کے ساتھ عظیم الشان لیتون یعنی بنکون کی تحریکات کی ناکامیابی کا اضافہ کرین تو ہمکو اقرار کرنا پڑیگا کہ سوشیالسٹ گروہ اگر حکام کی اخلاقی حالت کا شاکی ہی تو اوسکو معذور رکھنا چاہیئے، سب سے زیادہ بدقسمتی یہ ہی کہ اخلاقی تنزل تمام لیٹن قومو مین عام طور پر پایا جاتا ہی، اٹلی کے سرکاری بنک کے شرمناک واقعہ سے ثابت ہوتا ہی کہ اعلیٰ عہدہ داران حکومت بے شمار روپیہ کی چوری کرتے تھے، پرتگال کے افلاس، اسپین کی نازک مالی حالت، اور امریکہ کی لیٹن جمہوریت کے تنزل سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ قوم کے بعض گروہون مین لاعلاج مرض پھیل گیا ہی اور یہ حالت اوسکے تنزل کا پیش خیمہ ہے،

دیتے ہین، جن مین تقلید کے سوا اور کوئی قابلیت نہین ہوتی یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اون کامون کو بہت کم ہاتھ لگاتے ہین جن مین ذاتی ہمت اور بیباکانہ جرأت کی ضرورت ہوتی ہی، ایک بار گیزو نے انگریزی مدارس کا معائینہ کیا تو اوس سے بعض پروفیسرون نے کہا

"مین طلبا کی روح کے اندر لوہا پگھلا کے ڈالنا چاہتا ہون"

کیا لیٹن قومون مین بھی ایسے پروفیسر، اور ایسا نظام تعلیم موجود ہے، جو ایسا اعلیٰ خیال پیدا کر سکتا ہی؟ شاید نظام فوجی اِسکی مثال پیش کر سکے گا، بہر حال ہمارے یہان صرف یہی طریقہ اسکا ذریعہ ہی، اِس بنا پر تنزل پذیر قومون کے ابھارنے کے لیئے لازمی شرط یہ ہے کہ اون مین فوجی نظام کو عام طور پر وسعت دیجائے، اونکو سنگدل بنایا جائے اور اونکو ہمیشہ چکناچور کر دینے والی لڑائیون کی دھمکی دیجائے،

لیٹن قومین اون آزاد قوانین کے زیر سایہ نہایت سخت زندگی بسر کر رہی ہین، جو استبداد اور فوضویت دونون سے الگ ہین، یہ دشواریان صرف اسلیئے پیدا ہوئی ہین کہ قوم کا نظام اخلاق پست ہو گیا ہی، قوم کے افراد مین ضبط نفس کی قوت نہین ہے، لوگ فوائد عامہ سے منحرف ہو کر خود غرضی کی طرف مائل ہو گئے ہین، اگر قومی جماعت ان قوانین کو پسند نہین کرتی تو غور کرنے سے اسکی وجہ آسانی سے سمجھ مین آسکتی ہی، کیونکہ ہر جماعت بالطبع شاہانہ حکومت چاہتی ہی، تاکہ اوسکو فاتحانہ مساوات حاصل ہو جائے وہ آزادی کی خواستگار نہین ہوتی جو فاتحانہ اختیارات ہی کو سلب کر دیتی ہی، البتہ یہ عقدہ مشکل سے حل ہو سکتا ہی کہ خود روشن ضمیر طبقہ اِس آزاد نظام حکومت سے کیون نفرت کرتا ہی، شاید ہمکو یہ نفرت اپنے آبا و اجداد کی وراثت مین ملی ہی حالانکہ ہر قسم کی مہارت، بالخصوص عقلی ترقی کی بلند پروازی کے لیئے اس نظام حکومت سے زیادہ صاف کوئی فضا نہین مل سکتی، یہان تک کہ جو لوگ مساوات کے

خواستگار رہین اون کے نزدیک اِس نظام حکومت کا سب سے بڑا عیب یہی ہی، کہ وہ ان فرقون کے پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہی، جو عظیم الشان عقلی طاقت کے بل پر امتیاز عام حاصل کر لیتے ہین، لیکن شاہانہ[1] نظام حکومت کسی قسم کا ہو وہ عقل اور اخلاق دونون کو برباد کر دیتا ہی، اوسمین صرف یہ خوبی ہی کہ وہ تمام لوگون کو ذلت اور دنارت مین یکسان طور پر شریک کر لیتا ہے، اور اسلیئے وہ تنزل پذیر قومون کے لیئے نہایت موزون ہی، اور اسلیئے وہ جب موقع پاتی ہین، تو اوسکی طرف رخ کرتی ہین، اور لیڈرون کی زرق برق پوشاک اونکو اسی غار مین جھونک دیتی ہی جب قوم اس درجۂ انحطاط کو پہونچ جاتی ہی تو اوسکے زوال کی تاریخ شروع ہو جاتی ہی،

تاریخی حیثیت سے شاہانہ حکومت کا زمانہ یا تو تمدن کے شباب کی حالت مین شروع ہوتا ہے یا اوسکی بنیاد تمدنی انحطاط کے دور مین پڑتی ہی، آج بھی خود مختارانہ طرز حکومت ایک دوسرے قالب مین جلوہ گر ہوا ہی، یعنی اوسکا ظہور اشتراکیّت کی صورت مین ہو رہا ہی، اشتراکیّت درحقیقت افراد کو فنا فی السلطنت کر دیتی ہی، بلکہ وہ شاہانہ طرز حکومت سے بھی زیادہ خطرناک ہی، کیونکہ ایک بڑے سے بڑا استبداد پسند بادشاہ بھی انجام کار سے ڈرتا ہی، لیکن جماعتی حکومت کو اِس کا ذرہ برابر بھی خوف نہین ہوتا اس زمانہ مین اشتراکیّت تمام خطرات سے زیادہ یورپین قومون کی ہستی کو دھمکی دے رہی ہے قوم پر دوسرے موثرات اثر کر چکے ہین اور اب وہ اونکے تنزل کا سامان کر رہی ہے اور بالآخر اسکے ذریعہ سے یورپین تہذیب کا خاتمہ ہوگا،

اوسکے خطرات، اور اوسکے اثرات کا اندازہ صرف اِس سے ہو سکتا ہے، کہ لوگ اِس شدت کے ساتھ اوسکی طرف مائل ہو رہے ہین، کہ خود اوس تعلیم کو چھوڑتے جاتے ہین جس نے اشتراکیّت کو پیدا کیا ہی، جو لوگ زندگی کے مصائب مین مبتلا ہین، اور اس زمانہ کے تمدن نے

[1] یعنی شخصی نظام حکومت،

جو مالی مشکلات پیدا کردی ہین، اون سے واقف ہین، وہ اس مذہب جدید کو علانیہ قبول کر رہے ہین، ان لوگون کی تعداد اگرچہ اب بھی غیر محدود ہی، لیکن چند ہی دنومین آسمانونکی وسیع فضا ربھی اس سے بھر جائیگی، جو لوگ مصائب زندگی کو برداشت نہین کر سکتے، اونکو وہ جنت کی صورت مین نظر آئیگی، یعنی وہ جنت جو پہلے صرف مسجدون اور گرجون کے جھروکون سے نظر آتی تھی، اس آنے والے مذہب کے شیدائی بڑھتے جاتے ہین، اور عنقریب اوسپر قربانیان چڑھائی جائینگی، اور اس حالت مین وہ ایک مذہبی عقیدہ ہوجائیگی جسکی آواز سے تمام قوم لرز اوٹھتی ہی،

یہ خیال کہ اشتراکیت انسان کو غلامی کے پست ترین درجہ کی طرف لیجاتی ہی، اور ہمت و استقلال کو فنا کر ڈالتی ہی، ایک ایسا خیال ہی جس مین کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہین ہی لیکن اس سے صرف علم النفس کے ماہر ہی واقف ہین، اور وہ جماعت کے دماغ مین بھی نہین آسکتا، کیونکہ وہ اس قسم کے دلائل کو تسلیم نہین کرتی اور اوسکو جن دلائل سے تسکین ہو سکتی ہی، اونکا اثبات عقلی طور پر نہین کیا جا سکتا،

اگرچہ اس سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا کہ جو شخص ذرہ برابر بھی ذوق سلیم رکھتا ہی، وہ اس مذہب کو قبول نہین کر سکتا تاہم جو مذاہب ایک طویل زمانے تک ہم پر فرمانروائی کرتے رہے ہین وہ بھی ذوق سلیم کے لئے قابل انکار تھے عقلاء کے گروہ نے ان مذاہب کے قبول کرنے سے صرف اس بنا پر انکار کیا کہ انسان مذہبی عقائد کو صرف غیر شاعرانہ طور پر قبول کرتا ہی، اور غیر شاعرانہ احساسات کے دائرہ عمل مین عقل کی رسائی نہین ہوتی،

اس بنا پر اشتراکیت کے خطرات کتنے ہی عام ہوجائین لیکن یورپین قومون کو اوسکے سامنے سر بسجود ہونا ہی پڑیگا، اور اسپر اونکو موجودہ زمانہ کا مزاج عقلی مجبور کریگا، اور اس طور پر وہ انحطاط کے انتہائی درجہ تک پہونچ جائینگی، کیونکہ زمانہ تمدن کو تحت الثریٰ مین لے جا رہا ہے، اور بربری کی خانہ

بر انداز غارتگری کے لیئے راستہ صاف کر رہا ہے،

اگر روسی قوم کو جو نفسی حیثیت سے بہ نسبت یورپین قومون کے ایشیائی قومون سے زیادہ مشابہ ہے مستثنی کر لیا جائے، تو انگریزون کے سوا کسی یورپین قوم مین وہ عزم وارادہ، وہ مستحکم عقیدہ اور وہ استقلال نہین پایا جاتا جو اس جدید مذہب کے حملہ سے اوسکو محفوظ رکھ سکے اس وقت تو خیر جرمنی کے چہرے پر اگرچہ ترقی کے خط وخال نظر آرہے ہین، لیکن وہ سب سے پہلے اشتراکیت کا شکار ہوگی، کیونکہ اوسکے تمام اطراف مین سوشیالسٹون کو کامیابیان حاصل ہو رہی ہین، یہ مسلم ہے کہ جو اشتراکیت جرمنی کو تباہ کریگی، عنقریب اوسکا ظہور ایک علمی لباس مین ہوگا، اگرچہ لباس صرف اوس خیالی پلاؤ پکانے والی قوم کے لیئے موزون ہو سکتا ہے، جو نوع انسان مین زندگی بسر نہین کر سکتی، لیکن اخیر مین جو عقلی نتیجہ پیدا ہوگا، وہ گذشتہ نتائج سے زیادہ سخت اور قوی ہوگا، جرمنی تمام قومون سے زیادہ اشتراکیت کے قبول کرنے کی استعداد رکھتی ہے، کیونکہ استقلال و استنباط نتائج کا ملکہ اوس سے رخصت ہو چکا ہے، اور اپنے اوپر حکومت کرنے کی عادت اِس سے مفارقت کر چکی ہے[1]، روس مین آج سے چند دنون پہلے وہ اشتراکی نظام قائم تھا جو وحشی اور سادہ قومون مین عام طور پر رائج ہے، اور اشتراکیت کی مکمل صورت اسی نظام کے پردے مین جلوہ گر ہوتی ہے آج بھی اگرچہ وہ کلیتہً اس سے آزاد نہین ہے لیکن اب وہ اوس تنزل پذیر حالت کا تصور بھی

[1] جرمنی کے مشہور انشا پرداز بھی ہماری رائے کی تائید کر رہے ہین، اسٹراسبرگ یونیورسٹی کے پروفیسر موسیو ریگلر اپنی ایک کتاب مین لکھتے ہین: جبکہ انگریزی قوم خود اپنے اوپر حکومت کرنا چاہتی ہے ہماری قوم کی امتیازی خصوصیت تمامتر حکومت کے اعتماد پر زندہ رہنا ہے، ہم ایک ایسی قوم ہین جو مدت سے وصیتون پر زندگی بسر کر رہی ہے، بسمارک کے مضبوط ہاتھ نے گذشتہ ۳۰ سال کے زمانے مین ہم سے ملکہ استنباط اور عاقبت اندیشی کو چھین لیا ہے، گو اسکے عوض مین ہمارے لیئے ایک امن بنا دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم تمام چھوٹے بڑے معاملات مین حکومت کا دامن پکڑتے ہین، اور اوسپر ہر چیز کو چھوڑ دیتے ہین،

نہین کرسکتا، اسلیئے اوسکا مستقبل تمام قومون سے مختلف ہوگا کیونکہ اقتصادی لڑائیون کے بعد اشتراکیت وحشی قومون کے لئے راستہ صاف کردیگی، اور وہ ٹوٹ ٹوٹ کریورپین قومون پر گرینگی اور ان کے تمدن کو نگل جائینگی،

لیکن یہ زمانہ اب تک نہین آیا ہے، اور ابھی اوسکے آنے مین کسی قدر دیر ہے، اسکے علاوہ اشتراکیت مین جو ظالمانہ بے اعتدالی پائی جاتی ہی، وہ اوسکو قایم نہین رہنے دیگی اور اوسوقت لوگون کو تبیبرا در کالیجولا کے زمانہ پر رحم آئیگا ہمکو تعجب ہی کہ رومانیون نے کیونکر ان ظالمون کے مظالم برداشت کیئے لیکن یہ تعجب اوس وقت زائل ہوجاتا ہی جب ہمکو یہ معلوم ہوتا ہی کہ اون پر خانہ جنگیون کے متعدد دور گذر چکے تھے، اور جلاوطنی نے اون کو اسقدر مایوس کردیا تھا کہ اونکی اخلاقی طاقت سلب ہوچکی تھی، اسلئے اونھون نے انھی ظالمون کو اپنی نجات کا وسیلہ بنایا اور اونکے تمام مظالم برداشت کیئے، کیونکہ اون کو یہ معلوم ہی نہین تھا کہ وہ اپنی ذات کے سوا انکو کیا معاوضہ دیسکتے ہین؟ اور درحقیقت مٹ جانے کے بعد رومانیون کو اونکا بدل بھی نہ مل سکا بلکہ بربر کا سیلاب اونکو اور اونکے ساتھ اونکے تمدن کو بھی بہالے گیا، الغرض رومن سلطنت کا یہ افسوسناک انجام ہوا، اور اس زمانے مین بھی تاریخ کا یہ دور عود کرنے والا ہی،



۱ روم کا ایک نہایت ظالم اور شہوت پرست بادشاہ ۳۷ء–۴۱ء بالآخر علیا نے تنگ آکر اوسکو قتل کرڈالا،

دوسری فصل

خلاصہ عامہ

ہم نے اس کتاب کے مقدمہ مین بتادیا ہی، کہ قومون کی تمدنی تاریخ پر ہم نے جو کچھ لکھا ہے یہ کتاب اوسکا خلاصہ ہی، اس لحاظ سے اسکی ہر فصل کسی گذشتہ تصنیف کا ملخص ہی اور اس لیئے اس خلاصہ کا خلاصہ کرنا نہایت مشکل ہی، تاہم ناظرین کے تنگی وقت کے لحاظ سے ہم اس مشکل کام کو بھی اپنے سر لیتے ہین، اور اس کتاب کے اساسی فلسفیانہ اصول کو مختصر مقدمات کی صورت مین اون کے سامنے پیش کرتے ہین، چنانچہ اونکی تفصیل حسب ذیل ہی،

(۱) خواص جسمانی کی طرح، ہر قوم چند نفسی خواص بھی رکھتی ہی، اور انواع نفسیہ انواع مادیہ کی طرح، پشتون اور مدتون کے بعد بدلتی ہین،

(۲) اِن نفسی موروثی خواص کے مقابل مین ہر قوم مین دوسرے خواص بھی پائے جاتے ہین، جو آب وہوا، اور گرد وپیش کے حالات سے پیدا ہوتے ہین، اور ان مین ہمیشہ تجدد و تغیر ہوتا رہتا ہی، اسلیئے بظاہر یہ محسوس ہوتا ہی کہ قوم مین ایک عظیم الشان دائمی انقلاب ہو رہا ہی،

(۳) خواص نفسیہ کے مجموعہ سے ہر قوم مین ایک مزاج عقلی پیدا ہو جاتا ہے، جو اوسکے زندہ افراد اور گذشتہ اسلاف کا خلاصہ ہوتا ہے، لیکن قومون کی زندگی مین زندہ افراد کے بجائے نمایان حصہ مُردون کا ہوتا ہی، کیونکہ انھی مردہ روحون نے ان مین اخلاقی احساس پیدا کیا ہے اور اسکی رفتار ترقی کے اسباب فراہم کیئے ہین،

(۴) نوعی امتیازات کے ساتھ قومین دوسرے اوصاف کے لحاظ سے بھی باہم ممتاز ہوتی ہین،

اور ان اوصاف اور نوعی امتیازات مین باہم تلازم ہوتا ہے، لیکن اگرو د قومون سے متوسط طبقے کے افراد لیئے جائین، تو ان مین یہ فرق کم اور اعلیٰ طبقہ کے افراد مین زیادہ نظر آئیگا، اور اس موازنہ سے ثابت ہوگا کہ متمدن اور غیر متمدن قومون مین صرف یہ فرق ہی، کہ متمدن قوم بہت سے روشن دماغ اور صاحب عقل افراد پر مشتمل ہوتی ہے، اور غیر متمدن قومون مین ان افراد کا وجود نہین پایا جاتا،

(۵) غیر متمدن قومون کے افراد مین نہایت واضح طور پر مساوات پائی جاتی ہے، لیکن قوم جس قدر تمدنی حیثیت سے ترقی کرتی جاتی ہی اوسیقدر اوس مین باہم فرق و امتیاز پیدا ہوتا جاتا ہے، اسلیئے تمدن کا لازمی نتیجہ یہ ہی کہ وہ اقوام و افراد مین باہم امتیاز پیدا کردیتا ہے، اِس طرح وہ مساوات کے بجائے فرق مراتب قائم کرتا ہے،

(۶) قومی زندگی، اور تمدن کے تمام مظاہر قومی روح کا آئینہ ہوتے ہین، جو اگرچہ ایک نہایت مخفی شے کے عکس کو نمایان کرتا ہے، تاہم اوس کے وجود مین کسی قسم کا شبہہ نہین ہوسکتا اسلیئے خارجی واقعات، ایک مخفی قوت فاعلی کا پرتو ہوتے ہین،

(۷) قومی زندگی کی بنیاد صرف اتفاق وقت، خارجی حالات، اور نظام حکومت پر قائم نہین ہوتی، بلکہ ہر قوم کے نظام اخلاق پر ہوتی ہی،

(۸) چونکہ ہر قوم کے تمدنی عناصر اوسکے مزاج عقلی کی دلیل ہوتے ہین یعنی اون کے ذریعہ سے قوم کے احساس و شعور کی مخصوص کیفیت ظاہر ہوتی ہی، اسلیئے جب تک کسی دوسری قوم مین کوئی تغیر نہ پیدا ہوجائے، اِن عناصر کو اُس مین منتقل نہین کیا جاسکتا البتہ انکی سطحی اور ظاہری صورت کو منتقل کرسکتے ہین، لیکن وہ درحقیقت کوئی قابل اعتداد چیز نہین،

(۹) مزاج عقلی کے اختلاف کی بنا پر ہر قوم حقائق اشیاء کا تصور مختلف صورتون مین کرتی ہے

اسلیئے ہر قوم جس عقل اور عمل مین دوسرے سے مختلف ہوتی ہی، اور جب ان مین باہم کشمکش ہوتی ہے،
تو تمام مسائل کے متعلق ایک عام نزاع قائم ہوجاتی ہی، اور یہی نزاع تمام تاریخی لڑائیون کا سبب
بنجاتی ہی، اِس لحاظ سے درحقیقت فاتحانہ لڑائیان، مذہبی لڑائیان، اور خاندان شاہی کی
لڑائیان، کل کی کل قومی لڑائیان ہین،

(۱۰) مختلف الاصل افراد کے مجموعہ سے کوئی مستقل قوم نہین بن سکتی، یعنی ان مین کوئی مشترکہ
قومی روح نہین پیدا ہوسکتی، البتہ ایک زمانہ دراز کے بعد جب انکی نسل مین اختلاط ہوجاتا ہے،
ایک ہی آب وہوا مین اونکو متحدہ طرز معاشرت کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوتا ہے، اور اون کے
احساسات، فوائد، اور عقائد متحد ہوجاتے ہین، تو اس قسم کی روح پیدا ہوجاتی ہی،

(۱۱) متمدن قومون مین اصلی (یعنی فطرتی) قومیت کا وجود نہین پایا جاتا، بلکہ ان کی قومیت،
بالکل مصنوعی ہوتی ہی، جو تاریخی حالات سے پیدا ہوجاتی ہے،

(۱۲) آب وہوا، اور گرد وپیش کے حالات کا اثر صرف جدید قومون پر پڑتا ہے، یعنی ان سے
صرف وہ قومین متاثر ہوتی ہین جن کا موروثی نظام اخلاق مختلف قومون کے اختلاط، اور
باہمی توالد وتناسل سے درہم برہم ہوجاتا ہے، اسلیئے وراثت کو صرف وراثت ہی فنا کرسکتی ہی
لیکن اگر کسی قوم کا نظام اخلاق اسقدر مستحکم بنیاد پر قائم ہو کہ یہ چیزین اوسکو جنبش نہ دیسکین
توآب وہوا کے تغیرات کا اثر اسکے درہم برہم کرنے مین بہت کم کامیاب ہوگا، بلکہ بعض اوقات
قدیم قومین بالکل فنا ہوجاتی ہین، لیکن اِن مین آب وہوا کا اثر کسی قسم کا تغیر نہین پیدا کرسکتا،

(۱۳) ہر قوم اوسیوقت ترقی کے معراج کمال پر پہونچ سکتی ہے، جب اوسکی متحدہ روح کا
خمیر کامل طور پر پختہ ہوجائے، لیکن جب اِس روح کا شیرازہ بکھر جاتا ہے، تو اس قوم پر زوال
آجاتا ہی، اور اس روح کے فنا کرنے کا سب سے زیادہ موثر سبب قوم مین اجنبی عنصر کا

داخل ہوتا ہے،

(۱۴) انواع نفسیہ، انواع مادیہ کی طرح زمانے کے اثر سے متاثر ہوکر بوڑھی ہوتی ہین، اور پھر مرجاتی ہین، اونکی تولید مین اگرچہ ایک طویل زمانہ صرف ہوتا ہے، لیکن اون کے زوال کے لئے ایک نہایت مختصر اور محدود مدت درکار ہوتی ہے، کیونکہ زوال کے لئے قوم کے اعضا و ارکان کا عملی اضطراب، کافی ہے، بلکہ اسکا ظہور کبھی کبھی فوری تباہی کی صورت مین ہوجاتا ہے، اس لئے ہر قوم مزاج عقلی کے استحکام کے لئے طویل زمانے کی محتاج ہوتی ہے، لیکن اوسکو نہایت قلیل مدت مین کھودیتی ہے، اِس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمدنی ترقی کی منزل نہایت دور، اور اوس کے زوال کا راستہ نہایت قریب ہے،

(۱۵) اخلاق کے بعد تمدن پر سب سے زیادہ گہرا اثر اصول تمدن کا پڑتا ہے، لیکن انکا عمل بتدریج شروع ہوتا ہے، یعنی وہ پہلے احساس بنتے ہین، پھر نظام اخلاق کے اجزا مین شامل ہوتے ہین، اور اخیر مین مسلمات عامہ مین داخل ہوکر دائرہ بحث و تنقید سے نکل جاتے ہین، اِن مراحل کے طے کرنے کے بعد انکا نظام عمل مکمل ہوجاتا ہے، ہر تمدن کا سنگ بنیاد یہی مسلم الثبوت اصول ہوتے ہین، اور اون پر مدتون مین زوال آتا ہے،

اِن اصول مین بھی اختلاف مدارج ہے، چنانچہ تمام اصولون سے زیادہ تمدن پر مذہبی اصول کا اثر پڑتا ہے، اور تاریخ کے تمام عظیم الشان واقعات اختلاف مذاہب ہی کا نتیجہ ہین، اس لحاظ سے انسان کی تاریخ کا سلسلہ معبودون کے تاریخی سلسلہ سے ملا ہوا ہے، ان معبودون کو اگرچہ ہمارے ہی دماغ نے پیدا کیا ہے، تاہم ہماری زندگی پر انکا بڑا اثر ہے، یہانتک کہ صرف ان کے نام کے بدل دینے سے نظام عالم بدل جاتا ہے، ہر نئے معبود کا ظہور ہمیشہ نئے تمدن کا پیش خیمہ اور اون کا پردہ غیب مین چھپ جانا، ہمیشہ قدیم تمدن کے زوال کا مقدمۃ الجیش ثابت ہوا ہے،

مولانا فیض الحسن سہارنپوری کا عربی کلام صفحہ ۸۲ ۔ عہ

مولٰنا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن مین سے مدین اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث ۴۲۵ صفحے قیمت ۔ ۱۲ر

سیرۃ عائشہؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی، قرون اولی کی خانہ جنگیون کے اصلی اسباب اور ام المومنین کے فضائل و مناقب اور اون کے اجتہادات کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۲۵۷ صفحے قیمت ۔ عار

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عار

دروس الادب عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم ۔ ۴ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقہ اہل سنت الجماعت کے اصولی عقاید کی تحقیق ۔ ۲ر

خلافت و ہندوستان خلفائے اسلام اور مسلمانان ہند کے باہمی تعلقات کی تاریخ، آثار فرامین شاہی اور سکون کے ذریعہ سے تشریح و تفصیل، ۔ ۸ر

حیات امام مالکؒ، امام مالکؒ کی سوانح عمری اور اون کی موطائے حدیث پر تبصرہ، ۔ ۸ر

بہادر خواتین اسلام، یعنی خواتین اسلام کی جنگی اور بہادرانہ اخلاقی خدمات، ۔ ۴ر

مولٰنا عبدالسلام ندوی

اسوۂ صحابہ جلد اول، صحابۂ کرام کے عقائد، عبادات اور اخلاق کے پراثر واقعات مستند حوالون سے جن کو پڑھکر آپ کو معلوم ہوگا کہ اون کی زندگی کتاب وسنت کا عملی نمونہ تھی، ضخامت ۳۰۵ صفحات قیمت ۔ ۔ ہے

اسوۂ صحابہ جلد دوم، جس سے یہ معلوم ہوگا کہ صحابہ کرام نے اسلام کی سیاسی، مذہبی اور علمی خدمات کس خلوص اور صداقت سے کین ضخامت ۴۵۰ صفحات قیمت ۔ للعہ

مولوی عبدالباری ندوی

برکلے اور اوس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اوس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عار غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ مجلد عار

مذہب و عقلیات، اس مین ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب اور عقل مین تصادم کا امکان ہی نہین، ۶ر

مولوی عبدالماجد بی اے

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جسمین فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کی تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہی، جلد اول سے جلد دوم عا/

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ قسم اول عہ/

ایضاً قسم دوم عہ/

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اُردو ترجمہ یہ کتاب پنجاب اُردو آنرس کورس مین داخل کی گئی ہی ۲۳۴ صفحے، عا/

متفرق کتابین

الاستدلال، اس مین علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کے ساتھ سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کئے گئے ہین، ۱۰۲ صفحات، ۸/

الانسان، اس مین انسان کے تمام قوا نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہی ۲۱۴ صفحات قیمت عا/

بیگمات بھوپال، مصور مجلد، ۸/

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی، و مذہبی ۸/

نعت پیمبر، عربی، فارسی، اُردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ، قیمت ۸/

رموز فطرت، طبعیات، طبقات، ارض ہیئت اور جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین، قیمت عہ/

انسان، علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان مین قیمت ۸/

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح، قیمت، عا/

تذکرۃ الحبیب، یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان، قیمت عہ/

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفۂ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ، قیمت عہ/

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل و قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اوّل ۸/ قسم دوم ۸/

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی اور فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ، قیمت ۱۰/

حکمت عملی، قدیم و جدید فن اخلاق پر ایک پر معلومات تصنیف، قیمت ۸/

”منیجر“